امام حسن بصریؒ اور انکی تفسیری خدمات

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

اور

اُن کی تفسیری خدمات

احمد اسماعیل البسیط

ترجمہ

مولانا عبد القیوم

اسلامک بک فاؤنڈیشن

۱۷۸۱-حوض سوئی والان، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۲

فہرست مضامین

موضوع | **صفحہ**
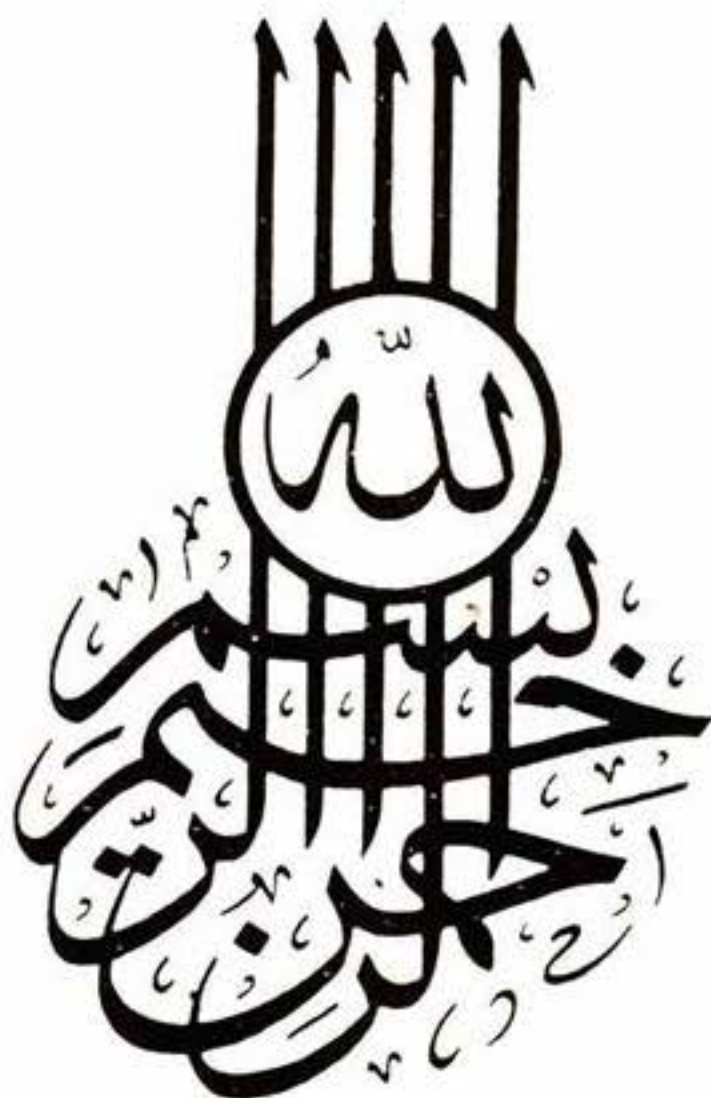
پیش لفظ 13

کلمات تشکر و امتنان (از مولف) 15

مقدمہ 17

تمہید 21

باب اول

حسن بصریؒ کی زندگی اور ان کا زمانہ 29

فصل اول : حسن بصریؒ کا زمانہ 30

علمی صورت حال 31

سیاسی صورت حال 42

مذہبی اختلافات 46

☆ شیعہ فرقہ 50

☆ حسن بصریؒ اور فرقہ معتزلہ 55

☆ تفکیر یعنی غور و فکر کے سلسلے میں معتزلہ کا طریق کار 63

☆ فرقہ قدریہ اور فرقہ جبریہ 65

☆ فرقہ قدریہ کا جائزہ 66

☆ فرقہ جبریہ کا جائزہ 67

☆ فرقہ مرجیہ کا جائزہ 72

فصل ثانی : حسن بصریؒ کے حالات زندگی 77

پہلا مبحث : حسن بصریؒ کی ولادت اور اس کا حسب و نسب 79

دوسرا مبحث : حسن بصریؒ کی زندگی کا اجمالی نقشہ 82

☆ وعظ و نصیحت میں حسن بصریؒ کا کردار 88

☆ حسن بصری کا سیاسی موقف 101

☆ حکام کے ساتھ حسن بصری کے روابط 104

☆ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں حسن بصریؒ کے ایام 109

☆ حسن بصریؒ کی تصانیف 112

☆ حسن بصریؒ کے علمی سفر 115

فصل ثالث : حسن بصریؒ کے شیوخ اور ان کے تلامذہ 117

پہلا مبحث : حسن بصریؒ کے شیوخ 119

دوسرا مبحث : حسن بصریؒ کے تلامذہ 124

☆ علم حدیث میں حسن بصریؒ کے تلامذہ 128

فصل رابع : حضرات متقدمین نیز موجودہ دور سے تعلق رکھنے والے حضرات کے اقوال 129

حسن بصریؒ کے بارے میں علماء کے اقوال 131

☆ متقدمین کے اقوال

☆ دور حاضر کے علماء کے اقوال 137

باب دوم

علم تفسیر میں حسن بصریؒ کی تصانیف 141

فصل اول : عہد حسن بصریؒ تک علم تفسیر کی کیفیت 143

تمہید 143

تفسیر کے اصطلاحی معنی 146

لغت میں تاویل کا معنی 147

اصطلاح میں تاویل کا مفہوم 149

مفسرین صحابہ 152

قرآن کریم کی تفسیر میں صحابہ کا طریق کار 153

☆ قرآن کریم 153

☆ تفسیر قرآن بذریعہ سنت 154

☆ رائے اور اجتہاد کے ذریعے قرآن کی تفسیر 157

عصر تابعین یعنی حسن بصریؒ کے عصر میں تفسیر قرآن 158

فصل ثانی : حسن بصریؒ کا انتساب کس مکتب فکر کی طرف تھا؟ 161

اہل حدیث کا مکتب فکر 162

☆ اس مکتب فکر کا طریق کار 162

☆ اس مکتب فکر سے حاصل ہونے والے علمی فوائد 163

اہل الرائے کا مکتب فکر 163

☆ اس مکتب فکر کے علمبردار 164

☆ عراق میں اس مکتب فکر کے پھیل جانے کے اسباب 164

فصل ثالث : حسن بصریؒ کی تفسیر 167

پہلا مبحث : حسن بصریؒ کی تفسیر تک رسائی کا راستہ 167

دوسرا مبحث : حسن بصریؒ کی تفسیری خوبیوں پر ایک نظر 172

تیسرا مبحث : تفسیر میں حسن بصریؒ کے حلقے 176

چوتھا مبحث : تحقیق اسانید 184

المطلب الاول : صحیح اسانید 185

المطلب الثانی : ضعیف اسانید 193

باب سوم

تفسیر کے اندر حسن بصریؒ کا منہج 199

فصل اول : تفسیر بالاثر پر حسن بصریؒ کے اعتماد کی حد 201

پہلا مبحث : قرآن کے ذریعے قرآن کی تفسیر 202

دوسرا مبحث : سنت کے ذریعے قرآن کی تفسیر 204

تیسرا مبحث : اقوال صحابہ کے ذریعے حسن بصریؒ کی تفسیر قرآن 214

☆ حضرت ابن عباس سے حسن بصریؒ کی تفسیری مرویات 215

☆ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے حسن بصریؒ کی تفسیری مرویات 230

☆ حضرت عمرؓ سے حسن بصریؒ کی تفسیری مرویات 232

☆ حضرت علیؓ سے حسن بصریؒ کی تفسیری مرویات 233

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے حسن بصریؒ کی تفسیری مرویات 235

☆ حضرت ابن عمرؓ سے حسن بصریؒ کی تفسیری مرویات 235

☆ دیگر صحابہ کرامؓ سے حسن بصریؒ کی تفسیری مرویات 236

فصل ثانی : حسن بصریؒ کی تفسیر بالرائے 239

فصل ثالث : مسائل کی تخریج و ترجیح کے سلسلے میں 241

حسن بصریؒ کا طریق کار

پہلا مبحث : فقہی احکام 241

☆ سر کے مسح کی واجب مقدار 249

☆ پیروں کا مسح 249

☆ وضوء کے اندر ترتیب 250

☆ عورت کو لمس کرنا 251

☆ مشرکین کے ساتھ مصافحہ 251

☆ پانی کے بغیر مثلاً نبید سے وضوء 252

☆ استعاذہ کا حکم 252

☆ خطبہ جمعہ کا حکم 253

☆ قرات فاتحہ خلف الامام 254

☆ نماز کے اندر کلام 254

☆ نمازی کا کلام کے ذریعے سلام کا جواب دینا 255

☆ نصاب زکوٰۃ کی تکمیل کے لئے سونے کو چاندی کے ساتھ ضم کرنا 255

☆ احرام کی حالت میں شکار کو قتل کردینے کی بناء پر روزے رکھنا 256

☆ اگر پورا گروہ مل کر ایک شخص کو قتل کردے تو اس کا حکم 257

☆ کیا ایک مسلمان کسی کتابیہ لونڈی سے نکاح کر سکتا ہے 258

☆ غلام کے قصاص میں آزاد کو قتل کردینا 259

☆ قربانی کے گوشت کی تقسیم 259

☆ طلوع فجر میں شک کی صورت میں کھانا پینا 260

☆ صدقہ فطر کی تقسیم 260

☆ عمرہ کا حکم 261

☆ محرم کے شکار کے تعدد کا حکم 261

☆ روزہ چھوڑنے کے سلسلے میں اصحاب اعذار کا ذکر 262

دوسرا مبحث : عقائد سے تعلق رکھنے والے احکام حسن بصریؒ کی نظر میں نیز مذہبی فرقوں کے متعلق ان کا موقف 263

فصل رابع : ناسخ اور منسوخ کے بارے میں حسن بصریؒ کی رائے 275

انواع نسخ کے بارے میں حسن بصریؒ کا موقف 279

فصل خامس : قرات کے بارے میں حسن بصریؒ کا مسلک 283

فصل سادس : اسباب و مکان نزول کی طرف حسن بصریؒ کی توجہ 293

ضمیمہ 305

الخاتمہ 327

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

امام حسن بصریؒ سید التابعین ہیں۔ ان کی شخصیت اور مرتبہ و مقام اور خدمات خود اس کتاب کے اندر قارئین کے سامنے آجائیں گی۔ ہماری یہ کوشش ہے کہ ہم عہد حاضر کے نوجوانوں کو اپنے ماضی کے ان اعلیٰ نمونوں سے متعارف کراتے جائیں جنہوں نے امت کی تشکیل اور اسے اسلامی سانچے میں ڈھالنے میں غیر معمولی جد و جہد کی ہے۔ تابعین کا دور اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ ایک طرف اس کا تعلق صحابہ کرامؓ سے تھا۔ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست فیض یافتہ تھے اور دوسری طرف اس دور میں امت اسلامی اکناف عالم تک پھیل رہی تھی' اسلامی تہذیب عروج پر تھی اور ساتھ ہی مختلف اقوام کے حلقہ بگوش اسلام ہونے سے زندگی کے نئے نئے مسائل ابھر رہے تھے جو علماء امت کے لئے اجتہاد و جہاد کے نئے دروازے کھول رہے تھے۔ اس لحاظ سے تابعین کا دور بے شمار نزاکتوں سے بھرا ہوا تھا۔ ان نزاکتوں اور پیچیدگیوں کو جن

شخصیتوں نے اپنی ربانی بصیرت اور شاگردئ صحابہ کے فیض کی بدولت حل کیا ہے ان میں امام حسن بصریؒ پیش پیش نظر آتے ہیں اور ان کی یہی خوبی دور حاضر کے اہل علم اور اہل عزم کے لئے قابل تقلید نمونہ بن کر سامنے آتی ہے۔

یہ کتاب ہمارے ایک نوجوان دوست احمد بسیط نے تالیف کی ہے۔ یہ نوجوان اردن کے رہنے والے ہیں۔ یہ تنظیم اسلامی کانفرنس (O.I.C) جدہ میں کام کررہے ہیں۔ انہوں نے امام حسن بصریؒ کے صرف تفسیری پہلو کو عنوان بحث بنایا ہے، لیکن بایں ہمہ اس عظیم المرتبت شخصیت کے تمام پہلو کسی نہ کسی حیثیت سے زیر بحث آگئے ہیں۔

امام حسن بصریؒ کے تفسیری آراء سے ایک بات یہ سامنے آجاتی ہے کہ دور تابعین قرآن کریم کا فہم اسی سادگی اور سلاست سے آراستہ تھا جو دور صحابہ کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ بعد کے ادوار میں جب مختلف فلسفوں نے اسلامی معاشرے کے اندر جنم لیا تو ان کا اثر قرآن کی تفسیروں پر بھی پڑا۔ آگے چل کر تفسیر بالاثر کے ساتھ بالرائے، صوفی تفسیر اور باطنی اور معتزلہ کی تفسیر کے نام سے کئی مکتب وجود میں آگئے۔

(۱۲ر فروری ۱۹۹۴ء)

خلیل احمد حامدی

کلمات تشکر و امتنان

از مؤلف

الحمد لله وحده والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ . . .

اگر علمی امانت کی ادائیگی کو ایک دینی فریضہ قرار دیا جائے تو اس موقع پر میں یہ ضرور کہوں گا کہ اہل فضل کے فضل و کرم کا چرچا بھی علمی امانت کی ادائیگی کا حصہ ہے۔ ہم جن نعمتوں سے سرفراز ہوئے ہیں اور علم و توفیق کے جن خزانوں تک ہماری رسائی ہوئی ہے بنیادی طور پر وہ سب کچھ محض اللہ سبحانہ کے فضل اور اس کی مہربانی کے کرشمے ہیں۔ وہی ہر چیز کے خزانوں کا مالک ہے اور اسی کے قبضے میں تمام خیر و برکت ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اس خیر و برکت کے خزانوں سے نوازتا ہے۔ جملہ حمد و تشکر اسی کی ذات کو زیبا ہے اور وہی ہر تعریف و ثناء کا سزاوار ہے۔ میں نے جس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اس کی بنیاد بھی محض توفیق ایزدی ہے اس لئے اول و آخر حمد و ثناء کے لائق بھی وہی ہے۔

اللہ سبحانہ کا شکر بجالانے کے بعد میں یہاں ان تمام احباب کے لئے کلمات تشکر و امتنان کے اظہار میں کوتاہی نہیں کروں گا جنہوں نے اس علمی کام میں میری طرف دست تعاون بڑھا کر میری رہنمائی کی اور تحقیق و تدقیق میں میری مدد فرمائی۔ ان احباب میں سب سے زیادہ نمایاں فضیلۃ الشیخ محمد الراوی اور ڈاکٹر محمد علی الحسن ہیں جن کی

نگرانی میں زیر نظر کتاب نے تکمیل کے مراحل طے کئے۔

میں ان رفقاء اور اساتذہ کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے دوران تالیف اپنے مفید اور قیمتی مشوروں سے مجھے نوازنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ آمین

﴿ وما توفیقی الا باللہ علیه توكلت واليه انيب ﴾

احمد البسیط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

میں نے جب حسن بصریؒ پر لکھنے کا جائزہ لیا تو اندازہ ہوا کہ میرے پیش نظر کتنا بڑا کام ہے۔ یہ بات اس بناء پر نہیں تھی کہ حسن بصریؒ کی شخصیت کا شمار ان شخصیات میں ہوتا ہے جن کی سیرت اور کردار کے انمٹ نقوش لوگوں کے ذہنوں پر ثبت ہیں اور اہل علم و معرفت کی نظروں میں انہیں محیرالعقول بلند مرتبہ حاصل ہے' نہ ہی اس بناء پر کہ حسن بصریؒ کی شخصیت مخصوص حالات کے اندر پروان چڑھی تھی اور اس نے اپنی آنکھوں سے اسلام کے صاف و شفاف افق سے فتنوں کے وہ سیاہ بادل اٹھتے دیکھے تھے جن کا ہدف اسلام کو اس کے اونچے مقام سے گرانا' اس کے چشمہ صافی کو گدلانا' اہل اسلام کی دیوار وحدت میں دراڑ پیدا کرنا اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا تھا' بلکہ یہ بات اس بناء پر تھی کہ علم و معرفت کی دنیا میں حسن بصریؒ جس بلند مقام پر فائز تھے اس کے پیش نظر ان کی شخصیت کا احاطہ ایک جان جوکھوں کام تھا اور معارف اسلامیہ کے وسیع دائرے میں ریسرچ کرنے والے سکالر کے لئے یہ کام سرانجام دینا آسان نہیں تھا خواہ وہ علم کے ہر باغ سے صرف ایک پھول توڑنے اور معرفت کے سمندر سے صرف ایک چلو بھرنے کی کوشش کیوں نہ کرلیتا اس لئے کہ علم کے سدا بہار گلزار ان گنت اور معرفت کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر بے شمار ہیں۔

اس دشواری کے پیش نظر میں نے **سید التابعین، قدوۃ العلماء والصالحین** حضرت حسن بصریؒ کی علم و معرفت کی جامع شخصیت کے مختلف پہلوؤں میں سے صرف ایک پہلو... حسن بصریؒ بحیثیت مفسر... کا انتخاب کیا' تاہم یہ فراموش نہیں کیا کہ میرا انتخاب ایک ایسے پہلو سے تعلق رکھتا ہے جس کی وسعتوں کو کامیابی سے طے کرنا ایک محقق کے لئے بہت مشکل امر ہے' خاص طور پر جبکہ اس نے تحقیق و تدقیق اور ریسرچ کے میدان میں ابھی تازہ تازہ قدم رکھا ہو اور ابتداء ہی سے ثابت قدمی کا عزم اور پکا ارادہ کر لیا ہو۔

علم اور معرفت کے مختلف پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو کے اندر حسن بصریؒ کی جلالت شان کا اندازہ لگانے اور اس میں ان کی بے مثل حیثیت کا تعین کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کے عصر' ان کی زندگی' ان کے شیوخ اور تلامذہ کا مختصر جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ ان کے بارے میں علماء کے اقوال بھی نقل کر دیئے جائیں اور ان کے زمانے کے علمی اور سیاسی حالات' نیز مذہبی اختلافات کا واضح نقشہ بھی پیش کر دیا جائے، نیز بصرہ' مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ان کی گزاری ہوئی زندگی اور علمی سفروں پر بھی روشنی ڈالی جائے۔

مفسر کی حیثیت سے حسن بصریؒ کی شخصیت کو اجاگر کرنے لئے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے زمانے تک علم تفسیر کے ارتقائی مراحل' اس علم میں انکے مرتبہ و مقام' ان کے تفسیری اسلوب تک رسائی کے طریقے' نیز تفسیر کے مکی یا عراقی مکتب فکر کی طرف ان کے انتساب کو زیر بحث لایا جائے اور پھر ان اسانید اور طرق کی چھان پھٹک کی جائے جن کے ذریعے انہوں نے تفسیر سے متعلق اپنی روایات کا سلسلہ قائم کیا تھا۔

تفسیر کے اندر ان کے مسلک اور اسلوب کا جائزہ لینے کے لئے درج ذیل امور پر بحث ضروری ہے۔

* تفسیر بالاثر یعنی تفسیر بالروایت میں وہ کس حد تک جاتے ہیں۔

* تفسیر بالرائے پر وہ کس حد تک اعتماد کرتے ہیں۔

* مسائل احکام کی تخریج و ترجیح کے سلسلے میں ان کا طریق کار کیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب کے خاتمے پر میں ان اہم نتائج کا ذکر کروں گا جن پر میں دوران بحث و مطالعہ پہنچا ہوں اور جنہیں میں نے اس دوران اخذ کیا ہے۔

وعلى الله قصد السبيل . . .

تمہید

حضرت حسن بصریؒ ایک بہترین عالم، عظیم ترین فقیہ، اعلیٰ ترین مربی اور افضل ترین عارف اور مصلح تھے۔ مختصر الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حسن بصریؒ ایسے استاد تھے جن کے استادانہ مرتبے کو ان کے زمانے میں کوئی بھی پہنچ نہیں سکا تھا۔ وہ ایک ایسے چلتے پھرتے اسلامی دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) تھے جس نے فکر اسلامی کی ہر فرع اور شاخ میں اسلام کی صحیح روح کو اپنے اندر سمو لیا تھا۔ انہوں نے ایک کم نوے برس عمر پائی اور اپنی عمر عزیز کے ستر سے زائد برس معلم، داعی، فقہاء و علماء کے شیخ اور سرپرست، نیز ایک ایسے مدرسہ کے بانی مبانی کی حیثیت سے گزار دیئے جس سے ان کی زندگی میں سینکڑوں طالبان علم و معرفت بہرہ یاب ہوئے اور وفات کے بعد ہزاروں کی تعداد میں بہترین علماء، فقہاء اور حکماء اس سے متاثر ہوئے۔ ہمارے لئے امام ابو حامد الغزالی کا یہ قول کافی ہے کہ :

"حسن بصریؒ کا کلام اور انداز بیان انبیاء کے کلام اور انداز بیان کے ساتھ تمام لوگوں سے زیادہ مشابہ تھا اور ان کی رہنمائی صحابہ کرامؓ کی

رہنمائی سے تمام لوگوں کی بہ نسبت قریب ترین تھی۔ وہ فصاحت و بلاغت
کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے اور ان کی زبان سے حکمت کے پھول
جھڑتے تھے"۔ {۱}

ان کے بارے میں عوام بن حوشب کا قول ہے کہ :

"حسن بصریؒ کی مثال تو ایک نبی جیسی ہے جو اپنی قوم کو ساٹھ برس
تک اللہ کی طرف بلاتا رہا"۔ {۲}

یہی وجہ ہے کہ حسن بصریؒ پر قلم اٹھانے والے شخص کو ایک تھکا دینے والی کٹھن مہم درپیش ہوتی ہے اور گویا وہ ایک دشوار گزار راہ کا مسافر ہوتا ہے۔ بناء بریں اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ صبر و تحمل کی زبردست قوت کا مالک اور مطالعہ نیز بحث و تجزیہ کی اعلیٰ صلاحیتوں کا حامل ہو' خاص طور پر جبکہ حسن بصریؒ کو ایسی کتابیں تالیف کرنے کا موقع میسر نہیں آیا تھا جن کی مدد سے محقق کے لئے اس کا کام آسان ہو جاتا اور جن کے ذریعے وہ ان کے منہج اور طریق کار سے واقف ہو جاتا۔ {۳} حضرت حسن بصریؒ نے دنیا کو علم و معرفت' فقہ و ادب اور حکمت و فلسفہ سے اس طرح بھر دیا تھا کہ ان کے بعد ہر عالم ان کے چشمۂ علم و معرفت سے ہی فیض یاب ہوتا نظر آتا ہے لیکن یہ فیض یابی ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایک بحر زخار سے چند قطرے حاصل کرلے۔ اسی طرح دینی یا دنیاوی ادب سے تعلق رکھنے والی کوئی کتاب ایسی نظر نہیں آئے گی جس میں حضرت حسن بصریؒ کے فکر کی جابجا چھاپ موجود نہ ہو۔ بہت سے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ یعنی مخطوط مصادر میں حسن بصریؒ کی زندگی' ان کی علمیت اور ثقافت اور ان کے مختلف

{۱} الغزالی۔ احیاء علوم الدین' جلد اول' صفحہ ۷۷۔ بیروت

{۲} فواد البستانی' دائرۃ معارف البستان جلد ۷' صفحہ ۳۸۱۔

{۳} یہاں میری مراد بڑی کتابیں ہیں اس لئے کہ تفسیر کے علاوہ چند چھوٹے چھوٹے رسائل کی تالیف ان کی طرف منسوب ہے۔

پہلوؤں خصوصاً تفسیر پر اچھا خاصا مواد موجود ہے جس کے نتیجے میں میرے لئے ان مصادر وکتب کا سیر حاصل مطالعہ ضروری ہو گیا تاکہ مجھے ان کی شخصیت کے ان پہلوؤں کے بارے میں درست معلومات حاصل ہو جائیں۔ ان مصادر و مراجع کی مختلف انواع ہیں۔ ان میں سے کچھ تو تاریخی ہیں جن میں سے میں نے اپنی ریسرچ کے تاریخی پہلو کے سلسلے میں استفادہ کیا' اور حسن بصریؒ کی زندگی اور ان کے عصر کے بارے میں اپنے مطالعے کی بنیاد ان پر رکھی۔ کچھ مصادر میں علم تفسیر' اس کے مناہج اور مفسرین کی تاریخ سے بحث کی گئی ہے۔ ان مصادر سے میں نے حسن بصریؒ کے اسلوب' ان کے مکتب فکر اور تفسیر کے میدان میں ان کے اثرات کے تاریخی پہلوؤں کے سلسلے میں استفادہ کیا۔ ان مصادر کی تیسری قسم علم تفسیر کی وہ کتابیں ہیں جن کی مدد سے میں نے حسن بصریؒ کے تفسیری اقوال پیش کئے ہیں۔ مثلاً تفسیر طبری۔ ان میں سے اکثر تفاسیر ایسی ہیں جن سے میں متاثر ہوا اور جنہیں "تفسیر بالاثر کے مکتب فکر کی تفاسیر" کے عنوان کے تحت درج کرنا ممکن ہے۔ علاوہ ازیں میں نے ان تفاسیر کا بھی مطالعہ کیا جن میں عقلی اور تحلیلی یعنی تجزیاتی پہلوؤں کو پیش نظر رکھا گیا ہے کیونکہ ان تفاسیر میں سلف سے منقول تفسیر کی تحلیل و تجزیہ کا اہتمام کیا گیا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ امام حسن بصریؒ سلف کی اولین صف میں شامل ہیں۔

جہاں تک حسن بصریؒ کی تفسیر کا تعلق ہے تو ان کی شخصیت "بحیثیت مفسر" کا مطالعہ کرنے کے لئے میں بار بار اس سے رجوع کرتا رہا۔ یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ حسن بصریؒ کتاب اللہ کی آیات کے عظیم ترین مفسرین میں سے پہلے بھی تھے اور اب بھی ہیں۔ میں نے اپنے اس مطالعہ میں علم تفسیر کے ان مکاتب فکر پر جو آگے چل کر وجود میں آئے ، اس امام جلیل کے پڑنے والے اثرات کو واضح کرنے کے علاوہ ایک اور بات بھی پیش نظر رکھی ہے۔ وہ یہ کہ میں تحقیقی کام کرنے والوں کے سامنے کتاب اللہ کی خدمت کی ایک دلنشین مثال اور دل آویز کوشش پیش کردوں کیونکہ ایک مسلمان کے لئے اللہ کی اس کتاب ہدایت کے سرچشموں سے لمحہ بھر کے لئے غافل

ہونے اور انہیں چھوڑ کر کسی اور جانب مائل ہونے کی ذرہ برابر گنجائش نہیں ہے۔ اگر ایک مسلمان اس کتاب عظیم پر غور و فکر اور تدبر و تامل کی طرف کماحقہ توجہ دے تو اسے رہنمائی اور ہدایت کی ایسی روشنی حاصل ہوگی جس کے ذریعے نہ صرف اس کی دنیا اور آخرت درست ہو جائے گی بلکہ اس کی زندگی کے تمام گوشوں میں اعتدال پیدا ہو جائے گا اور اس کی زندگی ایک پاکیزہ زندگی کی شکل اختیار کرلے گی اور اسے آخرت میں اس کا جو اجر و ثواب ملے گا وہ اس کے علاوہ ہوگا۔

میں نے امام جلیل حضرت حسن بصریؒ کی زندگی پر اپنی اس تحقیق کو جو شکل دی ہے وہ کچھ اس طرح ہے۔

پہلا باب امام حسن بصریؒ کی زندگی اور ان کا عصر۔ اس باب میں چار فصلیں ہیں۔

* **فصل اول** : حسن بصریؒ کا زمانہ : اس میں میں نے علمی اور سیاسی حالات نیز مذہبی اختلافات سے بحث کی ہے۔

* **فصل ثانی** : حسن بصریؒ کی زندگی : اس میں میں نے ان کی ولادت 'نسب' اہل و عیال اور خاندان سے بحث کی ہے۔ علاوہ ازیں بصرہ اور مدینہ منورہ میں ان کی گزاری ہوئی زندگی اور ان کے علمی سفروں پر بھی اجمالاً روشنی ڈالی ہے۔

* **فصل ثالث** : حسن بصریؒ کے شیوخ اور تلامذہ کے تذکرے پر مشتمل ہے۔

* **فصل رابع** : اس فصل میں حسن بصریؒ کے بارے میں علماء اور مفکرین کے اقوال پیش کئے گئے ہیں۔ میں نے یہ مناسب سمجھا کہ فصل اول میں حسن بصریؒ کے عصر کا نقشہ پیش کیا جائے' اس لئے کہ کسی

شخصیت کے خد و خال اس ماحول کے آئینے میں واضح طور پر نظر آتے اور مکمل ہوتے ہیں جس میں وہ پروان چڑھی ہو' خاص طور پر فکری' سیاسی اور اجتماعی ماحول کے آئینے میں۔ حسن بصریؒ نے اپنے زمانے کی فکری' سیاسی اور اجتماعی سرگرمیوں میں حصہ لے کر اپنے اثرات چھوڑے ہیں۔ بصرہ کے اندر ان کی درس گاہ سے تمام کلامی مذاہب نے جنم لیا اور پھر اس درسگاہ سے باہر ان کی نشو و نما ہوئی۔

باب اول کے بعد میں نے دوسرے باب میں تفسیر کے اندر ان کی تصنیف کا ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ اس تصنیف کی قدر و قیمت اور مرتبہ و مقام پر بھی نظر ڈالی ہے نیز اس مکتب فکر کا بھی ذکر کیا ہے جس کی طرف حسن بصریؒ منسوب ہیں۔

تیسرے باب میں حسن بصریؒ کے اسلوب تفسیر کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یعنی قرآن کے ذریعے قرآن کی تفسیر' پھر سنت کے ذریعے اور پھر اقوال صحابہؓ کے ذریعے اس کی تفسیر۔ علاوہ ازیں اس امر پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ وہ تفسیر بالرائے پر کس حد تک اعتماد کرتے ہیں -- عقائد اور فقہ سے تعلق رکھنے والے مسائل احکام کی تخریج و ترجیح کے سلسلے میں ان کے طریق کار کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ نیز ناسخ و منسوخ کے بارے میں ان کی رائے' قراءتوں کے سلسلے میں ان کے منہج اور اسباب نزول کے ساتھ ان کے اعتناء کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ تاہم ان امور پر اختصار کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔

آخر میں میں اپنی اس کوشش ناتمام کے بارے میں وہی کہوں گا جو العماد الاصفہانی نے کہا ہے کہ :

”میں نے دیکھا ہے کہ اگر ایک شخص آج ایک کتاب لکھتا ہے تو اگلے دن وہ یہ ضرور کہتا ہے کہ ”اگر یہ عبارت بدل دی جاتی تو بہتر ہوتا، اگر یہ اضافہ کردیا جاتا تو خوب ہوتا، اگر یہ حصہ مقدم کردیا جاتا تو زیادہ اچھا ہوتا، اگر یہ جزء ترک کردیا جاتا تو زیادہ حسن پیدا ہو جاتا“۔ {۴}

العماد الاصفہانی کے یہ کلمات دراصل ہمارے دل و دماغ کو روشن کردیتے ہیں اور ہمیں یہ ایقان حاصل ہو جاتا ہے کہ کمال تو بس اللہ کی ذات کو حاصل ہے۔ ہم اللہ سبحانہ سے دست بدعا ہیں کہ وہ ہمارے دلوں میں سیدھی راہ پر چلنے کا جذبہ پیدا کردے اور جو کچھ ہم کریں اس میں توفیق اور جو کچھ ہم کہیں اس میں اخلاص عطا کردے۔ آمین۔

{۴} یاقوت الحموی، معجم الادباء ص ۱، القاہرہ دار المامون

باب اول

حسن بصریؒ کی زندگی اور ان کا زمانہ

فصل اول - حسن بصریؒ کا زمانہ

فصل ثانی - حسن بصریؒ کی زندگی

فصل ثالث - حسن بصریؒ کے شیوخ اور انکے تلامذہ

فصل رابع - حسن بصریؒ کے متعلق اقوال

فصل اول

حسن بصری رح کا زمانہ

پہلا مبحث	-	علمی صورت حال
دوسرا مبحث	-	سیاسی صورت حال
تیسرا مبحث	-	مذہبی اختلافات

پہلا مبحث

علمی صورت حال

حسن بصریؒ نے عصر صحابہ میں زندگی گزاری۔ یہ عصر علم کے تمام عصور میں سب سے زیادہ بارونق اور پروقار زمانہ تھا کیونکہ علم کے تخت پر خالص اور اصل اسلامی فکر جلوہ گر تھا۔ حسن بصریؒ کو عصر تابعین میں بھی زندگی گزارنے کا موقعہ ملا۔ اس عصر میں صحیح اسلامی فکر اپنے ڈھانچے کو برقرار رکھنے میں کامیاب رہا۔ کیونکہ اللہ کی شریعت کے دو ہی اصل مصادر رہے یعنی کتاب و سنت، کتاب اللہ مدون تھی اور سنت سینوں میں محفوظ تھی {۱}۔

حسن بصریؒ کی ولادت سن ۲۱ ہجری میں {۲} اور وفات سن ۱۱۰ ہجری میں ہوئی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ حسن بصریؒ نے اپنی ولادت کے بعد بصرہ جانے تک اور وہاں جاکر قیام پذیر ہونے تک جو زمانہ مدینہ منورہ میں گزارا تھا اس کی طرف ان کے اکثر مؤرخین نے

{۱} حسن علی الشاذلی 'تاریخ التشریع الاسلامی' ص۔ ۱۹۵۔

{۲} محمد الحضری ' تاریخ التشریع الاسلامی ص ۱۳۳ - ۱۳۵ - ۱۴۸ دار الاحیاء الکتب القاہرہ۔

زیادہ توجہ نہیں دی' بلکہ تاریخ کی کتابوں میں زیادہ تر روشنی جس بات پر ڈالی گئی ہے وہ حسن بصریؒ کی بصرہ والی زندگی ہے۔ یہاں انہوں نے اپنی درسگاہ کی بنیاد رکھی' یہیں ان کا تعلق اپنے شیوخ سے ہوا اور ان کے تلامذہ بھی اسی شہر میں ان سے استفادہ کرتے رہے۔ علاوہ ازیں اس وقت بصرہ ان مراکز میں سے ایک تھا جو فکری روشنی پھیلانے میں مصروف تھے۔ اس مرکز میں ان علماء اور مفکرین اسلام کا استقبال ہوتا جو باہر سے آکر یہاں قیام پذیر ہو جاتے۔ جہاں تک اسلامی تحریک علمی کا تعلق ہے تو اس میں کسی بے ربطی اور انقطاع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ تحریک خواہ مکہ میں ہو یا مدینہ میں' دمشق میں ہو یا کوفہ میں' بصرہ میں ہو یا قاہرہ میں' اس بناء پر باہم مربوط ہے کہ اس کا صدور ایک ہی مصدر سے ہوتا ہے اور اس کا چشمہ ایک ہی منبع سے پھوٹتا ہے اور وہ ہے اسلام۔ {۳} تاہم ہمارے پیش نظر اس وقت بصرہ کی تحریک علمی ہے جہاں حسن بصریؒ نے علم و معرفت کے ایک جلیل القدر علمبردار کی حیثیت سے زندگی گزاری تھی اور فکر کی ہر نوع میں اپنے اثرات و نشانات ثبت کر دیے تھے۔ {۴}

ڈاکٹر علی سامی النشار کی رائے کے مطابق سن ۱۷ ہجری میں امیرالمؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے جب بصرہ شہر آباد کیا گیا تو اس وقت یہ گھٹیا لہجے کی حامل مخلوط زبان اور مختلف النسل افراد کا شہر تھا۔ ہندوستان اور سندھ کے لوگ نیز افریقہ کے حبشی یہاں آکر آباد ہو گئے تھے اور شمالی عرب کے مضر قبائل سے تعلق رکھنے والے عرب بھی یہاں آبسے تھے۔ یہاں کی پہلی جلیل القدر شخصیت حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بصرہ بھیجا تھا۔ انہوں نے اہل بصرہ کے سامنے اپنے پہلے خطبے میں اعلان کر دیا تھا کہ ان کی اولین ترجیح یہ ہے کہ وہ انہیں اللہ کی کتاب پڑھائیں گے

{۳} ابن قتیبہ الدینوری' المعارف ص ۴۴۴۔

{۴} السیوطی 'طبقات الحفاظ جلد ۱۔ ص۔ ۲۸ الذہبی۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ۱۔ ص ۱۷' دائرۃ المعارف ص۔ ۱۳۳۳۔

اور حضور ﷺ کی سنت کی تعلیم دیں گے۔ جب وہ بصرہ کی گورنری سے فارغ ہوئے تو ان کے پاس قرآن کے قاریوں کے سوا اور کوئی آتا جاتا نہیں تھا۔ ان قاریوں کی تعداد اس وقت تقریباً تین سو تھی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں تعلیم دین کا جو پودا لگایا تھا وہ خوب پھلا پھولا اور وہاں کی روحانی زندگی پر اس نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی سیرت اور ان کے فکر کے دوررس اثرات چھوڑے۔ {۵}

بصرہ کی دوسری شخصیت عامر بن عبد قیس تھے جو زہد و عبادت اور ورع و تقویٰ میں یہاں کے پہلے شخص شمار ہوتے تھے۔ ان کا تعلق یمن کے ایک مشہور قبیلے سے تھا۔ وہ اپنے علاقے سے بصرہ آکر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے شاگرد بن گئے تھے اور پھر زہد و تقویٰ میں اعلیٰ ترین مقام پر پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے دیگر صحابہ کرامؓ سے بھی استفادہ کیا تھا۔ ان کی زندگی کے آخری حصے میں ان کے زاہدانہ طور طریقوں کے بارے میں بعض شکوک و شبہات پیدا کردیئے گئے۔ خاص طور پر اس لئے بھی کہ ان کا یہ مسلک ان کے استاد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مسلک کے مغایر تھا۔ انہیں خلیفہ وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بلوا بھیجا اور جب ان کی نظروں میں ان کی براءت واضح ہوگئی تو انہوں نے ان سے واپس بصرہ چلے جانے کے لئے کہا {۶} لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کردیا اور سواحل شام میں اقامت کو ترجیح دی۔ چنانچہ وہیں سن ۵۵ ہجری میں ان کی وفات ہوگئی اور بیت المقدس میں مدفون ہوئے۔ {۷} یہاں اہم بات یہ ہے کہ زہد و تقویٰ کی تحریک میں اس شخصیت یعنی عامر کی سیرت و کردار کا اثر واضح تھا

{۵} علی سامی النشار' نشاۃ الفکر الفلسفی فی الاسلام جلد ۳۔ ص ۱۰۵' ابو نعیم حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۲۵۷ دارالکتاب العربی۔

{۶} علی سامی النشار' نشاۃ الفکر الفلسفی فی الاسلام جلد ۳۔ ص ۱۰۵' ابو نعیم حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۲۵۷ دارالکتاب العربی۔

{۷} ابن الاثیر۔ اسد الغابہ ج۔ ۳ ص ۸۸ / ۸۹۔ جمعیۃ المعارف۔ القاہرہ۔

اور اسے محسوس کیا جا سکتا تھا اور ان کے بعد بھی اس تحریک کے مختلف مکاتب میں یہ اثر نمایاں رہا حتیٰ کہ مالک بن دینار جیسے اشخاص بھی اس سے متاثر ہوئے۔ مالک کی وفات سن ۱۲۷ ہجری میں ہوئی تھی۔ {۸}

حسن بصریؒ کو بصرہ میں زہد و تقویٰ کے دوسرے مدرسے کا مؤسس اور بانی شمار کیا جاتا ہے۔ ان کا یہ مدرسہ دراصل عامر بن عبد قیس کے قائم کردہ پہلے مدرسے کا تسلسل تھا۔ اس مدرسے کی تاسیس مطرف بن عبداللہ بن الشخیر جیسے اشخاص نے کی تھی۔ ان کے والد حضرت عبداللہ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ مطرف نے عامر بن عبد قیس کی شاگردی کی تھی اور وہ حسن بصریؒ کے معاصر تھے لیکن حسن کے ساتھ ان کا اختلاف اس وقت ہو گیا تھا جب حسن نے قدری کی حیثیت سے اپنی فکری زندگی کا آغاز کیا جبکہ مطرف جبری تھے۔ {۹} یاد رہے کہ قدریہ اور جبریہ دو مشہور اسلامی فرقے ہیں۔ مطرف کی وفات سن ۸۷ ہجری میں ہوئی تھی اور وفات کے بعد ان کے بھائی یزید نے ان کی دعوت جاری رکھی، ان کا حسن بصریؒ سے بھی رابطہ تھا۔

حسن بصریؒ کے مدرسہ زہد کے ظہور سے پہلے زہد و تقویٰ کی مختلف اور متنوع صورتیں تھیں اور ڈاکٹر النشار کے بقول یہ صورتیں مذکورہ مدرسہ کے ظہور کی مقدمات تھیں۔ انہوں نے اس پر اپنا اثر ڈالا اور ان کی آراء کے ضمن میں وہ زندہ رہیں۔ اس زمانے کی اکثر شخصیات کا حسن بصریؒ کے ساتھ مضبوط رابطہ رہا۔ بالآخر مذکورہ صورتوں کی انتہا حسن بصریؒ کے مدرسہ زہد پر جا کر ہوگئی اور اس مدرسے کے شیخ کو فکر اسلامی کی تاریخ میں وہ مقام حاصل ہو گیا جہاں تک نہ تو ان سے پہلے گزر جانے والے مفکرین اسلام پہنچ سکے اور نہ ان کے معاصرین۔ ان کی شخصیت کی بناء پر بصرہ شہر عالم اسلامی کے تمام دوسرے شہروں پر چھا گیا۔ یہاں یہ کہنا ممکن ہے کہ تیسری اور چوتھی صدی ہجری

{۸} ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء۔ ج ۲۔ ص ۹۲، ابن الجوزی ج ۳۔ ص ۱۵۸۔ ۱۵۹۔

{۹} ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء۔ ج ۳۔ ص ۲۰۱، ۲۰۲

میں حضرت حسن بصریؒ کی شخصیت دنیائے اسلام کی سب سے بھاری بھرکم شخصیت تھی۔ {۱۰} یہاں ہم یہ اضافہ اور کریں گے کہ حسن بصریؒ کے مدرسے کی شہرت چوتھی صدی ہجری سے بھی تجاوز کر گئی تھی بلکہ نہ صرف بصرہ میں بلکہ دنیائے اسلام کے عرب اور غیر عرب علاقوں میں زہد و تصوف پھیلانے میں مصروف بہت سے لوگوں نے اس مدرسے اور اس کے شیخ کی طرف اپنے انتساب کا دعویٰ کیا۔ اس دعوے کو اس بات سے مزید تقویت ملی کہ حسن بصریؒ کے بعد قائم ہونے والے مدارس تصوف نے یہ دعویٰ کرنے کی کوشش کی کہ حسن بصریؒ تصوف کے مؤسسین اور اس کے بانیوں میں سے ہیں۔ لیکن ان کا یہ دعویٰ حقیقت کی اساس پر قائم نہیں ہے {۱۱} کیونکہ حسن بصریؒ کا مدرسہ دعوت الی اللہ کا مدرسہ تھا اور زہد و تقویٰ اس کی نمایاں خصوصیت تھی۔ یہ زہد دنیا سے منہ موڑ لینے اور دنیا پر ٹوٹ پڑنے سے اعراض کے معنوں میں نہیں تھا بلکہ یہ دعوت الی اللہ کی حفاظت اور داعی کے ایمان کی تقویت کے معنوں میں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ داعیان حق کے موقف پر دینی اور ادبی شجاعت کی چھاپ لگی ہوئی تھی خاص طور پر جبکہ ان کا مقابلہ خلفاء اور امراء کی سرکشیوں سے ہوتا۔ علامہ ابوالحسن علی الندوی نے حسن بصریؒ پر اپنی بحث میں لکھا ہے کہ :

"اگرچہ دنیائے اسلام کے مرکزی شہروں میں داعیان حق اور مصلحین پھیلے ہوئے تھے اور فکری سرحدوں کی حفاظت اور دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دے رہے تھے اور اگرچہ تاریخ میں ان میں سے ہر ایک کا ذکر نہیں ہے۔ نہ ہی ان میں سے ہر ایک کے موقف اور دعوت و جہاد کے نتائج تاریخ کے اوراق میں ثبت ہوئے تاہم ان میں سے فضلائے تابعین کے ایک گروہ کو شہرت حاصل ہوئی۔ ان میں سعید بن جبیر، محمد

{۱۰} علی سامی النشار، نشاۃ الفکر الفلسفی فی الاسلام ج ۳۔ ص ۱۵۱۔

{۱۱} احسان عباس، الحسن البصری ص ۲۶، ۶۷، نشاۃ الفکر الفلسفی فی الاسلام ج ۳۔ ص ۱۲۲۔

بن سیرین اور شعبی سب سے زیادہ مشہور ہیں لیکن جس شخصیت نے زہد و تقویٰ کا پرچم بلند کیا اور ان حضرات کے درمیان امامت کے منصب پر فائز ہوئی وہ حسن بصریؒ کی شخصیت تھی"۔ {۱۲}

یہاں کوئی شخص یہ پوچھ سکتا ہے کہ زہد و تقویٰ کی تحریک کا علمی اور فکری تحریک کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ صدر اسلام میں زہد و تقویٰ کی تحریک جبکہ اس نے ابھی تصوف کی تحریک کی شکل اختیار نہیں کی تھی ایک ایسی تحریک تھی جو فکری اور اجتماعی اسباب کے نتیجے میں وجود میں آئی تھی۔ اس تحریک کے اولین داعی اور علمبردار وہ علماء اور فقہاء تھے جو حدیث و تفسیر' ادب و لغت اور عقیدہ و سلوک کی تعلیم و تعلم میں مشغول تھے۔ پھر اس تحریک نے عقائد سے تعلق رکھنے والے بہت سے مسائل میں اختلاف آراء پیدا ہو جانے کے سبب بحث و تحقیق کے لئے اسلامی فکر کو آگے بڑھانے میں بڑا کردار ادا کیا تھا۔ اس پر ہم آگے چل کر انشاء اللہ روشنی ڈالیں گے {۱۳}۔

کیا یہاں ہم یہ بات فراموش کر سکتے ہیں کہ پہلی صدی ہجری نیز دوسری صدی ہجری کے ایک بڑے حصے میں زہد و تقویٰ کی تحریک نے تابعین کی ایک بڑی تعداد کو اپنا ہمنوا بنا لیا تھا۔ مثلاً اویس قرنی' عامر بن عبد قیس البصری' مسروق بن عبد الرحمٰن الکوفی' فقیہ شام مکحول' الربیع بن خیثم' ہرم بن سنان' نیز حسن بصریؒ اور ان کے علاوہ دیگر بہت سے افراد۔ ان تمام حضرات کا شمار تابعین میں ہوتا ہے جو حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر گامزن رہے اور ان کے بار آور اثرات نے اسلام کی روحانی

{۱۲} رجال الفکر والدعوة فی الاسلام۔ ابو الحسن علی الندوی' ص۔ ۶۹ مطبع جامعہ دمشق۔

{۱۳} تاریخ التصوف الاسلامی' زکی مبارک' ص۔ ۱۵۲الزهاد الاوائل۔ مصطفیٰ حلمی ص۔ ۱۰۷

زندگی کو غذا فراہم کرنے اور اسے نشو و نما دینے میں بہترین نتائج پیدا کئے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ حلمی کہتے ہیں کہ :

"اس وقت دو مکتب فکر تھے جن میں سے ہر ایک کے جھنڈے تلے ان عباد و زہاد حضرات میں سے ایک ایک گروہ نے اپنا ٹھکانہ بنالیا تھا۔ ان میں سے ایک مدرسہ کوفہ کے نام سے اور دوسرا مدرسہ بصرہ کے عنوان سے مشہور تھا۔ ان دونوں مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے حضرات کا فقہ، حدیث، علوم فقہ، علوم کلام اور شاعری کے ساتھ اشتغال ریاضت قلب اور مجاہدہ نفس کے عمل کے ساتھ اشتغال سے کسی طرح کم نہ تھا"۔ {۱۴}

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ زہاد کا پہلا طبقہ اللہ کے صراط مستقیم پر گامزن رہا کیونکہ ان کا تعلق علماء اور فقہاء کے گروہ سے تھا۔ یہ طبقہ مابعد کے طبقات سے بالکل مختلف تھا۔ مثلاً پہلا طبقہ ایجابی تھا جس کی خصوصیت التزام و اعتدال تھی جبکہ بعد کے طبقات پر سلبیت نیز عبادت و تدین میں غلو غالب تھا۔۔ ابن الملقن نے بشر بن الحارث الحافی کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے جو ریمارکس دیئے ہیں وہ ہماری درج بالا بات کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں۔ بشر الحافی کی وفات سن ۲۲۷ ہجری میں ہوئی تھی۔ ابن الملقن لکھتے ہیں کہ :

"روایت کے مطابق ایک شخص نے بشر سے درخواست کی کہ وہ اسے کچھ نصیحت کرے۔ جواب میں انہوں نے فرمایا"۔ "تم گھر میں بیٹھ رہنے اور لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دینے کو اپنے اوپر لازم کرلو" اس شخص نے عرض کیا، مجھے حسن بصریؒ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ اگر رات اور دوستوں کی ملاقات کا وجود نہ ہوتا تو مجھے پرواہ نہ ہوتی کہ میری موت کب آتی ہے۔ یہ سن کر بشر نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ حسن پر رحم

{۱۴} الحیاۃ الروحیۃ فی الاسلام، محمد مصطفیٰ حلمی، ص۔ ۶۸۔

فرمائے ان کے متعلق میرا گمان اس کے برخلاف تھا"۔ {۱۵}

درج بالا بیان کسی تبصرے کا محتاج نہیں کیوں کہ اعتدال و غلو' ایجاب و سلب نیز اتباع و ابتداع کے درمیان فرق بالکل واضح ہے۔ حسن بصریؒ کا یہ معاصر زمانہ زہد و تقویٰ کی تحریک کا زمانہ تھا۔ اس زمانے میں اس تحریک کے بہت سے مکاتب تھے جن میں سب سے زیادہ مشہور حسن بصریؒ کا مکتب فکر تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اموی سلطنت کی ابتداء ہی سے اسلامی معاشرے میں مادی خوش حالی شروع ہو گئی تھی۔ اس مادی خوش حالی نے عیش و عشرت کی زندگی کی بنیاد رکھ دی تھی حتیٰ کہ مسلم معاشرے پر عیش و عشرت کی چھاپ غالب آ گئی تھی جس کے نتیجے میں اس عیش و عشرت کا مقابلہ زہد و تقویٰ کی تحریک کے ذریعے ضروری ہو گیا تھا۔ یہ تحریک حضور ﷺ کے باقی رہ جانے والے صحابہ کرامؓ اور حضرات تابعین نے چلائی لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مختلف علوم اسلامیہ میں فکری تحریک سست پڑ گئی تھی' خاص طور پر عقائد' شریعت' فقہ' حدیث اور تفسیر میں یہ فکری تحریک انتہائی طور پر ایک سرگرم تحریک تھی۔ البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ بعد میں آنے والے مصنفین و مؤرخین نے اس علمی تحریک کا حق پوری طرح ادا نہیں کیا کیونکہ ان میں سے اکثر اہل قلم تصوف پر کتابیں تصنیف کرنے میں مصروف ہو گئے اس لئے کہ ان جیسی کتابوں کا رواج پڑ گیا تھا اور عوام الناس بھی ان کتابوں کی طرف کھنچے آتے تھے۔

ہم جس زمانے کی بات کر رہے ہیں اس میں ابھی صحابہ کرامؓ کا ایک اعلیٰ گروہ زندہ تھا۔ یہ گروہ پہلی صدی ہجری کے اختتام تک زندہ رہا۔ یہی گروہ بڑے بڑے اسلامی شہروں میں علمی تحریک کی پشت پناہ تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ صحیح ترین قول کے مطابق سن ۵۷ ہجری تک زندہ رہیں۔ بالفاظ دیگر سن ۴۰ ہجری میں خانہ جنگی کے فتنے کے اختتام کے بعد آپ نے سترہ برس دینی مسائل میں صحابہ و تابعین کے مرجع کی حیثیت

{۱۵} طبقات الاولیاء' ابن الملقن' ص- ۱۱۷۔

سے گزارے۔ {۱۶} حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، سن ۶۸ ہجری تک زندہ رہے۔ ابو بکر محمد بن موسیٰ بن یعقوب بن خلیفہ مامون نے بیس کتابوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، کے دیئے ہوئے فتوے جمع کئے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سن ۵۷ ہجری تک زندہ رہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، سن ۷۴ ہجری تک بقیدِ حیات رہے۔ {۱۷} جبکہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، سن ۷۸ ہجری تک اس دنیا میں رہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ، سن ۹۳ ہجری تک زندہ رہے۔ اسی طرح بہت سے اور صحابہ کرامؓ بھی تھے۔ ان حضرات نے علمی تحریک میں جو سرگرمی دکھائی وہ کبھی فراموش نہیں کی جاسکتی۔ {۱۸} اس کے ساتھ یہ اضافہ بھی کرلیجئے کہ اسی زمانے کے اندر مدینہ منورہ کے مشہور سات فقہاء بھی موجود تھے۔ ابن العماد الحنبلی کے بیان کے مطابق ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

* سعید بن المسیب : ان کا شمار فقیہ علماء میں ہوتا ہے اور یہ سید التابعین تھے، ان کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، کا قول ہے کہ :

"اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ لیتے تو آپ کو انتہائی خوشی محسوس ہوتی"۔ ان کے متعلق علی بن المدینی نے کہا ہے کہ : "مجھے تابعین میں ان سے زیادہ وسعت علمی کا حامل کوئی نظر نہیں آتا"۔

میرے نزدیک یہ سب سے زیادہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ ابن المسیب کی وفات سن ۹۴ ہجری میں ہوئی۔ بنو امیہ کے بعض حکام سے جھڑپ لینے کے سلسلے میں ان کے کئی واقعات مشہور ہیں۔

{۱۶} تهذيب التهذيب، ابن الحجر العسقلانی ج ۲، ص ۔ ۶۲۳ ۔ دار صادر، بیروت ۔

{۱۷} تذكرة الحفاظ ۔ الذهبی ج ۱ ۔ ص ۷۱ ۔

{۱۸} وفيات الاعيان، ابن خلكان، ج ۱ ۔ ص ۲۲۸

* عروہ بن الزبیر بن العوام : یہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق" کے بیٹے تھے یہ فقیہ اور حافظ تھے۔ انہوں نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت عائشہ" کے گھرانے میں علم کی دولت سے اپنا دامن بھرا تھا۔ ان کی وفات سن ۹۴ ہجری میں ہوئی تھی۔

* ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث : یہ فقیہ تھے اور "راہب قریش" کے لقب سے ملقب تھے۔ ان کے والد صحابی تھے۔ ان کی وفات سن ۹۴ ہجری میں ہوئی۔

* عبداللہ بن عبداللہ بن مسعود الہذلی : یہ نابینا تھے' یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اتالیق رہے۔ ان کی وفات سن ۹۸ ہجری میں ہوئی۔

* خارجہ بن زید بن ثابت الانصاری : انہوں نے اپنے والد محترم اور صحابی جلیل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فقاہت میں مہارت حاصل کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حصول علم کی غرض سے ان کے پاس آتے جاتے تھے۔ سن ۱۰۰ ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

* ابو ایوب سلیمان بن یسار : انہوں نے حضرت عائشہ" اور دیگر صحابہ کرام" سے اکتساب علم کیا۔ سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ : "لوگو' اب ابو ایوب کے پاس جایا کرو اس لئے کہ زندہ رہ جانے والوں میں وہ سب سے بڑے عالم ہیں"۔ ان کی وفات سن ۱۰۷ ہجری میں ہوئی۔

* قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ : [۱۹] یہ فقیہ تھے اور انہوں نے اپنی پھوپھی ام المؤمنین حضرت عائشہ" کی گود میں تربیت پائی تھی۔ یحیٰی بن سعید نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ :

> "ہمیں کوئی شخص ایسا نہیں ملا جسے ہم مدینہ منورہ میں قاسم بن محمد پر فضیلت دے سکیں"۔

ان کی وفات سن ۱۰۷ ہجری میں ہوئی۔

ان فقہائے کرام کی بدولت اسلامی فقہ مالا مال ہو گئی اور علمی تحریک نہ صرف مدینہ

{۱۹} حسن شاذلی - تاریخ التشریع الاسلامی' ص ۲۳۱۔

منورہ میں جہاں یہ حضرات مقیم تھے بلکہ دنیائے اسلام کے تمام بڑے بڑے شہروں میں پروان چڑھی۔

علمی تحریک اور علمی زندگی کو سرگرم کرنے میں مسجد نے سب سے بڑا کردار ادا کیا ہے (۲۰)۔ مساجد میں انعقاد پذیر مجالس علم کے اندر ہزاروں تشنگان علم شریک ہوتے اور بڑی آزادی کے ساتھ بحث و مذاکرہ کرتے۔ مختصر الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسجد نے عالم اسلامی کو سلف کے بہترین فقہاء اور علماء عطا کئے۔

حسن بصریؒ کے اس معاصر زمانے میں پہلی صدی کے اواخر میں خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی ہدایات کے تحت سنت نبوی کی تدوین شروع ہو گئی۔ احادیث نبوی کی کثرت تعداد اپنی جگہ تھی جبکہ دوسری طرف اب تک یہ زندہ رہ جانے والے صحابہ کرامؓ کے سینوں میں محفوظ چلی آرہی تھی اور پھر یہ تابعین کے سینوں میں منتقل ہو گئی۔ البتہ فقہ کی تدوین میں تھوڑی سی تاخیر ہو گئی اس لئے کہ فقہ کو دو بڑے مصادر یعنی کتاب و سنت سے اخذ ہونا تھا اور یہ دونوں مصادر صحیح سالم موجود تھے (۲۱)۔ عراق میں **مدرسۃ الرائے** کی بنیاد حضرت عبد اللہ بن مسعود کے ہاتھوں رکھی گئی تھی اور ان کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا پرچم بلند رکھا جبکہ حجاز میں **مدرسۃ الحدیث** کی بنیاد باقی ماندہ صحابہ کرام نیز مدینہ منورہ کے فقہائے تابعین کے ہاتھوں پڑی۔ ان دونوں مکاتب فکر نے فقہ اسلامی کو بڑی حد تک مالا مال کر دیا۔ اسی زمانے میں اسلامی فرقوں مثلاً شیعہ **خوارج**، **جبریہ**، **معتزلہ**، **مرجہ** نے اہل السنہ کے مقابلے میں سر اٹھانا شروع کر دیا، حسن بصری **مدرسۃ الحدیث** کے بلا نزاع قائد اور امام تھے۔ (۲۲) ہم انشاء اللہ دوبارہ درج بالا فرقوں کا جائزہ لیں گے۔

---

(۲۰) **الفکر السامی فی تاریخ الفقہ، الفاسی ج ۱۔ ص ۲۲۹ رسالۃ الامام الحسن البصری واثرہ فی الفقہ الاسلامی**، ابراہیم ابو سالم۔ ص۔۲۱۔

(۲۱) **تاریخ التشریع الاسلامی۔ محمد الحضری ص ۲۴۰**

(۲۲) **تاریخ الفکر العربی الی ایام ابن خلدون**۔ د۔ عمر فروخ ص ۲۱۶ طبع بیروت۔

دوسرا مبحث

سیاسی صورت حال

ابتداء ہی میں ہم اس بات کی طرف اشارہ کرتے چلیں کہ عہد نبوت، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد اپنے اختتام سے کچھ پہلے تک اسلامی حکومت کی سیاسی صورت حال کے ٹھراؤ کا عہد رہا۔

دعوت اسلامی جزیرۂ عرب کے حدود سے آگے نکل گئی اور قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں پر اسلامی فتوحات کو مسلسل کامیابیاں حاصل ہوتی رہیں جبکہ دوسری طرف ارتداد کے فتنے کے خلاف جنگوں کے اختتام کے بعد پورے جزیرۂ عرب پر اسلام کو مکمل اقتدار حاصل ہوگیا۔ تاہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے اواخر میں سن ۳۵ ہجری کے اندر اسلامی سلطنت کی سیاسی صورت حال میں عدم توازن پیدا ہوگیا۔ قصر خلافت کا محاصرہ کرلیا گیا اور یہ محاصرہ اسی (۸۰) دنوں تک جاری رہا اور پھر خلیفہ وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایام تشریق کے دوسرے دن محاصرے کے دوران قتل کردیا گیا۔ اس وقت حسن بصریؒ کی عمر چودہ برس تھی جس کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے آغاز جوانی کے عالم میں اپنی آنکھوں سے اس پہلے فتنے کا مشاہدہ کیا تھا۔ {۱}

{۱} یہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتداء دراصل سیاسی اضطراب کے ایک نئے دور کا آغاز تھی۔ ان کی خلافت کے چھ ماہ بعد جنگ جمل واقع ہوئی۔ اس میں ان کی فوج کو فتح حاصل ہوئی لیکن اس کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی کیونکہ مؤرخین کے اندازے کے مطابق اس جنگ میں گیارہ ہزار سے لے کر تینتیس ہزار تک مسلمان کام آئے اور اسی جنگ میں حضرت عائشہؓ کی ہمنوائی کرنے والے دو جلیل القدر صحابی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے۔

جنگ جمل کے چند ماہ بعد، جبکہ ابھی مسلمانوں کا بہا ہوا خون خشک نہیں ہوا تھا، سن ۳۶ ہجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوجوں کے درمیان صفین کی جنگ کا واقعہ پیش آگیا۔ {۲} تاریخ کے کتابوں میں درج ہے کہ فریقین کے مقتولین کی تعداد ستر ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ ان مقتولین میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جن کی عمر اس وقت ستر برس سے اوپر تھی {۳} اس المیے کی انتہا اسی حد پر نہیں ہوئی بلکہ اس کے نتیجے میں خوارج کا فرقہ پیدا ہو گیا جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف اس بناء پر بغاوت کر دی تھی کہ انہوں نے تحکیم کو تسلیم کر لیا تھا۔ خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی ان کی مخالفت کرتے رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے خلاف نبرد آزما رہے۔ پھر یہ لوگ اموی سلطنت کے بھی مخالف رہے اور ان کی یہ مخالفت عبدالملک بن مروان کے عہد تک جاری رہی۔ سن ۴۰ ہجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ {۴}

{۱} تاریخ الفکر العربی، عمر فروخ ص ۲۱۶-- الحسن البصری للبیومی ص۔ ۱۴۶۔

{۲} البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج ۷۔ ص۔ ۲۵۳ تاریخ الطبری ج ۳۔ ص۔ ۵۶۱۔

الکامل لابن الاثیر، ج ۳۔ ۱۴۱ / ۱۴۲۔

{۳} ابن سعد۔ ج ۳، ۲۵۱ تا ۲۵۹ الاستیعاب ج ۲۔ ص ۴۲۴ الاصابہ ج ۲۔ ص ۵۰۔

البدایہ والنہایہ۔ ج ۷، ص ۲۷۰۔

{۴} شذرات الذھب فی اخبار من ذھب۔ ج ۱، ص ۴۹۔

اس کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ لشکر لے کر شام میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لئے روانہ ہو گئے {۵} لیکن جلد ہی انہوں نے اپنی رائے بدل دی اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی خاطر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ اس کے بعد بیس برس نسبتاً پرسکون گزر گئے حتیٰ کہ کربلا کا واقعہ پیش آگیا جس میں حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور یزید بن معاویہ کی فوجیں باہم ٹکرائیں اور مسلمانوں کا بہنے والا خون ضائع چلا گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے بہت سے افراد شہید ہو گئے۔ واقعہ کربلا کے دو سال بعد حرہ کا معرکہ پیش آیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کے خلاف بغاوت کر دی تھی' یزید نے مسلم بن عقبہ کی قیادت میں فوج بھیج دی۔ اس فوج نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بقید حیات صحابہ کرامؓ کے علاوہ مہاجرین و انصار کی تین سو سے زائد اولاد کو تہ تیغ کر دیا اور پھر مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اور مختار بن ابی عبید الثقفی کے دمیان کئی معرکے ہوئے {۶} اور مکہ میں حجاج الثقفی اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی فوجیں بار بار ایک دوسرے سے ٹکراتی رہیں بلکہ حجاج کی جنگی مہمات تو ختم ہونے کا نام نہیں لیتی تھیں خاص طور پر ابن لاشعث کے خلاف۔ اس امر میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہے کہ خانہ جنگی کے اس طویل سلسلے نے اسلامی سلطنت کو کمزور کر کے رکھ دیا جس کے نتیجے میں رومیوں کو مسلمانوں کے خلاف سر اٹھانے کا موقعہ مل گیا۔ چنانچہ سن ۷۰ ہجری میں رومی مسلمانوں کی آپس کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے {۷} اور عبدالملک بن مروان کو شہنشاہ روم کے ساتھ اس شرط پر صلح کرنی پڑی کہ وہ یعنی عبدالملک اسے ہر جمعہ ایک ہزار دینار ادا کیا

{۵} الحسن البصری للبیومی ۔ ص ۷۹ - ۸۰۔

{۶} الحسن البصری للبیومی ۔ ص ۷۹ - ۸۰۔

{۷} تاریخ الطبری' ج ۱ ص - ۱۵۰

کرے گا۔ یہ پہلی ذلت اور خواری تھی جو اسلام اور اہل اسلام کو برداشت کرنا پڑی۔

یہ تھی مملکت اسلامیہ کی سیاسی صورت حال جس کی ابتداء حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے واقعے سے ہوئی تھی اور خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت یعنی سن ۹۹ ہجری تک جاری رہی۔ ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ حسن بصریؒ نے آغاز جوانی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔ وہ ابھی مدینہ منورہ ہی میں تھے کہ بڑے بڑے معرکے اور المیے پیش آئے جنہوں نے امت اسلامیہ کی جڑیں ہلا کر رکھ دیں تاہم تاریخ میں یہ ذکر نہیں ہے کہ ان واقعات کے تناظر میں انہوں نے کوئی موقف اختیار کیا تھا یا نہیں۔ وہ تو علم و زہد کی تحصیل میں مشغول رہے۔ البتہ یہاں دو باتوں کی طرف اشارہ ضروری ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اگرچہ سیاسی صورت حال میں انتہائی کشیدگی پیدا ہو چکی تھی اور ان واقعات اور المیوں نے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے داخلی طور پر انتشار کی ایک زبردست کیفیت پیدا کر دی تھی اور ان کے خارجی اثرات اس سے بھی بدتر تھے۔ اس سلسلے میں ہمارے لئے یہی کہہ دینا کافی ہے کہ حجاج بنو امیہ کے مخالفیں کے ساتھ چوتھائی صدی سے زیادہ عرصے تک برسرپیکار رہا حتیٰ کہ ایک قول کے مطابق اس کے ہاتھوں ایک لاکھ بیس ہزار افراد قتل ہوئے اور جب وہ مرا تو اس کے قید خانوں میں تینتیس ہزار بے گناہ افراد بند پڑے تھے' تاہم ان واقعات نے اسلامی فتوحات کا راستہ نہیں روکا۔ اسی زمانے میں اندلس اور افریقہ فتح ہوئے اور مسلمانوں کے لشکر نے ترکوں اور ایرانیوں کے بہت سے علاقوں پر حملے کئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سیاسی استقرار و استحکام سے علمی تحریک متاثر نہیں ہوئی' بلکہ صورت حال اس کے برعکس رہی' کیونکہ سیاسی جھگڑوں میں شیعوں' خارجیوں اور معتزلیوں کے فریق بننے کے نتیجے میں علمی تحریک تیز ہو گئی اور خوب پھلی پھولی۔

تیسرا مبحث

مذہبی اختلافات

مملکت اسلامیہ کی بنیاد ہجرت کے فوراً بعد یثرب یعنی مدینہ منورہ میں پڑ گئی تھی اور عہد نبوی میں مذہبی اختلافات کا شائبہ تک نہیں تھا۔ یہ بات محال تھی کہ نزول وحی کے دوران اس قسم کی کوئی بات پیدا ہو جاتی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد بھی اس اندھے فتنے کے رونما ہونے تک اسی طرح گزر گیا جس میں خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جان چلی گئی۔ مسلمانوں پر عہد نبوت ابھی تازہ تازہ گزرا تھا اور کتاب و سنت ہی دو اصل مصادر تھے [1] اور کسی مسلمان کے لئے ان دونوں مصادر سے روگردانی کرنے یا ان کے خلاف آواز اٹھانے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ پھر اس اندھے فتنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ بنے اور پھر صفین کی جنگ کے موقعے پر خوارج کا فرقہ ظہور پذیر ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان تحکیم کو تسلیم کر لیا تھا۔ خوارج نے تحکیم کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور (**لا حکم الا للہ**) فیصلہ کرنا

---

[1] الحسن البصری للبیومی، ص ۵۱۔

صرف اللہ کا حق ہے) کا نعرہ بلند کردیا۔ پھر انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کی تکفیر کردی۔

خوارج کا تعلق ان عرب قبائل سے تھا جن کے اندر انتہا درجے کی عربی عصبیت پائی جاتی تھی۔ یہ لوگ پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے اور پھر ان کے خلاف بغاوت کردی۔ الشیخ ابو زہرہ کے قول کے مطابق {۲} یہ لوگ گنہگاروں کی تکفیر کرتے تھے اور گناہوں کے درمیان فرق نہیں کرتے تھے بلکہ رائے کی غلطی کو بھی قابل تکفیر گناہ قرار دیتے تھے۔ اس بناء پر انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تکفیر کی تھی کہ وہ تحکیم پر رضامند ہو کر غلطی کے مرتکب ہو گئے تھے۔

الشیخ ابو زہرہ کی رائے میں {۳} خوارج کے استدلال کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ظواہر الفاظ سے استنباط کرتے اور ان کے مقتضا کے مطابق حکم لگاتے تھے (**لا حکم الا للہ**) کا نعرہ بھی جس کے ذریعے وہ اپنے مخالفین کا مقابلہ کرتے تھے' ظواہر الفاظ کے ساتھ تمسک کے قبیل سے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس فقرے کے حقیقی معانی واضح کرنے میں کوشاں رہے اور اس معنی کی تردید کرتے رہے جس کا ان لوگوں نے تصوّر کیا تھا اور اس کے نتیجے میں راہ حق سے دور بھٹک گئے تھے۔ روایت کے مطابق حضرت علی نے فرمایا تھا کہ :

> "یہ کلمۂ حق ہے لیکن اس سے باطل امر مراد لیا گیا ہے۔ بے شک اللہ کے سوا کسی کو فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے لیکن یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو حکومت اور ولایت کا حق نہیں ہے' حالانکہ مسلمانوں کے لئے کسی نہ کسی امیر اور حاکم کا ہونا ضروری ہے، خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار' تاکہ اس حکومت کے تحت مومن اطمینان سے اپنے امور سرانجام دے

{۲} ابو زہرہ الامام الصادق' ص ۱۳۲

{۳} ابو زہرہ' ص ۱۰۸۔

سکے اور کافر بھی فائدہ اٹھاتا رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس حکومت کی مدت پوری کردے' نیز اس حکومت کے تحت دشمنوں سے قتال کیا جائے اور بیت المال کی آمدنی جمع کرنے کا کام سرانجام دیا جائے اور اس کے ذریعے قوی سے ضعیف کا حق دلایا جائے تاکہ نیکوکار آرام و راحت سے زندگی گزارے اور بدکار سے چھٹکارا حاصل کرلیا جائے"۔

حق بات تو یہ ہے کہ خوارج کی ابتداء ایک سیاسی جماعت کے طور پر ہوئی کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صف میں ضم کردیا تھا لیکن انہوں نے اپنی سیاست کو ایسے عقیدے پر استوار کیا تھا جسے انہوں نے اپنی علیحدگی کے بعد فلسفیانہ رنگ دے دیا تھا۔ ان کا یہ عقیدہ دو بڑی بنیادوں پر قائم تھا۔

* اول : حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حکمین یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ' نیز اصحاب جمل اور تحکیم کو تسلیم کرنے والے ہر شخص کی تکفیر

* دوم : ظالم سلطان کے خلاف بغاوت کا وجوب۔ ان دونوں بنیادوں پر خوارج کا اجماع ہے' لیکن ڈاکٹر ذہبی کے قول کے مطابق [4] ایک تیسری بنیاد بھی ہے جس کے اکثر خوارج قائل ہیں۔ یعنی کبائر کے مرتکب کی تکفیر۔ جہاں تک خلافت کا تعلق تھا تو انہوں نے اس کے لئے ایک اصول مقرر کیا تھا۔ ان کا قول تھا کہ :

"خلافت کا فیصلہ مسلمانوں کے آزادانہ انتخاب سے ہونا ضروری ہے' نیز جب کسی خلیفہ کو منتخب کرلیا جائے تو پھر اسے اس سے دست برداری یا

---

[4] التفسیر والمفسرون : ڈاکٹر الذہبی - ج ۲-۳۰۱ '۳۰۲

تحکیم کا اختیار نہیں ہونا چاہیے' نیز خلیفہ کا قریشی ہونا ضروری نہیں ہے' بلکہ خلیفہ قریش یا غیر قریش سے ہو سکتا ہے۔ پھر جب خلیفہ کا انتخاب مکمل ہوجائے تو وہ مسلمانوں کا رئیس اور امیر قرار پائے گا۔ اس کے لئے اللہ کے احکامات کے سامنے مکمل طور پر سر تسلیم خم کردینا واجب ہے ورنہ اسے برخاست کرنا ضروری ہوگا' یہی وجہ تھی کہ انہوں نے عبداللہ بن وہب الراسبی کو اپنا امیر بنا لیا تھا' حالانکہ وہ قریشی نہیں تھا"۔ [۵]

خوارج کے بیس سے زائد فرقے بن گئے تھے۔ [۶] ڈاکٹر ذہبی کے قول کے مطابق' جس کی تائید مرحوم شیخ محمد ابو زہرہ کے قول سے بھی ہوتی ہے' یہ لوگ جب قرآن کا مطالعہ کرتے تو اس کے معانی سمجھنے میں تعمق سے کام نہ لیتے اور نہ ہی دیق معانی کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے۔ قرآن کے اہداف و اسرار تک رسائی کے سلسلے میں بحث و تدقیق کی تکلیف بھی گوارا نہیں کرتے بلکہ اس کے الفاظ کی حرفیت پر ٹھہر جاتے اور آیات پر محض سطحی نظر ڈالتے۔

یہاں اہم بات یہ ہے کہ سنت اور اجماع امت کے بارے میں خوارج کے اس مغایر اور مناقض موقف نے آیات کی تفسیر پر بہت برا اثر ڈالا۔ ظواہر آیات پر انکے جمود کا اثر یہ ہوا کہ انہوں نے احادیث نبوی میں وارد ان امور کی طرف کوئی التفات نہیں کیا جن کے ذریعے کتاب اللہ کی بعض آیات منسوخ قرار پائی تھی اور بعض آیات کے عموم کی تخصیص ہوگئی تھی۔ اسی طرح ڈاکٹر ذہبی کے قول کے مطابق ظواہر آیات پر ان کے جمود کا اثر یہ بھی تھا کہ انہوں نے اجماع امت کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور نصوص قرآنی کے فہم میں اسے کوئی مقام نہیں دیا' حالانکہ حقیقت کے اعتبار سے اجماع امت کا استناد کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ کی اصل کی طرف ہے اور دین کے اندر یہ

---

[۵] فجر الاسلام احمد امین۔ ۲۵۸'۲۵۹

[۶] التفسیر والمفسرون۔ ڈاکٹر الذہبی۔ ج ۲ ص ۳۱۰

کوئی نئی ایجاد نہیں ہے اور نہ ہی دین کے قواعد اور اس کے اصولوں کے خلاف کوئی بات ہے۔

علامہ ابن قتیبہ {۷} نے ان بعض احکام کا جائزہ لیا ہے جن سے استدلال کرتے ہوئے خوارج نے اجماع امت سے نہ صرف بغاوت کی ہے بلکہ حضور ﷺ سے مروی صحیح احادیث کا بھی نقض کیا ہے اور پھر یہ دعویٰ کیا ہے کہ نص قرآنی کی بناء پر یہ سب باطل ہیں۔ مثلاً محض زانی پر رجم کی حد' وارث کے لئے وصیت' ایک عورت اور اس کی خالہ یا پھوپھی کو زوجیت میں یکجا کر دینا وغیرہ۔ اسی طرح ڈاکٹر ذہبی نے اپنے موسوعہ "التفسیر والمفسرون" میں قرآن کی ان بہت سی تفاسیر کا جائزہ لیا ہے جن کی نسبت خوارج کی طرف ہے اور پھر ان کی آراء کا پول کھول دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو جزائے خیر دے۔

□ شیعہ فرقہ ..

یہ فرقہ خوارج کے فرقہ کا معاصر تھا۔ ان دونوں فرقوں کا ظہور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوا تھا۔ البتہ شیعہ مکتب فکر خوارج کے مکتب فکر سے پہلے ظہور میں آگیا تھا' بلکہ اس مکتب فکر کو اسلام کا سب سے پہلا سیاسی مکتب فکر شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس کی ابتداء حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد کے اواخر میں ہوگئی تھی جبکہ خوارج کے فرقے کا ظہور صفین کے معرکے کے موقع پر ہوا تھا۔ شیعہ فرقہ خوارج کے ساتھ اس امر میں یکساں ہے کہ دونوں کا مسلک سیاسی تھا جس کی بنیاد ایک دینی عقیدے پر رکھی گئی تھی۔ دونوں فرقوں میں جوہری فرق صرف اتنا ہے کہ تشیع کا نظریہ اشخاص کی تقدیس پر قائم ہے جبکہ خوارج کا نظریہ اشخاص کی تردید پر قائم ہے۔

{۷} تاویل مختلف الحدیث ابن قتیبہ' ص۔ ۱۹۲۔ دار الجلیل۔

شیعوں کی بہت سے فرقے ہیں۔ ان میں سے بعض تو بڑے غالی قسم کے ہیں اور بعض اعتدال پسند ہیں -- تاہم اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ قدیم فلسفوں نے شیعہ مذہب پر اپنا اثر ڈالا ہے۔ ان فلسفوں میں ایرانی' بودھ مت اور یہودی فلسفے شامل ہیں۔ شیعوں کے نزدیک امام کا تصور دینی عقیدے کا محور ہے۔ [۸] ایرانی اپنے شہنشاہ کو تقدیس کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ شیعوں نے بھی حضرت علی اور ان کی اولاد کو تقدیس کی انہی نظروں سے دیکھا اور کہا کہ : "امام کی اطاعت اولین فریضہ ہے۔ امام کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے"۔ [۹] شیعوں کے اثنا عشریہ امامیہ فرقے کے عموم میں دنیائے اسلام کے اندر آج کل موجود ان کے اکثر فرقے داخل ہیں -- یہ بات شیخ محمد ابو زہرہ نے کہی۔ [۱۰] اس کے عموم میں شیعوں کے ایسے گروہ بھی داخل ہیں جن کے اعتقادات اس حد تک انحرافی نہیں کہ انہیں کسی نص قرآنی یا دین کے کسی ضروری امر کے خلاف قرار دیا جائے۔ کچھ ایسے گروہ بھی ہیں جنھوں نے اپنے اعتقادات کو مخفی رکھا ہے۔ ان کے اعمال اسلام سے شدید انحراف کی بناء پر داخل اسلام قرار نہیں پا سکتے۔ شیعوں نے اپنے ائمہ کا تعین وصف کی بناء پر نہیں' بلکہ ذات اور شخصیت کی بناء پر کیا ہے۔ امامیہ فرقے کا اس امر پر اجماع ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت حضور ﷺ کی طرف سے ان کی بالذات امامت پر نص ظاہر اور یقین صادق سے ثابت ہے۔ اس میں وصف کو کوئی دخل نہیں ہے۔

الشیخ ابو زہرہ کی رائے میں یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بالذات تعیین پر ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جن کی صحت کا وہ اعتقاد رکھتے ہیں' نیز حضور ﷺ کے

---

[۸] ابن خلدون' مقدمہ ابن خلدون ص ۱۹۶' الملل والنحل للشہرستانی۔ ج ۱' ص ۱۰۸' ۱۰۹۔

[۹] احمد امین۔ فجر الاسلام۔ ۲۶۶' ۲۷۸

[۱۰] محمد حسین ابو زہرہ' المذاہب الاسلامیہ۔ ص ۵۲'۔

بعض ایسے واقعات سے اپنے عقیدے کا استنباط کرتے ہیں جن کے متعلق ان کا اعتقاد ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر نص کے معنوں میں ہیں۔ مذکورہ بالا روایات کی صحت کے بارے میں جمہور نے ان سے اختلاف کیا ہے' نیز جمہور کی نظروں میں ان واقعات سے جن پر سب کا اجماع ہے ان کے استنباطات بھی درست نہیں ہیں۔ شیعوں کا اثنا عشریہ امامیہ فرقہ امام کے اندر ایک مقدس اقتدار کا تصور پیش کرتا ہے۔ بلکہ یہ اقرار کرتا ہے کہ امام کو تشریع پر مکمل اقتدار حاصل ہے اور امام کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات شرع ہے' نیز امام کی زبان سے خلاف شرع بات کا نکلنا ممکن ہی نہیں ہے۔

یوں تو شیعوں کے فرقے بہت زیادہ ہیں لیکن سب سے زیادہ قابل ذکر اسماعیلیہ امامیہ فرقہ ہے۔ ڈاکٹر ذہبی کے قول کے مطابق [1] ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ امام جعفر صادق کے بعد امامت ان کے بیٹے اسماعیل کی طرف منتقل ہو گئی۔ انہوں نے اپنے بیٹے کے حق میں یہ بات نصاً کہہ دی تھی اگرچہ بیٹا باپ سے پہلے وفات پا گیا تھا (اس کی وفات سن ۱۴۳ ہجری میں ہو گئی تھی)۔ لیکن ان کے قول کے مطابق اس نص کا فائدہ یہ ہوا کہ امامت اس کی اولاد میں باقی رہ گئی۔ یہ امامت اسماعیل سے ان کے بیٹے محمد المکتوم کی طرف منتقل ہو گئی۔ محمد المکتوم ائمہ مستورین میں پہلے امام تھے اور ان کے بعد مستور ائمہ پے در پے آتے رہے۔ یہاں تک کہ فاطمیین کے سردار امام عبداللہ المہدی اس دعوت کو لے کر ظاہر ہوئے۔

اسماعیلی امامت سات القاب سے ملقب ہے۔ **اسماعیلیه**' **باطنیه**' **قرامطه**' **حرمیه** (اس لئے کہ یہ محرمات اور محارم کو مباح قرار دیتے ہیں)' **بابکیه یا خرمیه**' **محمریه** (اس لئے کہ یہ سرخ لباس پہنتے ہیں)' **سبعیه**۔ ہمارے خیال میں مذکورہ اسماعیل کی شخصیت کے گرد بے اصل باتوں اور کہانیوں کے ساتھ مخلوط کلام کا ایک ہالہ ہے' حالانکہ یہ ایک متفق علیہ امر ہے کہ اپنے والد کی زندگی میں ان کی ذات کوئی قابل ذکر چیز نہیں رہی تھی۔

---

[1] التفسیر والمفسرون۔ محمد حسین الذہبی۔ ج ۲۔ ص ۹۔

حق بات تو یہ ہے کہ ڈاکٹر محمد حسین الذہبی نے اپنے موسوعہ "التفسیر و المفسرون" [۱۲] میں قرآن کی شیعہ تفسیروں کا جائزہ لیا ہے۔ ان تفسیروں میں شیعہ اپنے فقہی اور اصولی مذاہب سے پوری طرح متاثر نظر آتے ہیں بلکہ اثنا عشری شیعہ معتزلہ کی آراء سے متاثر ہیں۔ باطنی تفسیر نے یہ اثر دکھایا ہے کہ انہیں قرآنی نصوص سے کھل کھلنے کا پورا موقعہ ہاتھ آگیا ہے۔ اس سے بھی زیادہ سنگین بات یہ ہے کہ ان کے زعم میں قرآن کے اندر تحریف ہوئی ہے اور اسے بدل دیا گیا ہے۔ ان کے قول کے مطابق جس قرآن کو حضرت علی نے جمع کیا تھا اور ان کے بعد ائمہ جس کے وارث بنتے چلے آئے تھے درا صل وہی صحیح قرآن ہے اور اس میں کوئی تحریف اور کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اس کے سوا باقی قرآنی نسخے تحریف شدہ ہیں اور ان میں تبدیلی کردی گئی ہے۔ ان نسخوں میں ہر وہ آیت حذف کردی گئی ہے جو اہل بیت کے فضائل کے سلسلے میں صریح تھی۔ اسی طرح اہل بیت کے مخالفین اور ان کے دشمنوں کی مذمت والی ہر آیت بھی نکال دی گئی ہے۔ ڈاکٹر ذہبی نے شیعوں کی اپنی تصانیف اور ان کی قابل اعتماد تفاسیر کی روشنی میں ان کا نوٹس لیا ہے۔ اگرچہ اس امر میں کوئی جھگڑا نہیں کہ اہل سنت اور شیعہ کے مابین اختلاف کوئی بنیادی اختلاف ہے خواہ اس کا تعلق عقیدے سے ہے یا شریعت سے، لیکن قابل تعجب بات تو یہ ہے کہ شیعہ فرقوں کے درمیان اختلاف بھی اس درجے کو پہنچا ہوا ہے کہ بعض فرقوں نے بعض فرقوں کی تکفیر کی ہے۔ [۱۳] خوارج بھی بیس فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ہر فرقہ دوسرے فرقے کی تکفیر کرتا ہے۔ علامہ اسفرائنی نے اپنے کتاب "التبصیر فی الدین" میں کلمات حق کہے ہیں۔ [۱۴] یہاں ہم انہیں بجنسہٖ نقل کردینا پسند کریں گے:

---

[۱۲] التفسیر والمفسرون۔ محمد حسین الذہبی۔ ج ۲۔ ص ۲۶۔

[۱۳] الفرق بین الفرق للبغدادی۔ ص ۱۷، ۱۸۔

[۱۴] التبصیر فی الدین للاسفرائینی۔ ج ۱۔ ص ۴۲ / ۴۳۔

"معلوم رہنا چاہیے کہ شیعوں کے زیدیہ اور امامیہ فرقے ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور ان کے درمیان دشمنی ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ یہ بھی علم میں ہونا چاہیے کہ ہم نے شیعہ امامیہ کے جن گروہوں کا ذکر کیا ہے وہ سب کے سب صحابہ کرامؓ کی تکفیر پر متفق ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ قرآن میں تحریف کردی گئی ہے۔ اس میں صحابہ کرامؓ کی طرف سے کمی بیشی کی گئی ہے۔ ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ قرآن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر نص موجود تھا لیکن صحابہ نے اسے خارج کردیا۔ اس لئے موجودہ قرآن پر اب کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ سے مروی اخبار و احادیث بھی ناقابل اعتماد ہیں' نیز مسلمانوں کے ہاتھ میں موجودہ شریعت بھی کوئی اعتماد کی چیز نہیں ہے اس لئے انہیں ایک امام کے ظہور کا انتظار ہے جس کا نام انہوں نے "**المهدی**" رکھا ہے۔ یہ امام ظاہر ہوکر انہیں شریعت کی تعلیم دے گا۔ اس لئے فی الحال انہیں دین وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کے اس کلام کا مقصد امامت کے بارے میں تحقیق نہیں ہے بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ شریعت کی طرف سے احکام کے ساتھ مکلف ہونے کی جو پابندی اہل اسلام پر عائد کی گئی ہے اس پابندی کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینکیں تاکہ محرمات شرعیہ کو حلال کردینے کی پوری گنجائش ہاتھ آجائے اور اس کے نتیجے میں وہ شریعت کے اندر جو کچھ تحریف کریں اور قرآن میں جو تغیر و تبدل عمل میں لائیں ان کا سب کا الزام صحابہ کرامؓ کے سر تھوپ کر عوام کے سامنے اپنے آپ کو صاف بری الذمہ قرار دے دیں۔ بھلا اس سے بڑھ کر کوئی اور کفر ہو سکتا ہے۔۔ اگر ان کا یہ طریق کار درست تسلیم کرلیا جائے تو پھر دین پر چلنے اور اس پر باقی رہنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوگا"۔ {۱۵}

{۱۵} پر حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔

اسی طرح ڈاکٹر احمد امین نے بھی شیعوں کے بعض انحرافی معتقدات کا جائزہ لیا ہے خاص طور پر ائمہ کو تفویض الٰہی نیز اس کے نتیجے میں ائمہ کے معصوم ہونے کے مسائل کا {۱۶} پھر مہدی منتظر کا مسئلہ' نیز تقیہ اور رجعت کے مسائل ایسے ہیں جو بقول ڈاکٹر ذہبی {۱۷} عقائد کے طور پر شیعوں کے ذہنوں میں اس طرح راسخ ہو گئے اور ان کی عقول پر اس طرح چھا گئے کہ انہوں نے ان عقائد کی روشنی میں قرآن کو دیکھنا شروع کر دیا اور اس کے نتیجے میں اپنی خواہشات کے مطابق قرآن کی تفسیر کرنے لگے۔ انہوں نے قرآنی نصوص کی تاویل و تفسیر میں وہ طریق کار اختیار کیا جس کی اجازت ان کے عقائد دیتے اور جو ان کی خواہشات کے عین مطابق ہوتا۔ یہ تفسیر بالرائے کی مذموم صورت ہے کیونکہ اس طریق کار کے مطابق مفسر پہلے ایک عقیدہ اپنا لیتا ہے اور پھر قرآن کی تفسیر کرتا ہے۔

❑ حسن بصریؒ اور فرقہ معتزلہ ..

یہ بات تو واضح ہے کہ فرقہ معتزلہ ایک فکری عقیدے کا حامل فرقہ ہے۔ یہ کسی سیاسی عقیدے کا حامل فرقہ نہیں ہے۔ اس کی حیثیت وہی ہے جو خوارج اور شیعہ کی ہے۔

اس فکری فرقے کی اصل اور اس کی ابتداء کی تاریخ کے بارے میں بہت سی آراء ہیں تاہم راجح ترین رائے یہ ہے کہ اس کی ابتداء بصرہ میں اموی عہد کے اندر ہوئی۔

{۱۵} الاشعری مقالات الاسلامیین - ج ۱ - ص ۱۲۹ - ابن خلدون - ص ۱۹۷' ۱۹۸۔ الملل والنحل للشہرستانی - ج ۱' ص ۱۱۵' ۱۱۷۔

{۱۶} احمد امین' فجر الاسلام - ص ۲۷۱' ۲۷۸۔

{۱۷} التفسیر والمفسرون - محمد حسین الذہبی - ج ۲ - ص ۱۹۰۔

اس مکتب فکر کا بانی اور سرگروہ واصل بن عطاء تھا اور حسن بصریؒ کی علمی مجالس میں شریک ہونے والوں میں سے ایک تھا۔ عباسی عہد میں اس نظریے اور فکر کی نشو و نما ہوئی اور اس کے نتیجے میں خلق قرآن کا فتنہ وجود میں آیا اور امام احمد بن حنبلؒ کو ابتلاء و آزمائش کے ایک طویل سلسلے سے گزرنا پڑا۔

اسی طرح لفظ "معتزلہ" کے اطلاق و استعمال کے سبب کے بارے میں بھی مختلف آراء ہیں۔ ڈاکٹر احمد امین نے المقریزی کی تحریروں سے متاثر ہو کر ایک رائے کا اظہار کیا ہے۔ {۱۸} جس کا خلاصہ یہ ہے کہ : اس زمانے میں اور اس سے پہلے یہودیوں کے جو فرقے مشہور و معروف تھے ان میں ایک فرقہ ایسا تھا جسے "الغروشیم" کہا جاتا تھا جس کے معنی معتزلہ کے ہیں۔ یہ فرقہ قدر کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا کرتا تھا اس لئے عین ممکن ہے کہ یہود میں سے جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے ان میں سے کسی نے معتزلہ پر اس لفظ کا اطلاق کیا ہو اور اس کی وجہ یہ ہو کہ اسے ان دونوں گروہوں کے درمیان مماثلت و مشابہت نظر آئی ہو۔ الشیخ ابو زہرہ نے ڈاکٹر احمد امین کی اس رائے کی تائید کی ہے {۱۹} ان کی رائے میں معتزلہ یہود اور معتزلہ اسلام کے درمیان بڑی مشابہت ہے۔ معتزلہ یہود فلاسفہ کی منطق کی اساس پر تورات کی تفسیر کرتے ہیں اور معتزلہ اسلام بھی قرآن میں مذکورہ اوصاف کی تاویل و تشریح فلاسفہ کی منطق کے مقتضا کی روشنی میں کرتے ہیں۔

ایک قول کے مطابق ایک شخص نے حسن بصریؒ سے کہا :

"اے امام دین" ہمارے زمانے میں ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی ہے جو کبائر کے مرتکبین کی تکفیر کرتی ہے۔ اس کے نزدیک کبیرہ گناہ کفر ہے جس کی وجہ سے ایک شخص ملت سے خارج ہو جاتا ہے۔ یہ خوارج کی

{۱۸} فجر الاسلام - احمد امین - ص ۲۸۸، ۲۸۹۔

{۱۹} المذاهب الاسلامیہ ابو هریره - ج ۹، ص ۱۳۸، ۱۳۹۔

جماعت ہے۔ دوسری طرف ایک اور جماعت ہے جو کبائر کے مرتکبین کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتی ہے اس کے نزدیک ایمان کے ہوتے ہوئے کبیرہ گناہ کوئی نقصان نہیں دیتا جس طرح کفر کے ہوتے ہوئے کوئی طاعت کار آمد نہیں ہوتی۔ یہ جماعت امت کی مرجئہ جماعت ہے۔ اب آپ کا ان اعتقادات کے بارے میں کیا فیصلہ ہے"۔

یہ سن کر حسن بصریؒ سوچ میں پڑ گئے اور قبل اس کے کہ وہ کوئی جواب دیں واصل بن عطاء بول پڑا : "میں اس کا جواب دیتا ہوں، کبیرہ کا مرتکب نہ تو مومن مطلق ہے اور نہ ہی کافر مطلق، بلکہ وہ ان دونوں مقامات کے درمیان ایک مقام پر ہے، یعنی نہ مومن اور نہ ہی کافر"۔ یہ کہہ کر وہ اٹھا اور مسجد کے ایک ستون کے پاس جاکر حسن بصریؒ کے اصحاب کے سامنے اپنا جواب دہرانے لگا"۔ یہ دیکھ کر حسن بصریؒ نے فرمایا :

"واصل ہم سے کنارہ کش ہوگیا"۔

بس اسی بناء پر اس کے اور اس کے ساتھیوں کا نام معتزلہ پڑ گیا۔ [۲۰] معتزلہ کی وجہ تسمیہ معلوم کرنے کے بعد اب ہم ان کے مذہب و مسلک کے بارے میں معلومات حاصل کرنا پسند کریں گے۔ مذہب اعتزال کیا ہے؟ معتزلہ کا مذہب پانچ اصولوں پر قائم ہے۔ [۲۱]

---

[۲۰] الملل و النحل للشھر ستانی۔ ج ۱، ص ۶۰، الفرق بین الفرق للبغدادی ص ۱۵۱۔

[۲۱] الملل و النحل للشھر ستانی۔ ج ۱، ص ۵۱ / ۶۲۔ المحصول تحقیق ط جابر الحلونی۔ ج ۱، ص ۲۴۹۔

* **اصل اول** : "توحید" : {۲۲} نظریہ توحید ہی ان کے مذہب کا لب لباب ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ واحد ہے۔ اس جیسا کوئی نہیں' وہ سمیع و بصیر ہے اور آنکھیں اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتیں۔ انہوں نے اس اصل پر روز قیامت اللہ کے دیدار کے استحالہ کی بنیاد رکھی کیونکہ دیدار الٰہی جسمیت اور جہت کا مقتضی ہے۔ اسی طرح انہوں نے مذکورہ اصل پر اس مسئلے کی بنیاد رکھی کہ صفات ذات سے باہر کوئی چیز نہیں۔ ورنہ تعدد قدماء لازم آجائے گا۔ ان کے نزدیک قرآن مخلوق الٰہی ہے۔ تاکہ تعدد قدماء لازم نہ آئے۔ ان میں سے بہت سے لوگوں نے اللہ عزوجل سے کلام کی صفت کی بھی نفی کر دی ہے۔

* **اصل ثانی** : "عدل" : اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا اور نہ ہی بندوں کے افعال پیدا کرتا ہے۔ بلکہ بندے اوامر و نواہی کو اس قدرت کی بناء پر بروئے کار لاتے ہیں جو اللہ کی طرف سے انہیں دی گئی ہے اور ان کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے۔ اس اصل کے سہارے انہوں نے فرقہ جبریہ کا رد کیا جس کا عقیدہ اور نظریہ یہ تھا کہ بندہ اپنے افعال میں غیر مختار ہے۔ اس بناء پر افعال پر سزا ظلم ہے۔

{۲۲} ابو الحسن الماوردی' الاحکام السلطانیہ- ص ۱۸۶/۸۷۔

* **اصل ثالث** : "وعدہ و وعید" : اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وعدہ و وعید لامحالہ نازل ہو کر رہیں گے۔ ثواب کے سلسلے میں اللہ کا وعدہ پورا ہو گا اور اسی طرح سزا کی وعید بھی پوری ہو کر رہے گی۔ خالص توبہ قبول کر لینے کا اللہ کا وعدہ بھی پورا ہو گا۔ اس اصل کی بناء پر انہوں نے مرجئہ کے اس عقیدے کی تردید کی کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی معصیت نقصان نہیں دے گی جس طرح کفر کی موجودگی میں کوئی طاعت کار آمد نہیں ہوگی۔ کیونکہ اگر یہ بات مرجئہ کے عقیدے کے مطابق درست تسلیم کر لی جائے تو پھر اللہ سبحانہ کی وعید لغو اور بے کار ہو جائے گی۔

* **اصل رابع** : "دو مقامات کے درمیان مقام" : اس کا خلاصہ یہ ہے کہ گنہگار مسلمان مومن اور کافر کے درمیان ایک مقام پر ہو گا۔ رئیس المعتزلین واصل بن عطاء کا قول ہے کہ :

"ایمان خصال خیر سے عبارت ہے، جب یہ خصال کسی فرد میں جمع ہو جائیں تو اسے مومن کہا جائے گا اور یہ مدح کا اسم ہے۔ جبکہ فاسق خصال خیر کا جامع نہ ہونے کی بناء پر مدح کے اسم کا مستحق نہیں ہو گا اس لئے اسے مومن نہیں کہا جائے گا۔ وہ کافر بھی نہیں ہو گا کیونکہ کلمۂ شہادت، نیز دیگر اعمال خیر اس کے اندر موجود ہیں"۔ {۲۳}

معتزلہ اس صورت میں کبیرہ کے مرتکب پر لفظ مومن یا مسلم کے اطلاق کو جائز قرار دیتے ہیں جب اہل ذمہ اور بت پرستوں سے اس کے امتیاز کا قصد کیا جائے۔

{۲۳} الملل والنحل للشھرستانی۔ ج ۱، ص ۵۱۔

* **اصل خامس** : "امر بالمعروف و نہی عن المنکر : اس اصل کا خلاصہ یہ ہے کہ دعوت اسلام کی جہت سے تمام مسلمانوں پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بروئے کار لانا ایک فریضہ ہے اور دوسری جہت سے ان لوگوں کے حملوں کی مدافعت کے لئے بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک فریضہ ہے جو اس نیت سے باطل کے ساتھ حق کی تلبیس کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کے ذریعے وہ مسلمانوں کے اندر ان کے دین کے معاملے میں بگاڑ پیدا کر دیں۔ اگرچہ یہ بات درست ہے کہ انہوں نے زنادقہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے اہل سنت پر اپنے معتقدات ٹھونسنے کی کوشش کی۔ ان کی یہ کوشش کبھی تو دلیل و برہان کے ذریعے ہوتی اور کبھی جبر اور حکومتی ڈنڈے کے ذریعے۔ یہ سب کچھ بعد میں عباسی سلطنت کے دور میں ہوا۔ {۲۴}

❑ عقیدۂ اعتزال کی اشاعت ..

اعتزال کی ابتداء بصرہ میں ہوئی اور جلد ہی یہ پورے عراق میں پھیل گیا۔ پھر اس کے دو مکاتب فکر بن گئے۔ ایک مکتب فکر کا مرکز بصرہ تھا اور اس کا رئیس واصل بن عطاء تھا جس کی وفات سن ۱۳۱ ہجری میں ہوئی۔ دوسرے مکتب فکر کا مرکز بغداد تھا اور اس کا رئیس بشر بن المعتمر تھا۔ اس کی وفات سن ۲۱۰ ہجری میں ہوئی تھی۔ ان دونوں

{۲۴} مقالات الاسلامیین الاشعری۔ ج ا ص ۲۳۵۔ المذاهب الاسلامیه لابی زهره۔ ص ۱۳۲، ۱۴۳۔ فجر الاسلام۔ احمد امین۔ ص ۲۹۹۔

مکاتب فکر کے درمیان آراء کا بڑا اختلاف تھا۔ ہم نے شروع میں جن پانچ اصولوں کا مختصراً تذکرہ کیا ہے ان پر اگرچہ معتزلہ کا اجماع ہے تاہم کئی اصول و مبادی ان کے علاوہ بھی ہیں اور یہ معتزلہ کے فرقوں میں ہر فرقے کے ساتھ خاص ہیں ان فرقوں کی تعداد بیس سے بھی زائد ہے۔ قرآن کریم تمام اسلامی فرقوں کا اس بناء پر ہدف تھا کہ ہر فرقہ کی یہ کوشش ہوتی کہ وہ اس کی ایسی تفسیر کرسکے جو اس کے اپنے عقائد کا سہارا بن کران کی توثیق و تائید کردے جبکہ دوسری طرف اہل السنۃ کا یہ طریق کار تھا کہ وہ حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ، نیز تابعین عظام سے مجرد نقل پر اکتفاء کرتے اور متشابہات کا معاملہ اللہ کے علم کے سپرد کردیتے۔ تفسیر قرآن کے سلسلے میں ان کا یہی طریق کار تھا۔ لیکن معتزلہ نے عقل کو ان متشابہات کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے اپنا حکم اور فیصل بنا لیا تھا۔ ڈاکٹر الذہبی نے اپنے موسوعہ "التفسیر والمفسرون" [۲۵] میں لکھا ہے کہ :

"معتزلہ کے ہاں عقل کو کامل غلبہ حاصل تھا جس کے نتیجے میں انہوں نے ان تمام احادیث کا انکار کردیا جو ان کے مذہبی اصول و قواعد کے ساتھ ٹکراتی تھیں۔ انہوں نے تفسیر قرآن کے عمل کو جس کی اولین بنیاد زندہ شعور، دقیق احساس، سادگیٔ فہم اور عدم تکلف و تعمق پر تھی منطقی دلائل اور عقلی استدلال کا مجموعہ بنادیا۔ تاہم یہ صورت حال معتزلہ کی قوت عقل اور غور و فکر کی عمدگی کی گواہی دیتی ہے"۔

ڈاکٹر ذہبی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ :

"عقل کے اس کامل غلبے اور تسلط کے باوجود جس کا سب سے زیادہ اثر معتزلہ کی تفسیر قرآن پر پڑا حتیٰ کہ بعض دفعہ ان صحیح احادیث کے انکار پر بھی مجبور ہوگئے جو ان کے نظریات کے خلاف تھیں، ہم یہ نہیں کہہ سکتے

---

[۲۵] التفسیر والمفسرون۔ محمد حسین الذہبی۔ ج ۱ ص ۳۷۳۔

کہ معتزلہ نے احادیث کے خلاف بغاوت کا یا ماثور تفسیر کے عدم اعتراف کا قصد کیا تھا"۔

تفسیر میں معتزلہ کے مذہب و مسلک کو، جس کی بنیاد تاویل پر تھی اور جو لغت کو قرآن کی تفسیر کی اعلیٰ ترین بنیاد تسلیم کرتا تھا خاص طور پر ان قرآنی آیات کی تفسیر میں جن کے متعلق ان کا تصور تھا کہ یہ الوہیت کے بلند مقام کی ہم آہنگ نہیں ہیں، علمائے اہل السنۃ کی طرف سے سخت تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ ان میں سب سے آگے علامہ ابن قتیبہ تھے [۲۶] ان کی رائے یہ تھی کہ معتزلہ نے قرآن کی عجیب ترین تفسیر کی ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ قرآن کو اپنے مذہب و مسلک کی طرف لوٹا کر اس کی تاویل و تفسیر کو اپنے عقائد کے سانچے میں ڈھال دیں۔

اسی طرح علمائے اہل سنت میں دیگر حضرات نے بھی ان کی تفسیر کا بڑی سختی سے نوٹس لیا ہے اور ان کی تفسیر پر زیغ یعنی کج روی کا حکم عائد کیا ہے۔ ابو الحسن اشعری ان میں سے ایک ہیں۔ وہ فرماتے ہیں :

"اہل زیغ و تضلیل یعنی معتزلہ نے قرآن کی تاویل و تفسیر اپنی آراء کے مطابق کی ہے۔ انہوں نے اپنی خواہشات کے مطابق اس کی ایسی تفسیر کی ہے جس کے حق میں اللہ نے کوئی دلیل اور سند نازل نہیں کی اور نہ ہی کسی برہان کی وضاحت کی ہے۔ انہوں نے اس تفسیر کی روایت نہ تو اللہ کے رسول ﷺ سے کی، نہ آپ کے اہل بیت سے اور نہ ہی سلف صالحین یعنی صحابہ کرامؓ اور تابعین سے، بلکہ اللہ پر بہتان تراشی کی اور گمراہ ہوئے اور انہیں راہ ہدایت حاصل نہیں ہوئی"۔ [۲۷]

---

[۲۶] تاویل مختلف الحدیث ابن قتیبہ، ص ۶۷۔

[۲۷] الاشعری المتوفی سن ۳۲۴ ہجری - یہ عبارت ان کی تفسیر "المختزن" کے مقدمہ سے ماخوذ ہے - نیز دیکھیے التفسیر والمفسرون للذھبی ج ا۔

تفکیر یعنی غور و فکر کے سلسلے میں معتزلہ کا طریق کار ..

ماضی میں فرقہ معتزلہ دبدبہ اور شان و شوکت کا حامل تھا۔ انہیں حکومت کی تائید بھی حاصل رہی۔ خاص طور پر عباسی دور میں فتنہ خلق قرآن کے بعد یہ فرقہ یونانی فلسفے سے بھی بہت متاثر تھا۔ یہ بات ان کے دلائل اور قیاسات کے مقدمات میں بالکل واضح ہے۔

انہیں فلسفیانہ طرز عمل اپنانے کی طرف چند باتوں نے مائل کر دیا تھا جن میں سے کچھ کی تفصیل درج ذیل ہے۔

* فلسفے کے اندر ایسی باتیں موجود تھیں جو ان کے فہم' ان کی عقلی ورزش اور ان کے قوی دلائل کے ساتھ مناسبت رکھتی تھیں۔
* بعض فلاسفہ نے اسلام پر حملے شروع کر دیئے تھے' ان کی تردید کے لئے معتزلہ آگے آئے جس کے نتیجے میں انہیں عقلی بحث و جدال میں فلاسفہ کے بعض طریقے اپنانے پڑ گئے۔

فقہاء اور محدثین کے درمیان ایک جہت سے اور ان کے اور معتزلہ کے درمیان دوسری جہت سے نفرت اور بے زاری کی جو دیوار حائل ہو گئی تھی شاید اس کا سبب کئی عوامل تھے جن میں سے چند یہ ہیں۔

* اعتقادیات کے اندر معتزلہ نے سلف صالحین کا طریق کار اختیار نہیں کیا۔ سلف کا طریق کار کتاب و سنت کا التزام تھا لیکن جب علوم کی کثرت ہو گئی اور معارف کا دائرہ وسیع ہو گیا تو معتزلہ ایک مخالفانہ طریق کار لے کر آگے آئے۔ انہوں نے ہر چیز کے اندر عقل کو اپنا حکم اور فیصل بنا لیا حالانکہ عقل کئی پینترے بدلتی رہتی ہے۔ اس کے نتیجے میں

معتزلہ بہت سی واہیات باتوں میں مبتلا ہو گئے اور ان کے ساتھ ایسے لوگوں کے جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے جن کا اپنا مرتبہ و مقام تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عامتہ المسلمین معتزلہ سے متنفر ہو گئے۔

* پھر ان کی عقلوں پر زنادقہ اور روافض کے فکر و تامل کا سایہ پڑ گیا۔ اگرچہ یہ سایہ بنیادی نہیں تھا تاہم اس نے عقائد میں تغیر و تبدل کا رنگ دکھا دیا۔ اسی طرح خود معتزلہ کے اندر ایسے مخالفین و ملحدین پیدا ہو گئے جنہوں نے اپنے غلط اور فاسد عقائد کے بیج بونے شروع کر دیئے اور اس طرح انہیں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف اعتزال کے پردے میں دسیسہ کاری کا موقعہ مل گیا۔ {۲۸}

آخر میں ہم یہ کہیں گے کہ بعض علماء ایسے بھی تھے جنہوں نے معتزلہ کے مالہ و ماعلیہ کا جائزہ اعتدال کے ساتھ لیا اور ان کی آراء پر بڑی وضاحت اور تفصیل سے بحث کی {۲۹} اور یہ واضح کر دیا کہ اس زمانے کے سیاسی مسائل کے حل کے لئے معتزلہ کے پاس ٹھوس آراء تھیں نیز اس زمانے میں پیدا ہونے والے افکار و آراء کے اندر ان کی مشارکت تھی۔ اسی طرح بعض مغربی اہل قلم نے بھی معتزلہ کے فکری طریق کار کو بہت سراہا ہے۔ {۳۰}

{۲۸} احمد امین، فجر الاسلام۔ ص ۲۹۹ / ۳۰۱۔ الملل والنحل للشہرستانی۔ ج ۱، ص ۵۴ / ۶۱۔ ابن حزم، الفصل فی الملل والاھواء والنحل۔ ج ۳، ص ۱۹۲ / ۲۰۳۔

{۲۹} المذاهب الاسلامیه لابی زهره۔ ص ۱۴۶، خلافت و ملوکیت علامہ مودودیؒ۔ ص ۱۴۶۔

{۳۰} آدم میتز الحضارة الاسلامیه۔ ج ۱، ص ۳۔

فرقہ قدریہ اور فرقہ جبریہ ..

میری رائے تھی کہ قدریہ اور جبریہ فرقوں کو ایک ہی جگہ یکجا کردوں کیونکہ ایک جہت سے تو یہ دونوں فرقے ایک ہی زمانے میں نمودار ہوئے تھے اور دوسری جہت سے یہ دونوں مذہب مسئلہ قضا و قدر کے پروں میں پناہ لئے ہوئے تھے۔ اس مسئلے کی بنیاد خلفائے راشدین کے عہد کے اواخر میں پڑگئی تھی اور اموی عہد میں یہ مسئلہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہوگیا تھا اور اس کی جولانگاہ عراق و شام کی سرزمین تھی۔ تیسری جہت یہ تھی کہ یہ دونوں مسلک عقیدہ اہل سنت میں غلو اور اس سے انحراف کا نمونہ پیش کرتے ہیں اور اس کے ساتھ یہ دونوں مسلک باہم متقابل بھی ہیں۔ فرقہ جبریہ کا عقیدہ ہے کہ انسان اپنے تمام افعال کے اندر مجبور ہے۔ وہ انسانی افعال کے اندر کسی ارادے کی نفی کرتا ہے جبکہ قدریہ کا مذہب یہ ہے کہ انسان آزاد ہے اور اس کا اپنا ایک ارادہ ہے جو اللہ کے ارادے سے الگ اور آزاد ہے۔ {۳۱} پہلے ہم فرقہ قدریہ کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

فرقہ قدریہ کا جائزہ ..

تاریخ کی بعض کتابوں میں ذکر ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے مسئلہ قدر پر لب کشائی کی تھی اس کا تعلق عراق سے تھا۔ وہ ایک نصرانی تھا اور پھر مسلمان ہوگیا تھا اور پھر عیسائی بن گیا۔ {۳۲} اس کے بعد معبد الجہنی المتوفی سن ۸۰ ہجری نے اس شخص سے یہ

{۳۱} الملل والنحل للشہرستانی - ج ۲، ص ۴۲ / ۸۵۔

{۳۲} الحسن البصری - احسان عباس - ص ۲۶۵۔

نظریہ اخذ کیا تھا اور وہی عراق میں اس دعوت کو پھیلانے کا ذمہ دار تھا۔ پھر غیلان الدمشقی المتوفی سن ۱۰۵ ہجری نے شام میں اس نظریے کو پھیلانے کا کام سنبھال لیا{۳۳} معبد بن عبداللہ الجہنی کو حجاج نے اس بناء پر قتل کر دیا کہ وہ اسے عبدالرحمٰن بن الاشعث کے پیدا کردہ فتنے کا ایک داعی تصور کرتا تھا۔ حجاج ابن الاشعث کے خلاف نبرد آزما رہا تھا اور سن ۸۴ ہجری میں بجستان کے اندر ابن الاشعث کو قتل کر کے اس نے اس فتنے کا خاتمہ کر دیا تھا۔ غیلان الدمشقی دوسرا شخص تھا جس نے معبد الجہنی کے بعد مسئلہ قدر پر گفتگو کی تھی۔ آغاز شباب میں اس پر یہ الزام لگا تھا کہ اس کا تعلق حارث بن سعید کے پیروکاروں سے ہے۔ حارث کذاب کے نام سے مشہور تھا اور دمشق کا رہنے والا تھا۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا جب عبدالملک بن مروان نے اسے پکڑنا چاہا تو یہ بھاگ کر بیت المقدس میں روپوش ہو گیا۔ پھر عبدالملک نے آدمی بھجوا کر اسے پکڑ لیا اور سن ۶۹ ہجری میں اسے پھانسی دے دی۔ تاریخ کی بعض کتابوں میں ذکر ہے کہ غیلان الدمشقی نے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ پر توبہ کر لی تھی لیکن سن ۱۰۱ ہجری میں ان کی وفات کے بعد اس نے پھر اپنے مسلک کا علانیہ پرچار شروع کر دیا۔ چنانچہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے اسے بلوا کر شام کے عالم اوزاعی کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے اس کے خلاف مرتد ہونے کا فتویٰ دیا۔ چنانچہ دمشق میں باب کیسان کے مقام پر اسے سن ۱۰۵ ہجری میں سولی پر لٹکا دیا گیا۔ {۳۴}

غیلان کے ساتھ اوزاعی کے مباحثے کے نکتے پر ہم تھوڑی دیر کے لئے توقف کریں گے۔ مشہور تو یہ ہے کہ اوزاعی کی پیدائش سن ۸۸ ہجری میں ہوئی تھی اور مذکورہ مباحثہ سن ۱۰۵ ہجری میں ہوا تھا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اس وقت اوزاعی کی عمر صرف سترہ

{۳۳} التاریخ السیاسی للدولہ العربیۃ - عبدالمنعم ماجد ص ۳۱۷۔

{۳۴} العقد الفرید لابن عبدربہ - ج ۳، ص ۳۷۷ / ۳۸۰ - محاسن المساعی فی مناقب الاوزاعی شائع کردہ، شکیب ارسلان - ص ۱۰۴ / ۱۰۵۔

برس تھی۔ ظاہر ہے یہ عمر قضاء و قدر جیسے پیچیدہ مسئلے پر مباحثہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ اگرچہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ اوزاعی نے تیرہ سال کی عمر میں فقہی مسائل پر فتوے دینے شروع کر دیئے تھے۔ {۳۵}

قدریہ کا مذہب شام اور عراق میں پھیلا ہوا تھا اور وہ یہ تھا کہ ہر بات انسان کے ارادے اور اس کی قدرت سے عمل میں آتی ہے اور انسان کو قدر پر گرفت حاصل ہے۔ اہل السنۃ نے اس مذہب کا بھی مقابلہ کیا ہے۔ {۳۶}

معتزلہ کو بھی قدری تصور کیا جاتا ہے لیکن چونکہ بہت سے دیگر مسائل میں بحث و جدال کے اندر ان کی شہرت ہوئی اس لئے اعتزال کو ایک مستقل اور قائم بالذات مذہب قرار دیا گیا۔

❏ فرقہ جبریہ کا ایک جائزہ ..

علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب "الملل والنحل" {۳۷} میں جبریہ کے مذہب کا تعارف کرایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں :

"بندے سے حقیقتاً فعل کی نفی اور رب العالمین کی طرف سے اس کی

{۳۵} الطبقات للشیرازی۔ ص ۷۶۔

{۳۶} علمائے اہل سنت میں سے جن حضرات نے ان کا مقابلہ کیا ان میں سے :

(ا) ابن القیم نے اپنی کتاب "شفاء العلیل فی مسائل القضاء والقدر والحکمۃ والتعلیل" میں اور......

(ب) الشیخ مصطفیٰ صبری نے اپنی کتاب "تحت سلطان القدر" نیز "موقف العقل والعلم من رب العالمین" میں اس فرقے کی خوب خبر لی ہے۔

{۳۷} الملل والنحل للشہرستانی۔ ج ۱ ص ۲۱۱۔

نسبت، کیونکہ بندہ استطاعت کی صفت سے موصوف نہیں ہو سکتا بلکہ وہ تو اپنے افعال میں مجبور محض ہے۔ نہ اسے کوئی قدرت حاصل ہے، نہ ارادہ اور نہ ہی اختیار، بس اللہ سبحانہ اس کے اندر افعال اسی طرح پیدا کردیتا ہے جس طرح دیگر تمام جمادات میں، بندے کی طرف افعال کی نسبت مجازاً ہوتی ہے جس طرح جمادات کی طرف، ثواب اور عقاب بھی جبر ہے۔ اور جب جبر کا اثبات ہو گیا تو مکلف ہونا بھی جبر شمار ہوگا"۔

ابن حزم نے اپنی کتاب "**الفصل فی الملل والنحل**" {۳۸} میں ان کے استدلال کا ذکر کیا ہے کہ:

"ان کی بحث یہ ہے کہ جب اللہ تعالٰی فعال ہے اور اس کی مخلوقات میں سے کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں ہے تو اس سے ضروری ہو گیا ہے کہ اس کے سوا کوئی فعال نہ ہو"۔

ان کا یہ قول بھی ہے کہ:

"انسان کی طرف فعل کی نسبت ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ "زید مر گیا"۔ حالانکہ اللہ نے اسے موت دی ہے۔ اسی طرح "عمارت کھڑی ہو گئی" کا فقرہ ہے حالانکہ اسے اللہ نے قائم کیا ہے۔

اس مذہب کے لئے عراق و شام کی سرزمین بڑی زرخیز ثابت ہوئی۔ یہ مسئلہ عہد صحابہ میں بھی اٹھایا گیا تھا بلکہ قرآن کریم نے بھی جبر کے مسئلے کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ ان مشرکین کا خیال تھا جنہوں نے یہ وجہ بیان کر کے اپنے آپ کو شرک کی ذمہ داری سے چھڑانا چاہا تھا کہ اللہ نے ان کے بارے میں شرک کا فیصلہ صادر کردیا ہے۔ **سیقول الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما اشرکنا ولا آباؤنا ولا حرمنا من شئی، کذلک کذب الذین من قبلهم حتی ذاقوا باسنا، قل هل**

{۳۸} الفصل فی الملل والنحل لابن حزم۔ ج ۳، ص ۲۲ / ۲۳۔

عندکم من علم فتخرجوہ لنا ان تتبعون الا الظن و ان انتم الا تخرصون ○ {۳۹} (یہ مشرک لوگ تمہاری ان باتوں کے جواب میں ضرور کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ ایسی باتیں بنا کر ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی حق کو جھٹلایا تھا یہاں تک کہ آخر کار ہمارے عذاب کا مزہ انہوں نے چکھ لیا۔ ان سے کہو' کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے' جسے ہمارے سامنے پیش کر سکو' تم تو محض گمان پر چل رہے ہو اور نری قیاس آرائیاں کرتے ہو) یعنی جھوٹ بولتے ہو۔

علمائے اسلام نے فرقہ جبریہ کے ان نظریات کو بحث و تنقید کا موضوع بنا کر ان کا بودا پن واضح کر دیا ہے۔ قاضی عبدالجبار الہمدانی المتوفی سن ۴۱۵ ہجری نے اپنی کتاب "**متشابہ القرآن**" {۴۰} میں ان نظریات کا تجزیہ کیا ہے۔ الشیخ محمد ابو زہرہ نے بھی اپنی کتاب "**المذاہب الاسلامیہ**" {۴۱} میں ان کا جائزہ لیا ہے۔ ان کی رائے میں مسئلہ جبر کی جڑیں یہودیت اور ایرانی فلسفے میں پائی جاتی ہیں۔ ان کے درمیان اس قسم کے افکار موضوع بحث بنتے تھے اور یہ مسئلہ ان مسائل میں شامل تھا جن پر زرتشتیوں اور مانویت کے پیروکاروں کی مجالس میں بحث و مباحثہ ہوتا تھا۔ الشیخ ابو زہرہ نے اس کتاب کے صفحہ ۱۷۵ پر ذکر کیا ہے کہ المرتضی کی کتاب "**المنیة والامل**" میں آیا ہے کہ حسن کی روایت کے مطابق ایران سے ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ:

"میں نے اہل فارس کو دیکھا کہ اپنی بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کر لیتے ہیں' اگر ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو تو وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی قضا و قدر ہے"۔

{۳۹} سورہ الانعام۔ آیت ۱۴۸۔

{۴۰} متشابہ القرآن۔ عبدالجبار الہمذانی۔ ج ۱' ص ۲۶۸ دار التراث۔

{۴۱} المذاہب الاسلامیہ۔ ابو زہرہ۔ ص ۱۷۴/۱۷۵۔

یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا :

"میری امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اسی قسم کی بات کہیں گے' یہ لوگ میری امت کے مجوسی ہیں"۔

جبری فرقے کے شیخ سے جعد بن درہم کا ظہور ہوا۔ ایک قول کے مطابق یہ جبری مذہب کا پہلا داعی تھا۔ اس نے مذاہب کی تعلیم شام میں ایک یہودی سے حاصل کی تھی اور پھر بصرہ میں آکر عوام الناس میں اسے پھیلا دیا تھا۔ جہم بن صفوان نے سب کچھ اسی سے سیکھا تھا۔ جہاں تک الجعد بن درہم (م ۱۸۸ ہجری) کا تعلق ہے تو وہ ایک زندیق اور مبتدع تھا' اس نے وادئ فرات کے علاقے الجزیرہ میں سکونت اختیار کرلی تھی اور جب ہشام بن عبدالملک کے عہد میں مروان بن محمد وہاں کا حاکم بن کر گیا تو اس نے اس شخص کے نظریات قبول کرلئے۔ ابن الاثیر نے اپنی کتاب "الکامل فی التاریخ" {۴۲} میں بیان کیا ہے کہ : مروان بن محمد کو "الجعدی" کے لقب سے پکارا جاتا تھا کیونکہ خلق قرآن اور قضاء و قدر کے سلسلے میں اپنے مذہب و مسلک کی تعلیم اس نے الجعد سے پائی تھی۔ الذہبی نے اپنی کتاب "میزان الاعتدال" {۴۳} میں لکھا ہے کہ :

"اس کا شمار تابعین میں ہوتا ہے لیکن یہ مبتدع اور گمراہ ہے۔ اس کا عقیدہ تھا کہ اللہ سبحانہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل نہیں بنایا تھا' اسی بناء پر اسے دسویں ذی الحجہ کو قتل کردیا گیا تھا۔ ہشام بن عبدالملک اس کی تلاش میں رہا اور پھر وہ ہاتھ آگیا۔ ہشام نے اسے عراق میں خالد القسری کے پاس بھیج دیا۔ اس نے اس کی گردن اڑا دی۔ جہم بن صفوان سمرقندی (م ۱۲۸ ہجری) بنی راسب کے موالی میں سے تھا۔ ذہبی نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ گمراہ اور مبتدع (دین میں نئی نئی باتیں ایجاد

{۴۲} الکامل فی التاریخ لابن الاثیر۔ ج ۵' ص ۸۳ / ۸۴۔

{۴۳} میزان الاعتدال للذہبی۔ ج ۱' ۳۹۹۔

کرنے والا) تھا۔ کم عمر تابعین کے زمانے میں اس کی موت ہو گئی لیکن اس نے ایک بڑے شر کے بیج بو دیئے۔ یہ اپنا وقت حارث بن سریج کے لشکر میں گزارا کرتا تھا۔ حارث نے امرائے خراسان کے خلاف بغاوت کر رکھی تھی، جہم بن صفوان' نصر بن سیار کے ہتھے چڑھ گیا جس نے اسے قتل کر دیا"۔ {۴۴}

"جہم نے خراسان اور اس کے اردگرد کے علاقوں کو اپنے نظریات کے پرچار کا مرکز بنا رکھا تھا لیکن جب وہ قتل ہو گیا تو اس کے چیلوں نے نہاوند شہر کو اپنا مرکز بنا لیا اور یہ مذہب اسی علاقے تک محدود رہا حتیٰ کہ ابو منصور الماتریدی کے مذہب اور مسلک کے ہاتھوں شکست کھا گیا{۴۵}

جہم کا مذہب صرف مسئلہ جبر تک محدود نہیں تھا اگرچہ اس کی شہرت اسی مسئلے کی بناء پر ہوئی تھی، تاہم بہت سے دیگر مسائل میں بھی اس نے اپنے باطل مزعومات کا اظہار کیا تھا مثلاً:

* جنت اور دوزخ دونوں فنا ہو جائیں گے اور قرآن میں جس خلود اور ہمیشگی کا ذکر ہے اس سے قیام کی طوالت اور فنا کے بعد کا زمانہ مراد ہے۔ علی الاطلاق بقاء مراد نہیں ہے۔
* ایمان معرفت کا نام ہے اور کفر جہالت کا' تاہم اس کے قول کے مطابق معرفت کے بعد ایقان و اذعان پیدا ہوتا ہے اس لئے ایسی معرفت ایمان نہیں کہلائے گی جو مجرد تصور

{۴۴} میزان الاعتدال للذہبی۔ ج۱' ۳۹۹۔

{۴۵} ابو منصور محمد بن محمد علم الکلام کے آئمہ میں سے ہیں اور ان کے مسلک کا امام ابو حنیفہؒ کے مسلک سے گہرا ربط ہے۔ انہوں نے معتزلہ اور قرامطہ کی تردید میں کئی کتابیں لکھی ہیں "ماترید" سمرقند شہر کا ایک محلہ ہے۔ ان کی وفات سن ۳۳۳ ہجری میں ہوئی تھی۔

ہو، بلکہ وہ قوی معرفت ایمان ہے جو تصدیق و اذعان کی موجب بن جائے۔

* قرآن مخلوق ہے، جیساکہ معتزلہ کہتے ہیں۔
* اللہ کی ذات کو کسی ایسے وصف کے ساتھ موصوف نہیں کیا جاسکتا جس کا اطلاق حوادث پر کرنا درست ہو۔
* قیامت کے دن رویت باری کی نفی جیساکہ معتزلہ کا مسلک ہے۔

علماء اور فقہانے فرقہ جبریہ کی تردید اور ان پر تنقید کا پورا اہتمام کیا تھا مثلاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حسن بصریؒ، ابن القیم وغیرھم۔

فرقہ مرجئہ کا جائزہ ..

ابن حزم کی کتاب "الفصل فی الملل والنحل" {۴۶} اور شہرستانی کی کتاب "الملل والنحل" {۴۷} کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس مسلک کی پہلی بنیاد عہد صحابہ ہی میں پڑ گئی تھی، بلکہ اگر زیادہ دقیقہ رسی سے کام لیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ہی اس مسلک کی ابتداء ہو گئی تھی۔

صحابہ کے درمیان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حکومت کے بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ ان کی زندگی کے اواخر میں بعض حضرات ان کی حکومت کی استقامت کے قائل تھے اور بعض اس کے انحراف کے مدعی تھے لیکن حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے اس فتنے کے بارے میں خاموش رہنے اور قیل و قال نہ کرنے کا مسلک اختیار کر لیا تھا۔ انہوں نے اپنا یہ درست مسلک خلیفہ رابع حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک اپنائے رکھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان

{۴۶} الفصل فی الملل والنحل لابن حزم۔ ج ۲، ص ۱۱۲، مکتبہ المثنی۔

{۴۷} الملل والنحل للشہرستانی۔ ج ۱، ص ۲۲۲ / ۲۲۳۔

ہونے والی جنگوں کے بارے میں اپنی کسی رائے کا اظہار نہیں کیا' بلکہ اس بارے میں اپنی رائے محفوظ رکھتے ہوئے کہ کونسا گروہ زیادہ برحق ہے ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کردیا تھا اور دونوں گروہوں سے الگ رہنے کا طریقہ اختیار کرلیا تھا۔ چنانچہ نہ تو ان حضرات نے جنگوں میں حصہ لیا اور نہ ہی کسی گروہ کے برحق ہونے کا تیقن کیا کیونکہ اس خانہ جنگی سے پیدا ہونے والی صورت حال اور حیرانی و پریشانی نے ان حضرات کے دلوں پر اپنا قبضہ جمالیا تھا۔ کبار صحابہ کی طرف سے برحق ہونے کے بارے میں فیصلے کو معلق رکھنے اور اسے مؤخر کردینے کے نتیجے میں مجاہدین اسلام کی ایک کثیر تعداد کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے۔ اسی بناء پر ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ان حضرات کو شکاک (شک میں مبتلا ہو جانے والوں) کا نام دیا ہے۔ یعنی ایسے لوگ جنہیں مذکورہ اختلاف اور جھگڑے کے سلسلے میں حق و صواب کے بارے میں شک و شبہ تھا۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ یہ حضرات مختلف مہمات میں کافروں کے ساتھ برسرپیکار تھے۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یہ لوگ مدینہ منورہ واپس آئے تو دیکھا کہ جس شہر کے لوگوں کو یہ متحد چھوڑ کر گئے تھے اور جہاں کسی اختلاف کا نام و نشان نہیں تھا بلکہ اتحاد و اتفاق کا دور دورہ تھا وہاں اب ہر طرف اختلاف و انتشار پھیلا ہوا تھا' انہوں نے مدینہ منورہ کے لوگوں سے استفسار کیا کہ "جب ہم تمہیں یہاں چھوڑ کر غزوات پر روانہ ہوئے تھے تو تمہارے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا اور تم سب ایک جھنڈے تلے جمع تھے لیکن جب ہم واپس آئے تو تم اختلاف کا شکار ہو چکے تھے' تم میں سے بعض کا کہنا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم قتل ہوئے ہیں اور وہ اور ان کے رفقاء عدل و انصاف کے اعتبار سے اولی تھے۔ جبکہ بعض کا قول ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء حق کے اعتبار سے اولی ہیں' حالانکہ یہ سب کے سب ثقہ اور لائق تصدیق ہیں اس لئے ہم ان دونوں سے نہ تو بیزاری کا اظہار کریں گے اور نہ ہی انہیں لعنت کا نشانہ بنائیں گے بلکہ ان دونوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کردیں گے حتیٰ کہ وہی ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

جن فرقوں کا ہم گذشتہ سطور میں ذکر کر آئے ہیں ان میں سے ہر ایک فرقہ اپنے

مسلک کو فوقیت دیتا رہا اور اپنے طریق کار کو سلف کا طریق کار ثابت کرتا رہا حالانکہ حق بات اس کے ساتھ تھی۔

ان فرقوں میں بنیادی اختلاف اس امر پر تھا کہ کبیرہ گناہ کے مرتکب کا کیا حکم ہے؟ اس اختلاف کے کے نتیجے میں مرجئہ اور خوارج پیدا ہوئے۔ خوارج نے تو کہا کہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے جبکہ معتزلہ نے کہا کہ وہ مومن نہیں ہے اسے مجازاً مسلمان کہا جاتا ہے۔ کبار تابعین کے ایک گروہ کے سرخیل کی حیثیت سے حسن بصریؒ نے یہ مسلک اختیار کیا کہ کبیرہ کا مرتکب منافق ہے اس لئے کہ اعمال قلوب کی دلیل ہیں اور زبان اعمال کی دلیل نہیں ہے۔

جہاں تک جمہور مسلمین کا تعلق تھا تو ان کا قول تھا کہ کبیرہ کا مرتکب گنہگار مومن ہے۔ اس کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اگر چاہے تو اسے بخش دے اور اگر چاہے تو اس کے گناہ کے مطابق اسے سزا دے۔ اختلاف کے اس دنگل میں فرقہ مرجئہ ایک اور فلسفہ لے کر نمودار ہوا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا جس طرح کفر کے ہوتے ہوئے کوئی طاعت کار آمد نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس طائفہ کے ایک گروہ نے کہا کہ کبیرہ کے مرتکب کا معاملہ قیامت کے دن اللہ کے سپرد ہوگا۔۔ یہ گروہ بڑی حد تک جمہور علماء مسلمین کا ہمنوا ہے بلکہ اگر زیادہ چھان پھٹک کی جائے تو واضح ہو جائے گا کہ اس گروہ کی آراء درحقیقت جمہور کی آراء ہیں۔ {۴۸}

اس میں کوئی شک نہیں کہ مرتکب کبیرہ کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دینا ایک محفوظ طریق کار ہے اور اس کے ذریعے فتنوں کے وہ دروازے بند ہو جاتے ہیں جنھوں نے مسلمانوں کی ملی وحدت میں دراڑیں پیدا کر دی تھیں لیکن صورت حال یہ ہوئی کہ بعد میں آنے والے لوگوں نے اس محفوظ طریق کار کو نہیں اپنایا بلکہ اس سے تجاوز کر کے یہ نعرہ بلند کیا کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا' ایمان اقرار و تصدیق اور اعتقاد کا نام ہے اور یہ عمل سے الگ اور جدا ہے۔ بلکہ اس گروہ میں بعض

تو اور آگے چلے گئے اور بقول ابن حزم {۴۹} یہ دعویٰ کردیا کہ ایمان اعتقاد قلب کا نام ہے خواہ زبان سے کفر کا اعلان اور بت پرستی کیوں نہ ہو' نیز دارلاسلام میں رہ کر یہودیت اور نصرانیت' نیز صلیب پرستی کیوں نہ اختیار کی جائے' بلکہ اگر اسی حالت میں موت آجائے تو مرنے والا اللہ کے نزدیک مومن کامل اور جنتیوں میں سے ہوگا۔ {۵۰}

درج بالا نظریے کے نتیجے میں ایمان کے حقائق اور اعمال طاعت کی اہمیت ختم ہوگئی بلکہ ان باتوں کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ یہ نظریہ ان اباحیت پسندوں کو بھی بھاتا تھا جن کے نزدیک فضائل کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے عقائد نے مرجئہ کی دو قسمیں کی ہیں۔ {۵۱}

* پہلی قسم مرجئۃ السنہ کی ہے۔ ان کے قول کے مطابق مرتکب کبیرہ کو اس کے گناہ کے مطابق سزا دی جائے گی لیکن اسے جہنم میں ہمیشہ نہیں رکھا جائے گا اسے اللہ سبحانہ معاف بھی کرسکتا ہے۔ اللہ کی رحمت ہر چیز سے زیادہ وسیع ہے بہت سے محدثین و فقہاء کی بھی یہی رائے ہے۔

دوسری قسم مرجئۃ البدعۃ کی ہے۔ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی معصیت نقصان نہیں پہنچا سکتی جس طرح کفر کے ہوتے ہوئے کوئی طاعت کام نہیں آسکتی۔ ان لوگوں کا یہ نظریہ تمام فرقوں میں بدترین نظریہ ہے۔

{۴۸} خلافت و ملوکیت علامہ مودودی۔ ص ۱۴۴ / ۱۴۵ عربی ایڈیشن۔

{۴۹} الفصل فی الملل والاھواء والنحل لابن حزم۔ ج ۳' ص ۱۸۸۔

{۵۰} ابن حزم نے یہ قول حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ اور جہم بن صفوان سے نقل کیا ہے۔

{۵۱} الحسن البصری للبیومی۔ ص ۱۰۵۔ الفرق بین الفرق للبغدادی۔ ص ۱۲۲۔

ہم نے یہاں تک اعتقادی اختلافات کا مخلص اور نچوڑ بیان کردیا ہے اور ان اختلافات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی گروہ بندی اور تحزب کا بھی ایک جائزہ لیا ہے۔ ہمارا یہ جائزہ آئندہ ذکر ہونے والی بات یعنی ان امور کے سلسلے میں حسن بصریؒ کے موقف کی تفصیل کے لئے تمہید ثابت ہوگا۔ پھر تیسرے باب میں مسائل احکام کی تخریج و ترجیح کے سلسلے میں ان کے طریق کار کے ذکر سے ان کے موقف کی حقیقت' نیز ان کے سلفی عقیدے کی سالمیت اور زیادہ واضح ہو جائے گی' نیز ان تمام فرقوں کے متعلق ہم حسن بصریؒ کا موقف واضح کریں گے جنھوں نے اپنی طرف حسن بصریؒ کی نسبت گھڑ کر اپنی شان بڑھانے اور اپنے دعوؤں کو مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے۔

فصل ثانی

حسن بصریؒ کی زندگی

پہلا مبحث - حسن بصریؒ کی ولادت اور ان کا حسب و نسب
دوسرا مبحث - حسن بصریؒ کی زندگی کا اجمالی نقشہ

پہلا مبحث

حسن بصریؒ کی ولادت اور ان کا حسب و نسب

امام شیخ الاسلام ' ابو سعید مولیٰ الانصاری البصریؒ کہا جاتا ہے "زید بن ثابت کے مولیٰ" اور کہا جاتا ہے "جمیل بن قطبہ کے مولیٰ" وغیرہ۔ آپ کی والدہ کا نام خیرہ ہے جو حضرت ام سلمہؓ کی مولاہ تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ بعض دفعہ کہیں چلی جاتیں ' آپ رونے لگتے تو حضرت ام سلمہؓ آپ کو بہلانے کے لئے اپنا پستان آپ کی منہ میں لگا دیتیں ' اور پھر پستان میں دودھ اتر آتا اور آپ اسے پی لیتے۔ اس بناء پر خیال ہے کہ آپ کی فصاحت و بلاغت نیز حکمت و دانائی کا یہی راز ہے اور یہ اسی کی برکت ہے۔ {۱} حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابھی دو سال باقی تھے کہ آپ کی ولادت ہوئی یعنی سن ۲۱ ہجری میں۔ آپ کی نشو و نما وادی القریٰ میں ہوئی۔ آپ بڑے فصیح و بلیغ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں آپ نے قرآن حفظ کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کئی مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے سنا ' آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہؓ کو دیکھا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں آپ والی خراسان ربیع بن زیاد

{۱} المعارف۔ ص ۴۴۰۔ تاریخ الاسلام۔ ج ۳ ' ص ۱۱۰۔

کے کاتب رہے۔ "یوم الدار" کے مشہور واقعے کے وقت آپ کی عمر چودہ برس تھی۔ آپ سن ۳۷ ہجری میں بالغ ہوئے۔ آپ نے خود فرمایا کہ : "میں جنگ صفین کے دن بالغ ہوا"۔ {۲} آپ نے ایک سو بیس صحابہ کرامؓ کو دیکھا تھا' آپ اہل بصرہ میں سب سے زیادہ فصیح اور حسین ترین شخص تھے۔ جہاد اور علم و عمل سے ہمیشہ اپنا تعلق رکھا۔ آپ ایک مشہور شجاع انسان تھے۔

آپ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ' حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی لیکن ان سے مل نہیں سکے۔ ان حضرات کے علاوہ آپ نے حضرت ثوبانؓ ' حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ ' حضرت انس رضی اللہ عنہ ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرامؓ و تابعین کے ایک گروہ سے روایت کی ہے۔ آپ سے حمید الطویل ' یزید بن ابی مریم ' ایوب اور قتادہ ' نیز دیگر حضرات نے روایت کی۔ علامہ ذہبی نے آپ کو طبقہ ثالثہ کا سردار شمار کیا ہے۔ انہوں نے آپ کے بارے میں ابن سعد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :

"حسن بصریؒ بلند پائے کے عالم ' ثقہ ' حجت ' جامع ' عابد ' زاہد ' کثیر العلم ' فصیح اور حسین و جمیل تھے"۔ {۳}

آپؒ کے والد نصرانی تھے پھر مسلمان ہوگئے ان کا نام یسار تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یسار میسان کی جنگ میں سن ۱۳ ہجری کے اندر گرفتار ہوئے تھے۔ ذہبی نے حسن کا یہ قول نقل کیا ہے کہ : ان کے والدین ایک تاجر کی ملکیت میں تھے۔ پھر اس تاجر نے انصاری خاندان بنو سلمہ کی ایک عورت سے نکاح کرلیا اور مہر میں ان کے والدین کو اپنی بیوی کے حوالے کردیا اور انہیں آزاد کردیا گیا۔ {۴}

حسن بصریؒ نے سن ۱۱۰ ہجری میں وفات پائی اسی سال محمد بن سیرین کا انتقال ہوا تھا۔

بہ حوالہ نمبر ۱ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔

{۲} تاریخ الاسلام للذہبی۔ ج ۳ ص ۱۱۰۔

{۳} تذکرة الحفاظ۔ ج ۱ ص ۷۱ / ۷۲ ' پھر ذہبی نے حسن بصریؒ کے مراسیل کے بارے میں ابن سعد کا قول نقل کیا ہے کہ :

"حسن بصریؒ کے مراسیل حجت نہیں ہیں وہ مدلس ہیں اس لئے "عن" کے ذریعے ان کی روایات قابل حجت نہیں ہے"۔

{۴} یسار ایک ایسے تاجر کے ہاتھ آئے تھے جس کے گھر میں خیرہ پرورش پا رہی تھی۔ پھر جب آقا نے ایک انصاری عورت سے شادی کر لی تو ان دونوں کو مہر میں اس کے حوالے کر دیا اور حسن کی ولادت کے بعد انہیں آزاد کر دیا گیا"۔ الحسن البصری لاحسان عباس ۔ ص ۲۱۔

دوسرا مبحث

حسن بصریؒ کی زندگی کا اجمالی نقشہ

اس حقیقت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حسن بصریؒ کی زندگی طویل ہونے کی ساتھ ساتھ علم و معرفت اور جدوجہد سے بھرپور تھی۔ انہوں نے تقریباً نوے برس کی عمر پائی اور ان کی علمی عظمت کا ظہور چھوٹی ہی عمر میں ہوگیا تھا یعنی ان کی علمی زندگی ستر برسوں سے زائد عرصے پر محیط ہے۔ اسلامی تاریخ کے اس اہم دور میں تباہ کن سیاسی معرکے اور سرکش فتنے وجود میں آئے اور کلامی اختلافات کے بوئے ہوئے بیج پودوں کی شکل اختیار کر گئے اور پھر ان میں اسلامی فرقوں، مثلاً **شیعہ، خوارج، معتزلہ، قدریہ، جبریہ، مرجئہ** وغیرہ کی صورتوں میں پھل لگے۔

اس طویل مدت میں حسن بصریؒ اموی سلطنت میں فکر اسلامی کی علامت اور نشان بنے رہے۔ اگرچہ انہوں نے سیاسی معرکوں میں زیادہ حصہ نہیں لیا لیکن اکثر دفعہ سیاست کو ان کی عقل کا سہارا لینا پڑا۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ : "اگر حجاج کی تلوار اور حسن بصریؒ کی زبان نہ ہوتی تو اموی سلطنت زندہ نہ رہ سکتی"۔ البتہ کلامی معرکوں میں ان کا حصہ اور ان کی شرکت سب سے بڑھ کر رہی۔ حتیٰ کہ شیعہ، معتزلہ، قدریہ

اور مرجئہ فرقوں میں سے ہر ایک نے اپنی محتاط رائے کے تحت انہیں اپنے عظیم ترین علمبرداروں میں شمار کیا' وہ بلاشبہ ایک عظیم قائد تھے لیکن اگر تھے تو اہل السنۃ کے قائد اور علمبردار تھے"۔

[حسن بصریؒ کے حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابیں بطور مراجع ہیں]

الطبقات ابن سعد - جلد ۷ ' ص ۱۱۴ - المعارف لابن قتیبه - ص ۴۴۰ / ۴۴۱ - تاریخ الاسلام للذهبی - جلد ۳ ' ص ۹۸ / ۱۰۶ - تذکرة الحفاظ للذهبی - جلد ۱ / ۷۱ - ۷۲ - حلیة الاولیاء و طبقات الاصفیاء - جلد ۲ ' ص ۱۳۱ / ۱۶۱ - تهذیب التهذیب - جلد ۲ ' ص ۲۶۳ / ۲۷۱ - النجوم الزاهره - جلد ۱ - ص ۲۶۸ - شذرات الذهب لابن العماد - جلد ۱ ' ص ۱۳۲ - طبقات الحفاظ للذهبی - جلد ۱ ' ص ۲۸ - طبقات الفقهاء للشیرازی ' ص ۶۸ - صفوة الصفوة لابن الجوزی - جلد ۳ ' ص ۱۵۵ - وفیات الاعیان لابن خلکان - جلد ۲ ' ص ۶۹ ۱ امالی المرتضی ' ص ۱۵۲ / ۱۵۳ - الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم - جلد ۱ ' ص ۲ - تاریخ آداب العرب - جلد ۱ ' ص ۲۹۷ - تاریخ ابن خلدون - جلد ۲ ' ص ۱۰۱۵ - البیان والتبیین - جلد ۲ ' ص ۲۱ / ۱۰۹ - المحبر لابن حبیب ' ص ۲۳۵ / ۳۷۸ - الفہرست لابن الندیم ' ص ۳۷ / ۳۸ / ۱۸۳ - الملل والنحل للشهر ستانی ' ص ۳۵ - میزان الاعتدال للذهبی - جلد ۱ ' ص ۲۵۴ - غایة النهایة للجزری - جلد ۱ ' ص ۲۳۵ - الاعلام للزرکلی ' ص ۲۴۲ - فضائل الحسن البصری لابن الجوزی ایا صوفیا ص ۱۶۳۲ - طبعة القاهره - الحسن البصری - احسان عباس الحیاة الادبیة فی البصرة ' ص ۱۶۲ / ۱۶۳ / ۱۶۸ / ۱۸۵ - التفسیر والمفسرون - جلد ۱ ' ص ۱۲۴ - الاخبار الاولیاء ' ص ۲۱ / ۹۹ - رجال الفکر والدعوة للندوی ' ص ۸۴ - دائرة المعارف الاسلامیة جلد ۷ ' ص ۳۸۱ - من الاخبار البصری لعبد الغنی المقدس - یہ کتاب الظاهریة کا قلمی نسخہ ہے۔

حسن بصریؒ کی پرورش ایسی ماں کی گود میں ہوئی جس کا علم سے رابطہ تھا۔ اس ماں کی فضیلت کے لئے یہی بات کافی تھی کہ وہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی آزاد کردہ تھیں اور بصرہ منتقل ہو جانے کے بعد وعظ و نصیحت میں مشغول ہو گئی تھیں۔ خود حسن بصریؒ نے بھی درجنوں صحابہ کرامؓ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا تھا اور پہلی صدی ہجری کے اختتام تک ان سے کسب فیض کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ تاریخ کی کتابوں کے بیان کے مطابق پہلی صدی کے اختتام پر آخری صحابی اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔

بناء برین حسن بصریؒ کی زندگی ایک عام زندگی نہیں تھی۔ اس جیسی شخصیت پر قلم اٹھانا اور اس کا احاطہ کرنا زبردست مشقت طلب کام ہے اس لئے میں نے اپنے اس مقالے میں ان کی زندگی کا اجمالی نقشہ پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ اس اجمالی جائزے میں میں ان کی مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بصرہ میں گزری ہوئی زندگی پر روشنی ڈالوں گا۔ پھر ان کے علمی سفروں کا تذکرہ کروں گا اور اس کے بعد ان کی طرف منسوب رسائل پر بحث کروں گا۔

❑ بصرہ میں گزاری ہوئی زندگی ..

حسن بصریؒ سن ۳۷ ہجری میں مدینہ منورہ سے بصرہ چلے گئے {۱}، یعنی جنگ صفین کے آخری ایام میں۔ بالفاظ دیگر انہوں نے بصرہ میں اپنی زندگی کے بقیہ ایام گزارے۔ اس میں سے غزوات کے سال مستثنیٰ ہیں۔ یعنی سن ۴۳ سے سن ۵۳ ہجری کے درمیانی سال، یہ وہ زمانہ تھا جب مشرقی محاذ پر مجاہدین اسلامی فتوحات کے جھنڈے گاڑ رہے تھے۔ بعض روایات میں ذکر ہے کہ مرو کی جنگ میں حسن بصریؒ احنف بن قیس کے ساتھ تھے اور عبدالرحمٰن بن سمرہ کے ساتھ ان کی فتوحات میں شامل رہے۔ سن ۵۱ ہجری میں جب ربیع

{۱} تھذیب ابن عساکر - جلد ۳، ص ۲۱۹۔

بن زیاد کو خراسان کا حاکم مقرر کیا گیا تو وہ حسن بصریؒ کو کاتب کے طور پر اپنے ساتھ لے گئے۔ اگر ہم تاریخ کی روایات کو بجنسہٖ قبول کرلیں تو ہم یہ کہہ سکیں گے کہ حسن بصریؒ دس برسوں تک بصرہ سے باہر رہے اگرچہ اس شہر سے ان کا رابطہ مکمل طور پر منقطع نہیں ہوا تھا۔

یہ ایک متفق علیہ امر ہے کہ غزوات کے ان دس برسوں میں حسن بصریؒ نے بہت کچھ حاصل کیا۔ عسکری پہلو سے انہوں نے جو کچھ حاصل کیا اس کے نتیجے میں ان کی معرکہ آرائیاں بہادری اور شجاعت کی صفت سے متصف ہوگئیں اور علمی پہلو سے یہ فائدہ ہوا کہ دونوں غزوات میں بہت سے صحابہ کرامؓ کی معیت انہیں حاصل رہی جس سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے بہت کچھ کسب فیض کیا۔

درج بالا صورت حال کے تحت اب ہم بصرہ میں گزاری ہوئی ان کی زندگی کے دو مرحلوں کے سامنے کھڑے ہیں۔ پہلا مرحلہ سن ۳۷ ہجری میں ان کی مدینہ سے بصرہ روانگی کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے {۲} اور اس کا اختتام سن ۴۳ ہجری پر جاکر ہوتا ہے۔ دوسرا مرحلہ سن ۵۳ ہجری سے شروع ہوکر سن ۱۱۰ ہجری میں ان کی وفات تک جاری رہتا ہے۔ پہلے مرحلے کی ابتداء کے وقت ان کی عمر سولہ برس تھی اور بائیس برس کی عمر کو پہنچنے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ عمر کے یہ چھ سال حسن بصریؒ کی نسبت سے علم کے حصول کے سال رہے۔ ان سالوں میں انہوں نے بصرہ سمٹ کر آجانے والے صحابہ کرامؓ سے علم کا سماع کیا۔ یہ حضرات خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری سالوں میں بصرہ آگئے تھے۔ دوسرا مرحلہ جس کی مدت سن ۵۳ سے لے کر سن ۱۱۰ ہجری تک ہے استقرار کا مرحلہ تھا جو ۵۷ برسوں پر محیط تھا۔ اس مرحلے کی ابتداء کے وقت ان کی عمر بتیس سال تھی۔ یہی عمر عقلی اور فکری پختگی کی عمر ہوتی ہے۔ اس مرحلے کو کئی ادوار میں تقسیم کرنا ممکن ہے۔ ان ادوار میں انہوں نے اپنے مدرسے کی بنیاد رکھی۔

{۲} الطبقات الکبری لابن سعد - جلد ۷، ص ۱۲۵ / ۱۲۶۔

علمائے کلام کے ساتھ لڑتے بھڑنے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ان ادوار میں انہوں نے جو سیاسی موقف اختیار کیا اور جو رسائل تصنیف کئے ان پر ہم عاجلانہ نظر ڈالیں گے۔ یہ ادوار ایک دوسرے سے منفصل نہیں ہیں' بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح متصل ہیں کہ ایک دور سے دوسرے دور کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور مواد فراہم ہوتا ہے۔

سب سے پہلے بصرہ میں قائم کردہ ان کے مدرسے کا ذکر ہو گا۔

ڈاکٹر علی سامی النشار اپنی کتاب **نشاۃ الفکر الفلسفی فی الاسلام** {۳} میں لکھتے ہیں کہ:

"عبادت یعنی زہد و تقویٰ کے مختلف مراحل کی انتہا حسن بصریؒ کے قائم کردہ مدرسہ پر جاکر ہوگئی اور رئیس مدرسہ کو فکر اسلامی کی تاریخ میں وہ مقام حاصل ہوگیا جس کے قریب نہ تو ان سے پہلے گزرے ہوئے مفکرین اسلام میں سے کوئی پہنچ سکا اور نہ ہی ان کے معاصرین میں سے کوئی وہاں تک رسائی حاصل نہ کر سکا۔ ان کی ذات کی ہمہ گیری کی بدولت بصرہ پورے عالم اسلامی کے تمام شہروں پر چھا گیا اور مختلف فرقوں' نیز متضاد نظریات رکھنے والے گروہوں نے انہیں اپنی طرف منسوب کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان سے مختلف آراء' متضاد افکار اور متبائن نظریات کا صدور ہوا اور اس سے فائدہ اٹھاکر فرقہ بند گروہوں نے ان کی اشاعت شروع کردی۔ حسن بصریؒ کی ذات ان تمام باتوں کا مجموعہ تھی اور ہمارے لئے یہ کہنا ممکن ہے کہ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں پورے عالم اسلام کے اندر حسن بصریؒ کی شخصیت سب سے بھاری بھرکم شخصیت تھی"۔

{۳} النشار' نشاۃ الفکر الفلسفی فی الاسلام - جلد ۳' ص ۳۹۸ الطبعۃ الثالثہ۔

مؤرخین کو حسن بصریؒ کے مدرسے کو زہد کے وصف سے موصوف کرنے میں بڑی دل چسپی رہی ہے انہوں نے اس مدرسے کے لائحہ عمل کو خوف اور گریہ سے تعبیر کیا ہے۔ [۴] مستشرقین کو تو اس تعبیر سے اور زیادہ دل چسپی ہے۔ میرے خیال میں دو باتیں اس سلسلے میں ممدومعاون ثابت ہوئیں۔

* پہلی بات تو یہ تھی کہ اموی عہد میں بصرہ کے اندر واقع اکثرمدارس پر زہد و تقویٰ کی چھاپ تھی تاکہ اس پرتعیش اور مسرفانہ طرز زندگی کا مقابلہ کیا جاسکے جس نے پوری مملکت پر بالعموم اور بصرہ پر بالخصوص اپنی گرفت مضبوط کر رکھی تھی۔
* دوسری بات یہ تھی کہ عیش و عشرت کی گرفت میں آجانے والی بصرہ کی شہری زندگی کی خرابیوں کا مقابلہ کرنے کی خاطر حسن بصریؒ نے پندونصائح اور وعظ و تلقین کا طریقہ اختیار کیا تھا۔

حسن بصریؒ کے مدرسے پر صرف زہدو تقویٰ کی چھاپ عائد کرنا حقیقت کو مسخ کرنے کے مترادف ہے کیونکہ یہ بات اس صورت حال کے مطابق نہیں ہے جس پر مؤرخین کا اجماع ہے کہ تمام فرقوں یعنی **شیعہ، معتزلہ، قدریہ**، وغیرہ نے حسن بصریؒ کی نسبت اپنی طرف کی تھی، نیز علم کلام کی ابتداء اسی مدرسے سے ہوئی تھی اور پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ بعد میں پیدا ہونے والے مدارس پر کئی صدیوں تک اس مدرسے کا اثر باقی رہا۔

حسن بصریؒ اپنے زمانے میں بصرہ کے متفق علیہ فقیہ تھے اور مختلف فرقوں کے نظریاتی جھگڑوں میں سند اور حجت کی حیثیت رکھتے تھے۔ آراء کے اس دنگل اور مذاہب و مسالک کے اس جنگل میں حسن بصریؒ نے دین کے اندر اپنا ایک ایسا مسلک اختیار کیا جس پر انہیں پورا یقین اور مکمل اعتماد تھا۔ ان کا یہ منہج و مسلک اس مضبوط اور بلند چٹان کی مانند تھا جس سے تیز ہوائیں ٹکراتیں لیکن اس کے اردگرد بکھر جاتیں اور چٹان

---

[۴] ابو زهرة تاريخ الجدل۔ ص ۳۱۴۔

اپنی جگہ جوں کی توں رہتی۔ ان آراء و نظریات سے وہ ایسی باتیں اخذ کرلیتے جن کے ذریعے وہ اپنے مسلک کے حق میں دلیل کو مزید مضبوط کردیتے اور اپنی راہ عمل کو اور زیادہ روشن کرلیتے' نیز اپنی دعوت کو تقویت پہنچاتے اور دین میں جن باتوں کو حق سمجھتے ان کا اثبات کرتے اور جن امور کو لوگوں کے اخلاق کے لئے روشنی کے مینار تصور کرتے ان کی توثیق کرتے۔ {۵} حسن بصریؒ کی درس گاہ سلفی درسگاہ تھی اور وہ خود سید التابعین تھے {۶} اور اس کے پہلو بہ پہلو دعوت و اصلاح کے علمبرداروں میں سے ایک تھے۔ بقول علامہ ابوالحسن علی ندوی یہ حضرات عالم اسلامی کے مرکزی شہروں میں پھیلے ہوئے تھے {۷}۔ ان میں زیادہ مشہور تو سعید بن جبیر' محمد بن سیرین اور عامر شعبی تھے۔ لیکن اس پرچم کو بلند رکھنے والے اور امامت پر منفرد حسن بصریؒ ہی تھے۔

❑ وعظ و نصیحت میں حسن بصریؒ کا کردار ..

فقیہ' محدث' مفسر' متکلم اور دینی و اجتماعی اصلاح کے علمبردار کی حیثیت سے حسن بصریؒ کے پیغام کی جو صورت تھی وعظ و نصیحت کے ذریعے پیغام ان کے نزدیک اس کا ایک جزء تھا۔ حسن بصریؒ اپنے وعظ و نصیحت میں دو باتیں مد نظر رکھتے تھے۔

{۵} ابو زہرۃ تاریخ الجدل۔ ص ۳۱۵۔

{۶} وفیات الاعیان لابن خلکان۔ جلد ۱' ص ۳۵۴ مکتبۃ النہضۃ المصریۃ۔

{۷} رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام للندوی' ص ۹۰۔

* اول : سلف کے معاشرے کے احیاء کی دعوت ۔ اس معاشرے کا سب سے اعلیٰ نمونہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت تھی ۔ یہ معاشرہ پاک و صاف اور ہر آلائش سے مبرا تھا کیونکہ اس نے کتاب اللہ اور سنت رسول کا التزام کیا تھا۔ حسن بصریؒ نے اپنی زندگی کا ایک حصہ خلافت راشدہ کے عہد میں گزارا تھا اور پھر ان کی باقیماندہ زندگی فتنوں کے زمانے اور نئے سرے سے جاہلیت کے سر اٹھانے کے دور میں گزری ۔ اس بناء پر وہ لوگوں کو وہی باتیں اختیار کرنے کی دعوت دیتے تھے جو انہوں نے خود سلف سے اخذ کی تھیں ۔ وہ انہیں سلف کی راہ ہدایت پر چلنے کی تلقین کرتے تھے ۔ انہوں نے ایک دفعہ اپنے رفقاء کے سامنے اپنی ذات پر سلف کے اثرات، نیز فتنوں کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا وہ قابل غور ہے ۔ انہوں نے کہا:

"قرن اول کا جو زمانہ میں نے پایا اگر تم میں سے کوئی شخص اسے پالیتا اور سلف صالحین میں سے جن افراد کو میں نے دیکھا اگر تم میں سے کوئی انہیں دیکھ لیتا تو اس کی صبح غم میں گزرتی اور اس کی شام فکر و اندوہ میں اور اسے پتہ چل جاتا کہ تم میں سے کوشاں فرد بھی لاعب (کھیل کود میں لگے رہنے والے) کی طرح اور جدوجہد کرنے والا تارک کی طرح ہے ۔ اگر میں اپنی ذات سے خوش ہوتا تو میں تمہیں وعظ و نصیحت کرتا لیکن اللہ کو معلوم ہے کہ میں اپنی ذات سے خوش نہیں ہوں" ۔ {۸}

{۸} تاریخ الجدل، ابو زھرۃ ۔ ص ۳۰۷ ۔

* **دوم** : پر تعیش زندگی کا مقابلہ کرنے کے لئے زہد و تقویٰ کی دعوت۔[9] حسن بصریؒ کے نزدیک زہد کا مفہوم دنیا سے منہ موڑ لینا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ قناعت اختیار کی جائے اور دنیا پر ریجھا نہ جائے' نیز کسب معاش میں حلال کی کوشش کی جائے۔ بعض دفعہ حسن بصریؒ کی طرف ایسے اقوال بھی منسوب کر دیئے جاتے ہیں جن میں دنیا سے نفرت دلانے کا پہلو ہوتا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ اقوال ان صوفیاء اور قصہ گو افراد نے گھڑے ہیں جو حسن بصری کے بعد اس دنیا میں آئے تاکہ لوگوں کو جب یہ معلوم ہو کہ ان اقوال کا منبع حسن بصریؒ جیسے ثقہ تابعی ہیں تو وہ ان کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ حسن بصریؒ کے وعظ و نصیحت کا دائرہ صرف عوام الناس تک محدود نہیں تھا بلکہ حکومت سے تعلق رکھنے والے خواص کی نسبت سے ان کے وعظ کا اسلوب زیادہ شدید ہوتا تھا۔ ان کی توجہ ان اجتماعی امراض پر مرکوز تھی جنہوں نے عوام و خواص کو یکساں طور پر اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ ان امراض میں سب سے آگے نفاق کی بیماری تھی۔[10] علامہ ابوالحسن علی ندوی کے بقول حسن بصریؒ نے محسوس کر لیا کہ نفاق کی بیماری اسلامی معاشرے میں سرایت کر گئی ہے' نیز منافقین کو اسلامی حکومت کے اندر عمل دخل حاصل ہو گیا ہے اور وہ تمدنی

{9} الحسن البصریؒ۔ للسندوبی۔ ص ۱۳۱ تا ۱۴۱۔ حلیۃ الاولیاء لابن نعیم۔ جلد ۱' ص ۱۳۱ تا ۱۶۱۔

{10} صفۃ النفاق و المنافقین للمحدث ابی بکر' ص ۶۸ / ۵۷۔

زندگی اور سیاست پر چھا گئے ہیں۔ [11] ایک شخص نے حسن بصری ؒ سے کہا : "ابو سعید کیا آج کل نفاق کا دور دورہ ہے؟"۔ انہوں نے جواب میں فرمایا : "اگر منافقین بصرہ کی گلیوں میں نکل آتے تو تمہیں ان گلیوں سے وحشت آتی"۔ ایک اور موقع پر فرمایا : "خدا کی پناہ' اس امت کو ان منافقین کے ہاتھوں کس قدر تکلیفیں اٹھانی پڑ رہی ہیں جنہوں نے اس پر قبضہ جمالیا ہے اور اسے دبا رکھا ہے"۔

اس قول سے حسن بصریؒ کا اشارہ حکام اور امراء کی طرف تھا۔ حسن بصریؒ اسی طرح امت کے مراعات یافتہ طبقے کی خبر لیا کرتے تھے۔ علامہ ابوالحسن علی ندوی کی رائے میں اسلامی معاشرے کے ایک واعظ کی حیثیت سے لوگوں کے قلوب و عقول پر حسن بصریؒ کے اثر و نفوذ کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اس معاشرے کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا اور معاشرے کی گہرائیوں میں اتر کر اس کے امراض کی تشخیص کی تھی اور پھر ایک رحمدل حکیم اور ایک شفیق ناصح کے طور پر ان پر تنقید کی تھی' اگرچہ حسن بصریؒ کا زمانہ داعیوں اور واعظوں سے بھرا پڑا تھا لیکن اسلامی معاشرہ ان میں سے کسی کے سامنے اس طرح نہیں جھکا تھا جس طرح اس نے حسن بصریؒ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تھا اس لئے کہ وہ معاشرے کے دل پر ہاتھ رکھتے اور زندگی کی گہرائیوں میں اتر جاتے تھے۔ وہ اپنے وعظ میں موت کی یاد دلاتے اور لوگوں کے ذہنوں میں آخرت کا استحضار کرتے۔ چونکہ عیش و عشرت کے دلدادہ افراد ان باتوں کو بھلا کر کھوکھلی تمناؤں سے اپنا دل بہلایا کرتے اور تعیش و اسراف کی زندگی میں تکدر پیدا کرنے والی باتیں سن کر تنگی محسوس کرتے اس لئے حسن بصریؒ ہمیشہ جاہلیت سے نبرد آزما رہتے۔ وہ صرف وعظ کرنے اور خطبے دینے پر اکتفاء نہ کرتے بلکہ ان لوگوں کی

---

[11] رجال الدعوۃ فی الاسلام للندوی: ص ۵۹۔

تربیت بھی کرتے جو اپنا تعلق ان سے قائم کرلیتے اور ان کی مجلسوں میں آنا جانا شروع کردیتے۔ اس طرح حسن بصریؒ دعوت وارشاد اور عملی تربیت' نیز اخلاقی و روحانی تزکیہ کے جامع بن گئے تھے' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے ذریعے بے شمار لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی ار وہ ایمان کی حلاوت سے بہرہ ور ہوکر حقیقت اسلام کے زیور سے آراستہ ہوئے۔

وعظ اور زہد کے سلسلے میں حسن بصریؒ کے بہت سے اقوال جرمن زبان کے ایک مخطوطے سے نقل ہوکر شائع ہوئے ہیں۔ اس مخطوطے پر جرمن مستشرق (Van. H. Ritter) نے تحقیقی کام کیا ہے۔ {۱۲} ان میں سے چند اقوال درج ذیل ہیں۔

* ہم جب حسن بصریؒ کے پاس جاتے تو وہاں سے نکلنے کے بعد دنیا ہماری نظروں میں کوئی چیز نہ ہوتی۔

* حسن بصریؒ جب یہ آیت تلاوت کرتے ﴿ **فلا تغرنکم الحیاۃ الدنیا ولا یغرنکم باللہ الغرور** ۝ ﴾ (تمہیں تمہاری دنیاوی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ رکھے اور اللہ کے بارے میں کوئی چیز تمہیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے) تو فرماتے: "یہ بات کس نے کہی ہے؟ یہ بات اس ذات نے کہی ہے جس نے دنیا پیدا کی ہے اور جو دنیا کو سب سے زیادہ جانتی ہے"۔

* اگر تم غور کرو تو دنیا صرف تین دنوں کی ہے' ایک دن وہ جس کی تم امید نہیں رکھتے۔ دوسرا دن وہ جس کے اندر تمہارا وجود ہوتا ہے اور تمہارے لئے مناسب یہ ہے کہ تم اسے غنیمت سمجھو اور تیسرا وہ دن جس کی آمد پر تمہیں معلوم نہیں ہوگا کہ تم اس میں ہو بھی یا نہیں۔ تم اپنے آج کے دن میں کل کا اور کل کے بعد کا غم داخل

{۱۲} دراسات حول التصوف والزہد عبر التاریخ ' تحقیق جرمن مستشرق (Von. H Ritter)' ص ۲۱ تا ۲۵/۲۳۔

کرنے سے بچتے رہو۔ آج کے دن کا غم ہی کافی ہے۔ کل کا دن جب آئے گا تو وہ اپنی مصروفیات لے کر تمہارے پاس آئے گا۔ بس جو کچھ ہے وہ آج کا دن ہے۔ آج کا دن تو تمہارے پاس ایک مہمان کے طور پر آیا ہے اور وہ تم سے کوچ کر جانے والا ہے اس لئے اگر تم اس کی صحیح طریقے سے 'میزبانی کرو گے تو وہ تمہارے حق میں گواہی دے گا اور تمہاری اس میزبانی کی تعریفیں کرے گا اور تمہارے بارے میں سچ کہے گا۔ لیکن اگر تم اس کی میزبانی میں کوتاہی کرو گے اور صحیح طریقہ اختیار نہیں کرو گے تو وہ تمہارے عیوب کا ڈھنڈورا پیٹے گا۔ یہ دو دن دو بھائیوں کی طرح ہیں کہ ایک بھائی تمہارے پاس مہمان کے طور پر آئے لیکن تم اس کے ساتھ بدسلوکی کرو اور اس کے ساتھ تمہارا رویہ درست نہ رہے اور پھر اس کے چلے جانے کے بعد دوسرا بھائی آئے اور کہے کہ : "میں اپنے بھائی کے جانے کے بعد تمہارے پاس آیا ہوں اگر تم میرے ساتھ حسن سلوک کرو گے تو تمہارا یہ عمل میرے بھائی کے ساتھ کی گئی بدسلوکی کو مٹا دے گا اور تمہارے لئے معافی کا ذریعہ بن جائے گا"۔

* دنیا کی مشغولیات سے بچتے رہو کیونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور جب کوئی شخص اپنے لئے مشغولیت کا ایک دروازہ کھولتا ہے تو یہ دروازہ اس کے لئے دس دروازے کھول دیتا ہے۔

* اللہ عزوجل یہ کر کے رہتا ہے کہ جب اپنے کسی بندے کو دنیا کی کوئی چیز عطا کر دے تو جلد یا بدیر کسی آزمائش کی شکل میں اس جیسا کوئی نہ کوئی خطرہ اسے درپیش ہو جائے۔

* حمید الطویل کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حسن بصریؒ کو رشتے کا پیغام بھیجا۔ طرفین کے درمیان سفارت کے فرائض میں نے سرانجام دیئے اور حسن بصریؒ اس رشتے پر رضامند ہو گئے۔ ایک دن میں نے حسن بصریؒ کے سامنے اس شخص کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ :

"ابو سعید : میں اس رشتے کے سلسلے میں تمہاری معلومات میں یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس شخص کے پاس پچاس ہزار درہم ہیں"۔ یہ

سن کر حسن بصریؒ نے فرمایا : "پچاس ہزار درہم تو حلال طریقے سے جمع نہیں ہو سکتے" میں نے عرض کیا : "وہ ایک پاکباز اور پرہیزگار مسلمان ہے"۔ اس پر حسن بصریؒ نے فرمایا : "اگر اس نے حلال طریقے سے یہ رقم جمع کی ہے تو اس نے اس کا حق ادا کرنے میں بخل سے کام لیا ہے' نہیں! خدا کی قسم نہیں' میرے اور اس کے درمیان رشتہ داری قائم نہیں ہو سکتی"۔

* ہم حسن بصریؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آ کر کہنے لگا : "ابو سعید : ہم ابھی ابھی عبداللہ بن الاہتم کے پاس گئے تھے۔ اس پر جانکنی کا عالم طاری تھا۔ ہم نے اس سے کہا : "ابو معمر' تم اپنے آپ کو کس حالت میں پاتے ہو؟"۔ اس نے جواب دیا : بخدا میں اپنے آپ کو شدید تکلیف کی حالت میں پاتا ہوں اور میرے خیال میں اب میری واپسی کا وقت آ ہی گیا ہے لیکن اس ایک لاکھ کی رقم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو اس صندوق میں بند ہے۔ اس رقم کی نہ تو زکوٰۃ ادا کی گئی اور نہ ہی اس کے ذریعے صلہ رحمی کی گئی" ہم نے پوچھا : "ابو معمر' تم نے یہ رقم کس کے لئے جمع کی تھی؟" اس نے جواب دیا : "بخدا میں یہ رقم زمانے کے خطرات اور سلطان کے ظلم سے بچنے' نیز خاندان بڑھانے کی خاطر جمع کرتا رہا تھا"۔ یہ سن کر حسن بصریؒ نے فرمایا : "بے چارہ! ذرا دیکھو تو اس کے شیطان نے کس طرح آ کر اسے اپنے زمانے کے خطرات اور سلطان کے ظلم سے ڈرایا اور اللہ نے جو نعمت اسے عطا کی تھی اور اس نعمت میں اسے پھولنے پھلنے کا جو موقعہ فراہم کیا تھا اس کا شکر بجالانے سے اسے غافل کر دیا اب وہ بیچارہ اس دنیا سے خالی ہاتھ' لٹا پٹا' اور مذمت و ملامت کا بوجھ لاد کر رخصت ہو گیا۔

* حسن بصریؒ نے فرمایا کہ : مومن کے اخلاق کتے کے اخلاق جیسے ہونے چاہئیں' کتے کی پانچ عادتیں ہیں۔ اول یہ کہ وہ ہمیشہ بھوکا رہتا ہے۔ بھوکا رہنا صالحین کے آداب میں شمار ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ صالحین کی سیرت بھی ایسی ہی

ہوتی ہے۔ سوم یہ کہ اس کی کوئی میراث نہیں ہوتی اور صالحین کی مراد بھی یہی ہوتی ہے۔ چہارم یہ کہ وہ رات کو نہیں سوتا اور صالحین بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ پنجم یہ کہ وہ اپنے مالک کا دروازہ نہیں چھوڑتا خواہ اسے دن میں سو دفعہ کیوں نہ بھگایا جائے۔ صالحین کا شعار بھی یہی ہے۔

* مومن کے لئے ایک مٹھی خشک کھجور اور ایک گھونٹ پانی کافی ہوتا ہے جس طرح چھوٹی سی بکری کے لئے غذا کی یہی مقدار کافی ہوتی ہے۔

* جو شخص اللہ کی نعمت کے حصول پر ﴿ **الحمدلله الذی بنعمته تتم الصالحات** ﴾ کہتا ہے اللہ اسے غنی کر دیتا ہے اور نعمت میں اور اضافہ کر دیتا ہے (درج بالا فقرے کا ترجمہ ہے"۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس کی نعمتوں کے ذریعے اچھے اعمال کی تکمیل ہوتی ہے)۔

* اہل تقویٰ کی چند نشانیاں ہیں جن کے ذریعے ان کی شناخت ہوتی ہے۔ وہ نشانیاں یہ ہیں۔ صدق مقال' وفائے عہد' صلہ رحمی' کمزوروں سے شفقت' فخر و تکبر کی قلت' دوسروں کے ساتھ نیکی' لوگوں کے سامنے فخر و مباہات کے اظہار کی قلت اور حسن اخلاق' وسعت اخلاق اللہ سے قریب کر دیتی ہے۔[۱۳]

* اہل ایمان زمین پر اللہ کے مقرر کردہ گواہ ہیں۔ وہ انسان کے اعمال کو اللہ کی کتاب پر پرکھتے ہیں اور جو اعمال اللہ کی کتاب کے موافق ہوتے ہیں' ان پر اللہ کی تعریف کرتے ہیں۔ جو اعمال اللہ کی کتاب کے خلاف ہوتے ہیں ان کے متعلق انہیں علم ہو جاتا ہے کہ یہ اللہ کی کتاب کے خلاف ہیں۔ وہ قرآن کے ذریعے گمراہوں کی گمراہی کا پتہ لگاتے ہیں۔

* جو شخص یہ جاننا پسند کرے کہ وہ کیا ہے تو اسے اپنی ذات کو قرآن پر پرکھنا چاہیے۔

---

[۱۳] دراسات حول التصوف والزهد عبر التاريخ' تحقیق جرمن مستشرق Von H Ritter' ص ۲۱ تا ۲۵/۲۲۔

* اللہ کے نبی ﷺ کی سنت سے منہ موڑنے والوں کی تعداد کس قدر زیادہ ہے اور اس کی سنت کے تارک کس قدر زیادہ ہیں۔ پھر گنوار قسم کے فاسق و فاجر لوگ جو سود خوری کرتے اور مال غنیمت ہڑپ کر جاتے ہیں اور جنہیں میرے رب نے احمق اور بے وقوف قرار دے کر ان پر اپنی پھنکار ڈالی ہے' اس گھمنڈ میں مبتلا ہیں کہ ان کی حرام خوری اور شراب نوشی نیز اپنے گھروں کی آرائش و زیبائش کا ان سے کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا اور کہتے ہیں کہ کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کردیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کردیں؟ (سورہ اعراف - ۳۲) وہ اس آیت کا وہ مفہوم لیتے ہیں جو اللہ کے ہاں مراد نہیں ہے۔ یہ بات تو اللہ نے اولیاء الشیطان کے لئے کہی ہے۔ زینت تو وہ چیزیں ہیں جو زمین کی پشت پر موجود ہیں اور طیبات یعنی پاک چیزیں وہ ہیں جنہیں اللہ نے زمین کی تہوں میں رکھ دیا ہے۔لیکن ان میں کا کوئی شخص اٹھتا ہے اور اللہ کی نعمت کو اپنے بطن اور فرج کی جولانگاہ بنالیتا ہے اور اپنی پشت پر اسے لاد لیتا ہے۔ جب اللہ نے اپنے بندوں کو وہی نعمتیں عطا کردیں جو اسے عطا ہوئی ہیں تو اگر وہ چاہتا تو اپنے بندوں کے لئے بھی اس طریق کار کی اباحت کردیتا لیکن اللہ نے مذکورہ آیت کے بعد وہ بات بھی بیان فرمادی جسے یہ سب جانتے ہیں کہ (کھاؤ اور پیو لیکن اسراف نہ کرو بے شک اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا) اس لئے جو شخص اللہ کے اس معیار کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی نعمتوں سے مستفید ہوگا وہ ان نعمتوں کو مزے لے لے کر کھائے گا اور پوری طرح لطف اندوز ہوگا لیکن جو شخص ان نعمتوں کو اپنے بطن اور فرج کی جولانگاہ بنائے گا اور انہیں اپنی پشت پر سوار کرلے گا قیامت کے دن یہ نعمتیں اس کے لئے وبال بن جائیں گی۔

* خدا کی قسم' اگر تیز رفتار عمدہ ترکی گھوڑے انہیں لے کر دوڑیں اور ان کے قدم لوگوں کو روند ڈالیں تو بھی معصیت کی ذلت ان کے دلوں میں باقی رہے گی۔ یقیناً اللہ کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ جو بندہ بھی اس کی نافرمانی کرے گا وہ اسے ذلیل کرکے رہے گا۔ (۱۴)

* حق بات تو یہ ہے کہ ہم نے ان کی (حکمرانوں کی) طاعت کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے اور ہمیں ان کے خلاف بغاوت کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ نیز ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان کی مضرتوں کا دفعیہ توبہ و استغفار اور دعا کے ذریعے کریں اس لئے جو شخص بھلائی کا طلبگار ہوگا وہ اسی طریقے پر عمل کرے گا اور اس کی مخالفت نہیں کرے گا۔

* ایک مرتبہ حسن بصریؒ گورنر ابوہبیرہ کے پاس سے اٹھ کر باہر آئے تو دیکھا کہ دروازے پر قراء حضرات گورنر سے ملاقات کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ یہ دیکھ کر انہوں نے فرمایا : "تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہو' کیا تم ان خبیث لوگوں کے پاس جانا چاہتے ہو' خدا کی قسم' ان لوگوں کے ساتھ مجالست نیکوں کے ساتھ مجالست نہیں ہے یہاں سے چلے جاؤ اللہ تمہاری روح اور جسم کو ایک دوسرے سے الگ کردے! غضب خدا کا! تم نے اس مقصد کے لئے جوتے پہن لئے ہیں' کپڑے سمیٹ لئے ہیں اور بالوں میں کنگھی کرلی ہے۔ تم نے قرآن کے قاریوں کو ذلیل کرادیا' اللہ تمہیں ذلیل کرے' خدا کی قسم اگر تم ان لوگوں کے پاس موجود دنیاوی مال و دولت سے بے رغبتی کا اظہار کرتے تو یہ لوگ تمہارے پاس موجود اخروی خزانے کی طرف راغب ہوجاتے لیکن تم ان کی چیزوں کی طرف راغب ہوگئے جس کے نتیجے میں انہوں نے تمہاری چیزوں سے منہ موڑ لیا۔ اللہ نے جسے چاہا دور کردیا۔

* حسن بصریؒ کا گزر ایک ایسے فقیر کے پاس سے ہوا جو بادشاہ کے دروازے پر پڑا تھا اسے دیکھ کر حسن بصریؒ نے فرمایا : "تم نے اپنے اعمال سے اپنی پوری جماعت کو ذلیل و خوار کردیا۔ تم علم کا خزانہ اٹھاکر ان لوگوں کے دروازوں تک لے آئے جس کے نتیجے میں ان لوگوں کو تم سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ سنو' اگر تم اپنے گھروں میں بیٹھ رہتے تو اس صورت میں یہی لوگ تمہارے پاس آنے کے وسیلے تلاش کرتے اور یہ

{۱۴} دراسات حول التصوف والزهد عبر التاريخ ' تحقیق جرمن مستشرق (Von H Ritter)' ص ۲۱ تا ۲۳/۲۵۔

بات تمہارے حق میں زیادہ عظمت کی حامل ہوتی' دور ہو جاؤ' اللہ تمہارے اعضاء جدا جدا کردے!

* مجھے لوگ تو نظر آتے ہیں لیکن عقول نظر نہیں آتے' میں آوازیں تو سنتا ہوں لیکن کوئی ہمدم نظر نہیں آتا۔ چرب زبانی خوب پھل پھول رہی ہے لیکن دل ہیں کہ مردہ اور قحط زدہ ہیں۔

* میں نے ایسے لوگوں کا زمانہ پایا ہے جو سب سے بڑھ کر امر بالمعروف کرنے والے اور سب سے زیادہ اس پر چلنے والے تھے' سب سے بڑھ کر برائی سے روکنے والے اور سب سے زیادہ اس سے کنارہ کشی اختیار کرنے والے تھے لیکن اب میں ایسے لوگوں کے درمیان ہوں جو سب سے بڑھ کر امر بالمعروف کرنے والے' لیکن سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے ہیں۔ سب سے بڑھ کر برائی سے روکنے والے' لیکن سب سے زیادہ اس برائی میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ زندگی گزارنے کا کیا لطف اور مزہ ہے!

* خدا کی قسم' جس کسی نے قرن اول کا مبارک زمانہ دیکھا ہے اور اب وہ تمہارے درمیان زندگی کے دن پورے کررہا ہے' یقیناً اس کی صبح غم کی حالت میں اور اس کی شام فکر واندوہ کی شکل میں ہوتی ہوگی۔ [۱۵]

* معارف یعنی نیکیوں کا خاتمہ ہوگیا اور اب مناکر یعنی برائیاں باقی رہ گئیں۔ اب جو مسلمان باقی ہے وہ غمزدہ ہے۔

* میں نے تو ایسے لوگ دیکھے ہیں جن میں سے کوئی ایسا ہوتا کہ اس کے گھر میں کبھی ایک کپڑا بھی تہہ کرکے رکھا نہ جاتا اور نہ ہی کبھی وہ اپنے گھر والوں سے کھانا لانے کے لئے کہتا اور نہ ہی اس کے اور زمین کے درمیان کوئی چیز ہوتی یعنی بستر کے بغیر فرش

---

[۱۵] دراسات حول التصوف والزهد عبر التاریخ ' تحقیق جرمن مستشرق Von H Ritter' ص ۲۱ تا ۲۳/۲۵۔

زمین پر لیٹ جاتا۔ ان میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا جو کہتا کہ :

"میری تمنا یہ ہے کہ میں ایک لقمہ کھالوں اور یہ لقمہ میرے معدے میں جاکر اینٹ بن جائے کیونکہ یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اینٹ تین سو برسوں تک باقی رہتی ہے۔ میں نے تو ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جن میں کوئی ایسا ہوتا جسے وراثت میں ایک بڑی دولت مل جاتی تو وہ کہتا "خدا کی قسم یہ تو زبردست بکھیڑا ہے"۔

پھر وہ اپنے بھائی سے کہتا:

"میرے بھائی، مجھے معلوم ہے کہ یہ دولت میری میراث اور میرے لئے حلال ہے لیکن مجھے خوف ہے کہ اس کی وجہ سے کہیں میرے دل اور میرے اعمال میں بگاڑ نہ پیدا ہو جائے اس لئے یہ تم لے لو، مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح یہ دولت اس کا کچھ بگاڑ نہ سکی۔ خدا کی قسم دولت زبردست بکھیڑے کے سوا اور کچھ نہیں ہے"۔

* میں نے تو ایسے لوگ دیکھے ہیں جن میں سے کوئی ایسا ہوتا جس کی نظروں میں دنیا اس کے قدموں تلے کی مٹی سے بھی حقیر ہوتی۔ میں نے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے جن میں سے کوئی ایسا ہوتا جس کے پاس صرف ایک وقت کا کھانا ہوتا اور وہ کہتا : "میں یہ سارا کھانا اپنے پیٹ میں نہیں ڈالوں گا بلکہ اس کا ایک حصہ اللہ کی راہ میں صدقہ کردوں گا۔ پھر وہ اس کھانے کا کچھ حصہ صدقہ کردیتا خواہ وہ خود اس کھانے کا اس شخص سے بڑھ کر ضرورت مند کیوں نہ ہوتا جسے اس نے بطور صدقہ یہ کھانا دے دیا تھا۔

* جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مبعوث کیا تو فرمایا : "یہ میرا نبی ہے اور یہ میرا پسندیدہ ترین ہے۔ اس کی سنت کو تم وسیلہ بناؤ"۔ خدا کی قسم، اس نبی کے پاس نہ تو صبح کے وقت کھانوں سے بھرے ہوئے تھال لائے جاتے تھے اور نہ ہی شام کو، نہ لوگوں کے لئے آپ کے دروازے بند ہوتے اور نہ ہی دربان کھڑے کئے جاتے۔ بلکہ آپ فرش زمین پر بیٹھتے اور کھانا بھی زمین پر ہی رکھ کر کھاتے۔ آپ موٹے کپڑے پہنتے اور

گدھے کی سواری کرتے اور اپنے غلام کو اپنے پیچھے سوار کر لیتے اور کھانے کے بعد اپنی انگلیاں چاٹ لیتے۔ {۱۶}

{۱۶} دراسات حول التصوف والزهد عبر التاريخ ' تحقیق جرمن مستشرق Von H Ritter، ص ۲۱ تا ۲۵/۲۲۔

حسن بصریؒ کا سیاسی موقف ..

چونکہ حسن بصریؒ نے اپنی زندگی کا زیادہ حصہ اموی عہد سلطنت میں گزارا تھا اس لئے دو باتوں کے ذریعے ان کے سیاسی موقف کی تحدید ممکن ہے۔ اول اس عہد میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں ان کا موقف اور دوم :
حکمرانوں کے بارے میں ان کا موقف {۱۷}
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اموی سلطنت کا دور شروع ہو گیا۔ پھر ان کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دست برداری کا اعلان کر دیا۔ تاہم واقعات کا سلسلہ اس حد پر آکر نہیں رکا' بلکہ یہ سلسلہ چلتا رہا حتیٰ کہ اس نے اموی حکومت کو کمزور کرکے اس کا خاتمہ کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش اور حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان چپقلش کے وقت حسن بصریؒ نوجوان تھے۔ اس وقت ان کی عمر بیس برس کی بھی نہیں ہوئی تھی' اس میں کوئی شک نہیں کہ درج بالا واقعات و حادثات انہیں سخت ناپسند تھے' کیونکہ ان واقعات نے ایک اندھے فتنے کی شکل اختیار کر لی تھی۔ سن ۶۱ ہجری میں حضرت حسینؓ کی شہادت تک حسن بصریؒ عزلت پسند رہے جیسے بعض صحابہ کرامؓ کا بھی یہی طریق کار رہا۔ تاہم مشرقی محاذ پر ہونے والے معرکوں اور فتوحات میں وہ شریک ہوئے اور علمی' فکری اور فقہی پہلوؤں کے اعتبار سے انہیں بڑا فائدہ پہنچا۔
سچ بات تو یہ ہے کہ سیاسی واقعات کے سلسلے میں حسن بصریؒ نے ایک محتاط موقف اختیار کر رکھا تھا' خاص طور پر ان واقعات کے بارے میں جنہوں نے خانہ جنگی کی شکل

{۱۷} ابن الاثیر - جلد ۳' ص ۲۴۲ - جلد ۳' ص ۳۱۶ - جلد ۴' ص ۱۷۰ -- البدایہ والنہایہ ابن کثیر - جلد ۷' ص ۳۸۳۔

اختیار کرلی تھی اور مسلمانوں کا خون بہنے کا سبب بنے تھے۔ حسن بصریؒ نے مسلح بغاوت کے ساتھ اپنی ہمدردی کا اظہار نہیں کیا اگرچہ یہ بغاوت اسلام کے نام پر ہوئی تھی۔ بلکہ ان صحابہ کرامؓ کی پیروی کی تھی جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش کے آغاز ہی سے عزلت کی زندگی اور گوشہ نشینی اپنالی تھی۔ البتہ حسن بصریؒ کی آرزو یہ تھی کہ مسلمانوں کا کوئی ایسا سربراہ پیدا ہو جائے جو ان کی سیاسی اور معاشرتی پراگندگی ختم کرکے ان کے درمیان عدل قائم کردے۔

حجاج کے خلاف ابن الاشعث نے جو مسلح بغاوت کی تھی اس کے متعلق حسن بصریؒ کے موقف کی ایک مثال ہم یہاں بیان کرنا پسند کریں گے۔ حجاج نے ابن الاشعث کو سن ۸۰ ہجری میں بجستان کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اگلے سال ابن الاشعث نے فوج جمع کرکے حجاج کے خلاف بغاوت کردی اور پھر طرفین میں خونریز جنگ کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا جس کی انتہا سن ۸۴ ہجری میں ابن الاشعث کے قتل پر جاکر ہوئی۔ ابن الاشعت کے ساتھ بصرہ کے اکثر فقہاء و علماء اور قراء حجاج کے خلاف جنگ کے لئے نکل پڑے تھے لیکن حسن بصریؒ ان کے ساتھ نہیں نکلے۔

طبقات ابن سعد {۱۸} میں مرقوم ہے کہ کوفہ اور بصرہ کے اکثر قراء ابن الاشعث کے ساتھ نکل پڑے تھے لیکن حسن بصریؒ اپنی مجلس میں بیٹھے رہے اور لوگوں کو خروج سے منع کرتے رہے اور نہ صرف اموی سلطنت کے خلاف بلکہ خود حجاج کے خلاف بھی انہیں بغاوت سے روکتے رہے۔ ان کے پاس قراء کی ایک جماعت آئی اور ان سے ان کی رائے دریافت کی۔ انہوں نے کہا :

"ابو سعید، تم اس سرکش اور ظالم انسان یعنی حجاج کے بارے میں کیا کہتے ہو جس نے نہ صرف خون ناحق بے دریغ بہایا ہے بلکہ لوگوں کے اموال پر ناجائز قبضہ بھی جمالیا ہے اور نماز تک چھوڑ بیٹھا ہے وغیرہ وغیرہ"۔

{۱۸} الطبقات لابن سعد - جلد ا، ص ۱۶۳۔

حسن بصریؒ نے جواب میں فرمایا :

"میری رائے ہے کہ تم لوگ اس کے خلاف جنگ نہ کرو' کیونکہ اگر یہ شخص اللہ کی سزا کے طور پر تم پر مسلط ہو گیا ہے تو تم اپنی تلواروں کے ذریعے اللہ کی سزا کو دور نہیں کرسکتے اور اگر یہ بلا کے طور پر نازل ہوا ہے تو صبر کرو حتیٰ کہ اللہ فیصلہ فرمادے' وہی تمام فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے"۔

حسن بصریؒ اور ان کے بھائی سعید کے درمیان اس مسئلے میں بڑی کشیدگی رہی کیونکہ سعید اس بغاوت کے حامی تھے' ایک دفعہ سعید نے حسن سے کہا :

"ہم جب کل شامیوں کا مقابلہ کریں گے تو ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہو گا؟ ہم تو یہ کہیں گے کہ ہم نے امیرالمومنین کی بیعت ترک نہیں کی اور نہ ہم اسے ترک کرنا چاہتے ہیں۔ ہم تو امیرالمومنین سے صرف اس لئے ناراض ہیں کہ انہوں نے حجاج جیسے ظالم انسان کو ہم پر حاکم بنادیا ہے' ہمارا مطالبہ تو بس یہ ہے کہ امیرالمومنین اسے ہماری گردنوں سے اتار دیں"۔

سعید نے جونہی اپنی بات ختم کی' حسن بصریؒ نے فوراً فرمایا :

"لوگو' اللہ تعالیٰ نے تم پر حجاج کو صرف سزا کے طور پر مسلط کیا ہے اس لئے تلوار لے کر اللہ کی سزا کا مقابلہ نہ کرو بلکہ اللہ کے سامنے گڑگڑانے اور اپنی جگہ پر سکون رہنے کو اپنا وطیرہ بنالو"۔

ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ لوگ حضرت حسن بصریؒ کی یہ باتیں سن کر بہت متاثر ہوئے' پھر ابن الاشعث نے بھی حسن بصریؒ کو خروج پر مجبور کردیا۔ چنانچہ وہ نکلے تو سہی لیکن راستے میں کھسک گئے اور اس طرح جنگ میں ملوث ہونے سے بچ رہے۔ {۱۹}

{۱۹} الطبقات لابن سعد - جلد ۱' ص ۱۶۳۔

سچی بات تو یہ ہے کہ حسن بصریؒ کے اس موقف کو تنقید کا سامنا کرنا پڑا ہے کیونکہ منفی رویہ نہ تو کسی ظالم کو روک سکتا ہے اور نہ ہی کسی سرکش کو پیچھے دھکیل سکتا ہے۔ تاہم ہمارے لئے حسن بصریؒ کی ایک معذوری کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ ان کی رائے تھی کہ فتنوں سے دور رہا جائے اور مسلمانوں کے درمیان پیدا ہونے والی آویزشوں میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کیا جائے۔ اگر کتاب و سنت کو چھوڑ کر مسلح بغاوت کا راستہ اختیار کیا جائے تو اس کا نتیجہ بہت برا نکلے گا اور پوری قوم اس برائی کی لپیٹ میں آجائے گی۔

علامہ ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا یہ تبصرہ قابل ذکر ہے کہ امام ابوحنیفہ کی طرح حسن بصریؒ کی نظروں میں بھی مسلح بغاوت کی افادیت مشکوک تھی۔ {۲۰}

حکام کے ساتھ حسن بصریؒ کے روابط ..

حکام کے ساتھ حسن بصریؒ کے روابط خیرخواہی اور نصیحت آمیز رویے پر مبنی تھے۔ کسی بھی موقع پر وہ حکام کے سامنے حق گوئی سے نہیں چوکتے تھے اور اس سلسلے میں انہیں کسی ملامت کی پرواہ نہیں ہوتی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے مطالبے پر انہوں نے جو مراسلہ انہیں ارسال کیا تھا اور جس میں انہوں نے عادل حاکم کی صفات بیان کی تھیں وہ حکام کی سلامت روی کے سلسلے میں ایک دستور اور لائحہ عمل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مراسلے میں انہوں نے ادب کے پردے میں جس جرأت کا مظاہرہ کیا تھا وہ ایمانی قوت کے ایک شاہکار کا درجہ رکھتی ہے اور اس کے اثرات کی کوئی حد نہیں تھی۔ {۲۱} اس مراسلے کے درج ذیل کلمات ہمارے لئے کافی ہیں :

{۲۰} خلافت و ملوکیت - ص ۱۴۹ - عربی ایڈیشن۔

{۲۱} العقد الفرید لابن عبد ربہ - جلد ۲، ص ۱۴۳/ ۱۴۴ -- تاریخ الاسلام السیاسی حسن ابراہیم - جلد ۱، ص ۹۶۔

"امیرالمومنین' اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو سلطنت عطا کی ہے' اس کے سلسلے میں آپ اس غلام کی طرح نہ بن جائیں جس کے مالک نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے اپنا مال اور اہل و عیال اس کی حفاظت میں دے دیا ہو اور پھر وہ غلام اس کے مال کو تباہ کردے اور اس کے اہل و عیال کو بھگادے اور اس طرح مالک اپنے مال اور اہل و عیال سے خالی ہاتھ رہ جائے"۔

عدی بن ارطاۃ جب بصرے کا حاکم مقرر ہوا تو اس نے حسن بصریؒ کو قضا کا عہدہ سپرد کرنے کا عزم کرلیا' لیکن حسن بصریؒ نے یہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کردیا اور بھاگ کر روپوش ہوگئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حسن بصریؒ نے یہ عہدہ قبول کرنے سے اس لئے انکار کردیا تھا کہ انہیں خدشہ تھا کہ کہیں وہ یہ عہدہ قبول کرکے ظالموں کے مددگار نہ بن جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیزؒ نے انہیں اس عہدے کی پیشکش کی تو انہوں نے یہ پیشکش قبول کرلی، اس موقعے پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا تھا کہ : "میں نے سید التابعین کو بصرہ کا قاضی بنادیا ہے"۔ {۲۲}

کوئی شخص یہاں یہ سوال اٹھا سکتا ہے کہ ان دونوں باتوں میں کیا فرق ہے؟ عدی بن ارطاۃ کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ہی بصرہ کا والی مقرر کیا تھا اور وہ اس عہدے پر سن ۱۰۲ ہجری تک متمکن رہا حتیٰ کہ یزید بن مہلب کے فتنے میں وہ قتل ہوگیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حسن بصریؒ نے عدی بن ارطاۃ کی پیشکش اس لئے قبول نہیں کی تھی کہ کہیں وہ اس کے دباؤ میں نہ آجائیں اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی پیشکش اس لئے قبول کرلی تھی کہ وہ ان کے ہی سامنے جواب دہ رہیں اور ان پر عدی کا کوئی دباؤ نہ رہے۔ مصادر تاریخ کا تتبع کرنے والے کے سامنے یہ بات واضح ہوجائے گی کہ حکام کے بارے

{۲۲} البیان و التبیین للجاحظ - جلد ۲' ص ۳۷۷ -- الحسن البصری لابن الجوزی' ص ۵۷۔

میں حسن بصریؒ کا موقف ایک مومن اور شجاع عالم کا موقف رہا جسے حق گوئی کے سلسلے میں کسی ملامت کی پرواہ نہیں تھی۔ {۲۳}

ابن الاثیر اور ابن کثیرؒ نے حسن بصریؒ کا درج ذیل قول نقل کیا ہے : {۲۴}

"معاویہ رضی اللہ عنہ کے اندر چار باتیں تھیں، اگر ان کے اندر ان میں سے صرف ایک بات ہی ہوتی تو تباہی کے لئے کافی ہوتی۔

* **اول** : تلوار لے کر امت مسلمہ پر ان کا جھپٹ پڑنا اور پھر مشاورت کے بغیر خلافت پر قابض ہو جانا حالانکہ اس وقت امت میں باقی ماندہ صحابہ کرامؓ موجود تھے اور اہل فضیلت کی بھی کمی نہیں تھی۔

* **دوم** : اپنے بعد اپنے بیٹے کو خلیفہ مقرر کرنا حالانکہ وہ پکا شرابی اور نشہ باز تھا، ریشم پہنتا تھا اور آلات طرب سے شغل رکھتا تھا۔

* **سوم** : زیاد کو اپنا نسبی بھائی بنالینا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ : "ولد فراش کا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہے"۔ (یعنی پیدا ہونے والا بچہ اس شخص کا ہوتا ہے جو اس کی ماں کا شوہر ہے۔ زنا کار کا نہیں ہوتا)۔

{۲۳} تاریخ الرسل و الملوک - للطبری - جلد ۵، ص ۳۲۵ / ۳۲۶ -- الطبقات الکبری لابن سعد - جلد ۷، ص ۱۳۲ تا ۱۴۷ -- وفیات الاعیان لابن خلکان - جلد ۲، ص ۲۸۱۔

{۲۴} الکامل فی تاریخ لابن الاثیر - جلد ۳، ص ۲۴۲ -- البدایہ و النهایہ لابن کثیر - جلد ۸، ص ۱۳۰۔

* چہارم : حضرت حجر رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے خلاف ان کا نبرو آزما ہو جانا۔ اس کارروائی کا نتیجہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کس قدر تباہ کن ثابت ہوا"۔

حسن بصریؒ نے بنی امیہ پر جو تنقید کی ہے اس کا ذکر ابن الاثیر نے کیا ہے۔ {۲۵}
ایک دفعہ حسن بصریؒ سے کہا گیا کہ وہ شائد اہل شام سے خوش ہیں۔
اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا :

"میں اہل شام سے خوش ہوں؟ ان پر اللہ کی پھٹکار ہو! اللہ ان کا بیڑہ غرق کرے! کیا یہ لوگ وہی نہیں ہیں جنہوں نے حرم رسول ﷺ یعنی مدینہ منورہ کی بے حرمتی کرتے ہوئے وہاں کے مکینوں کو قتل و غارت گری کا نشانہ بنایا اور اپنے نبطی اور قبطی فوجیوں کو تین دنوں تک وہاں اودھم مچائے رکھنے کی اجازت دے دی جنہوں نے اس دوران دین دار آزاد خواتین کو ان کے پردوں سے نکال باہر کیا اور ہوس کا نشانہ بنایا۔ پھر ان ہی شامیوں نے وہاں سے مکہ معظمہ جا کر حرمت والے گھر کا محاصرہ کر لیا اور کعبہ کو منہدم کر کے اس کے پتھروں اور پردوں کو آگ لگا دی۔ ان پر اللہ کی لعنت ہو اور ان کا انجام برا ہو!!"

حسن بصریؒ حجاج کو ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھتے تھے لیکن اس کے خلاف بغاوت کو تسلیم نہیں کرتے تھے تاکہ جنگ و جدل کا فتنہ اٹھ کھڑا نہ ہو۔ جب حجاج فوت ہوا تو یہ خبر سن کر حسن بصریؒ سجدہ شکر بجالائے۔ الشیخ ابو زہرہ کی یہ رائے بڑی قابل قدر ہے کہ حسن بصریؒ عملی طور پر سیاست سے کنارہ کش رہے لیکن فکری طور پر اس سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی، بلکہ امت مسلمہ پر پڑنے والی ہر افتاد کے بارے میں ان کی اپنی

{۲۵} الکامل التاریخ لابن الاثیر ۔ جلد ۴، ص ۱۷۰

ایک رائے تھی۔ {۲۶}

بنی امیہ کے بارے میں حسن بصریؒ کے جو خیالات تاریخ کے توسط سے ہم تک پہنچے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بنی امیہ کے حمایتی نہیں تھے۔ {۲۷} تاہم وہ لوگوں کو بنی امیہ کے خلاف بغاوت کرنے اور ان سے ٹکرانے کی دعوت نہیں دیتے تھے بلکہ وہ انہیں راہ ہدایت پر لانے کے لئے موعظۂ حسنہ یعنی عمدہ نصیحت کا طریقہ اختیار کرتے اور ان کے مظالم پر سخت تنقید اور غم و غصے کا اظہار کرتے۔ {۲۸}

الشیخ ابو زہرہ نے اپنی کتاب {۲۹} میں لکھا ہے کہ :

"کوئی شخص یہ سوال کرسکتا ہے کہ حسن بصریؒ یہ تمام مظالم دیکھ کر خاموش کیوں رہے اور لوگوں کو ظالموں کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہونے اور ظالمانہ کارروائیوں سے انہیں روک دینے کی دعوت کیوں نہیں دی؟ حالانکہ **امر بالمعروف اور نہی عن المنکر** کا یہی طریقہ تھا"۔

اس کا جواب الشیخ ابو زہرہ ان الفاظ میں دیتے ہیں :

* اس لئے کہ انہوں نے محسوس کرلیا تھا کہ بنی امیہ کے خلاف بغاوت کی دعوت سے اور انتشار پھیلے گا، امن عامہ مزید تباہ ہوجائے گا اور حالات اور زیادہ خراب ہوجائیں گے۔ انتشار کی ایک گھڑی کے اندر جس قدر مظالم کا ارتکاب ممکن ہوتا ہے استبداد کے کئی سالوں کے اندر اس کا امکان نہیں ہوتا۔

{۲۶} تاریخ الجدل لابی زهرة - ص ۳۱۰۔

{۲۷} تاریخ الاسلام و الطبقات المشاهیر و الاعلام للذهبی - جلد ۴، ص ۹۹ - دولة الاسلام - جلد ۱، ص ۵۳ - - تذکرة الحفاظ - جلد ۱ ص ۷۱ - - الطبقات الکبری لابن سعد - جلد ۷، ص ۱۵۷۔

{۲۸} وفیات الاعیان لابن خلکان جلد ۱ ص ۳۵۲۔

{۲۹} تاریخ الجدل ابو زهرة، ص ۳۲۳۔

* ان کی رائے تھی کہ حکمرانوں کے خلاف بار بار بغاوت اسلامی سلطنت کی چولیں ہلا دے گی۔ اس سے مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی کی آگ اور بھڑکے گی جس سے دشمنوں کو ان پر حملہ آور ہونے اور ان کے حقوق کو پامال کرنے کا موقعہ مل جائے گا۔
* ان کی یہ بھی رائے تھی کہ بغاوت کی وجہ سے خون تو خوب بہے گا لیکن اس کے نتیجے میں نہ تو کوئی حق قائم ہو گا اور نہ ہی ازروئے ظلم چھینی ہوئی کسی چیز کی واپسی عمل میں آئے گی بلکہ لوگ ایک ظالم کے قبضے سے نکل کر ایک زیادہ ظالم کے قبضے میں چلے جائیں گے۔
* وہ یہ سمجھتے تھے کہ اس انتشار کی اصلاح کا درست طریقہ یہ ہے کہ اگر حکام کے بگاڑ کی اصلاح مشکل ہو تو پھر محکومین یعنی رعایا اور عوام الناس کے بگاڑ کی اصلاح کی جائے۔ ان کے خیال میں حاکم و محکوم دونوں کے اندر فساد اور خرابی جڑ پکڑ گئی تھی، کیونکہ کسی قوم کے حکام اس قوم کا ہی عکس اور اس کی حالت کا مظہر ہوتے ہیں اس لئے جب تک قوم نہ بدلے اس وقت تک حکام نہیں بدل سکتے، یہ دونوں باتیں آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔

☐ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں حسن بصریؒ کے ایام ..{۳۰}

حسن بصریؒ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی تھی اور انہوں نے وادی القریٰ میں اپنے خاندان کے ساتھ اپنی زندگی کے ابتدائی سولہ سال گزارے تھے۔ پھر یہ خاندان جنگ صفین کے آخری ایام میں سن ۳۷ ہجری کے اندر مدینہ منورہ چھوڑ کر بصرہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ بالفاظ دیگر حسن بصریؒ مدینہ منورہ میں سولہ برس تک رہے اور پھر یہاں ان کا آنا جانا بہت کم رہا۔{۳۱}

{۳۰} الحسن البصری ۔۔احسان عباس۔ ص ۲۲۔

{۳۱} تهذیب ابن عساکر - جلد ۳، ص ۳۱۹۔

کہا جاتا ہے کہ حسن بصریؒ نے چودہ سال سے زائد عمر میں قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ زندگی کے اس مختصر دور میں ان کی ماں کا ان پر بہت اثر ہوا، کیونکہ ان کی والدہ کی عربی زبان درست تھی اور احادیث کی روایت سننے اور انہیں آگے روایت کرنے کا پورا ملکہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حسن بصریؒ کی پرورش اور تربیت میں ماں کا اثر باپ سے بڑھ کر تھا، بلکہ حسن کی زندگی میں ماں کے اثرات کے ظہور اور باپ یسار کی شخصیت کے پس پردہ ہونے کی کیفیت شائد اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ بچوں کی تربیت اور خانگی امور میں ماں کی شخصیت غالب رہی تھی۔

حسن بصریؒ اور ان کے بھائی سعید نے دین داری کا جو راستہ اختیار کیا تھا اس میں ان کی والدہ محترمہ نے سب سے پہلا اور فیصلہ کن کردار ادا کیا تھا۔ ان کی والدہ کے اندر قصوں کی شکل میں وعظ و نصیحت کرنے کا میلان پایا جاتا تھا اور حسن نے ان سے یہی میلان اخذ کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ والدہ نے حسن بصریؒ کے بچپن میں انہیں قصوں کی شکل میں واقعات سنا سنا کر ان کے لئے ابتدائی مواد فراہم کر دیا ہو۔ [۳۲] ماں نے تو اس دور کے اندر بھی جب بصرہ شہر میں حسن بصریؒ کی شہرت کی دھوم مچی ہوئی تھی اپنی شخصیت کا وجود ان پر برقرار رکھا۔ اس بات کی جھلک ان احادیث کی روایت میں نظر آتی ہے جنہیں حسن بصریؒ نے اپنی والدہ سے اور انہوں نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے نقل کیا ہے۔ حسن نے یہ احادیث مرسل صورت میں روایت نہیں کیں، حالانکہ احادیث کی روایت میں اکثر ان کا طریق کار یہی رہا ہے۔ در حقیقت وہ اپنی والدہ محترمہ کے واسطے سے حضرت ام سلمہؓ سے احادیث روایت کرنے میں بڑا فخر محسوس کرتے تھے۔ مرسل حدیث اس روایت کو کہتے ہیں جس میں تابعی اس صحابی کے نام کا ذکر نہ کرے جس سے اس نے یہ حدیث روایت کی ہو۔ ایسی حدیث کو منقطع کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر مرسل حدیث میں سند کا سلسلہ حضور اکرم ﷺ کی ذات

---

[۳۲] الطبقات الکبری لابن سعد - جلد ۷، ص ۱۲۵-۱۲۶۔

اقدس تک متصل نہیں ہوتا۔ {۳۳}

زندگی کے اس مرحلے میں حسن بصریؒ کو سنت کی معرفت، صحابہ کرامؓ کے اقوال کے سماع اور ان کی شخصیات کو قریب سے دیکھنے کا کافی موقعہ ہاتھ آیا۔ ایک قول کے مطابق حسن بصریؒ نے ستر بدری (غزوہ بدر میں حصہ لینے والے) صحابہ سے ملاقات کی تھی اور تین سو صحابہ کرامؓ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ ابن الجوزی نے اپنی کتاب {۳۴} میں ذکر کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے حسن بصریؒ کو گفتگو کرتے ہوئے سنا تو پوچھا کہ : "یہ کون ہے جو صدیقین جیسی گفتگو کرتا ہے"۔

مدینہ منورہ میں حسن بصریؒ کی زندگی کا ابتدائی کا وقفہ ان کے لئے سنت یعنی احادیث سننے کا وقفہ تھا۔ {۳۵} ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مذکورہ بالا روایت شاید اس زمانے کی بات ہے جب حسن بصریؒ مستقل طور پر بصرہ منتقل ہو جانے کے بعد کبھی کبھار مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ جایا کرتے تھے۔

مکہ مکرمہ میں حسن بصریؒ کی گزاری ہوئی زندگی میرے خیال میں ان کی سیرت اور تاریخ کے اندر کسی بڑی اہمیت کی حامل نہیں ہے۔ وہ بہت کم مکہ معظمہ آیا کرتے تھے۔ تاریخ کے بعض حوالوں میں ذکر ہے کہ انہوں نے دو مرتبہ حج کیا تھا۔ {۳۶}

یہی وجہ ہے کہ تاریخی مصادر نے حسن بصریؒ کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے بصرہ میں ان کی گزاری ہوئی زندگی کا زیادہ اہتمام کیا ہے اور مکہ یا کسی اور جگہ گزاری ہوئی زندگی کا صرف طائرانہ جائزہ پیش کیا ہے۔ مثلاً اس دور کا ایک واقعہ ابن خلکان {۳۷} نے بیان کیا ہے کہ :

{۳۳} تدریب الراوی۔ جلد ۱ ص ۱۹۵ / ۲۰۶ / ۲۰۷۔

{۳۴} الحسن البصری ابن الجوزی، ص۔ ۱۴۔

{۳۵} الحسن البصری للبیومی۔ ص ۱۲۳۔

{۳۶} الحسن البصری۔ احسان عباس۔ ص ۱۱۔

{۳۷} وفیات الاعیان لابن خلکان۔ جلد ۲ ص ۔۔

ایک بار حج کے موقع پر حسن بصریؒ قصوں کے انداز میں وعظ کے اندر مصروف تھے کہ اتنے میں حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ انہوں نے حسن سے پوچھا : "جناب' کیا آپ اپنے لئے موت پر خوش ہوں گے؟ حسن نے اس کا جواب نفی میں دیا' انہوں نے پھر پوچھا : "کیا اس گھر یعنی کعبہ کے سوا زمین کے اندر لوگوں کے لئے اللہ کا کوئی اور مرکز بھی ہے؟" انہوں نے اس کا جواب بھی نفی میں دیا۔ یہ سن کر حضرت علی ابن الحسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا : "پھر آپ لوگوں کو بیت اللہ کے طواف سے اپنے وعظ میں کیوں مشغول رکھتے ہیں؟"۔

اس بات کا حسن بصریؒ پر اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے پھر کبھی قصہ گوئی نہیں کی۔ ہمارے نزدیک اس قصے میں غرابت کا پہلو موجود ہے کیونکہ روایت میں یہ تحدید نہیں کی گئی کہ علی ابن الحسین سے کون مراد ہیں اس لئے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے علی اپنی والدہ کے ساتھ کربلا کے واقعے میں سن ۶۱ ہجری میں شہید ہو گئے تھے۔ دوسرے بیٹے زین العابدین علی تھے۔ انہیں علی الصغیر کہا جاتا تھا تاکہ ان کے اور ان کے بڑے بھائی کے درمیان امتیاز ہو جائے۔ زین العابدین کی وفات سن ۹۴ ہجری میں ہو گئی تھی۔ یہاں ہم یہ گمان نہیں کر سکتے کہ دونوں بھائیوں میں سے کوئی بھی حسن بصریؒ کے رتبے اور مقام سے ناواقف تھا کہ ان کے ساتھ اس لہجے میں گفتگو کرتا۔ یہ تو رہا اس قصے کا ایک پہلو' اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ حسن بصریؒ نے قصوں کے انداز میں وعظ و نصیحت کا سلسلہ اپنی زندگی کے آخری سالوں تک ترک نہیں کیا تھا۔

❑ حسن بصریؒ کی تصانیف ..

بحث کے آغاز میں میں نے اشارہ کر دیا تھا کہ حسن بصریؒ کے آثار و واقعات اوراق کتب میں بکھرے ہوئے ہیں کیونکہ ان کی اپنی تصانیف نہیں ہیں جو حوالوں کا کام دے

سکیں اور جن کی مدد سے ہم فقہ، علم، ادب، معرفت اور اصول دین کے سلسلے میں ان کے نقطہ نظر اور طریق کار سے واقف ہو سکیں۔ مجھے خوشی ہے کہ اس کے بعد میں نے الشیخ ابو زہرہ کی رائے بھی یہی پائی جس کا ذکر انہوں نے باقاعدہ طور پر اپنی کتاب "تاریخ الجدل" [۳۸] میں کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں :

"ہم نے حسن بصریؒ کی ایسی کتابیں نہیں دیکھیں جن میں آراء و مذاہب باقاعدہ طور پر مدون ہوں البتہ ہم نے ان کی آراء روایت کے ذریعے منقول صورت میں پائی ہیں۔ اس اعتبار سے وہ سقراط کے مشابہ ہیں جس نے افراد تو پیدا کیے لیکن کتابیں نہیں لکھیں"۔

ابن سعد نے اپنی کتاب "**الطبقات الکبریٰ**" [۳۹] میں اشارہ کیا ہے کہ سہل بن حصین بن مسلم الباہلی نے عبداللہ بن الحسن البصریؒ کو لکھا تھا کہ وہ اسے اپنے والد محترم کی کتابیں بھیج دیں۔ جواب میں عبداللہ نے کہا تھا کہ :

"جب میرے والد حسن بیمار پڑ گئے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: "میری تصانیف اکٹھی کر کے میرے پاس لاؤ" چنانچہ میں نے انہیں اکٹھا کیا اور ان کے پاس لے آیا، مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ ان کتابوں کو کیا کریں گے انہوں نے اپنے خادم سے فرمایا : "تنور گرم کرو" اور پھر ایک صحیفے یعنی رسالے کے سوا تمام کتابیں جلا دینے کا حکم دیا"۔ عبداللہ نے یہی کتابچہ سہل کی طرف بھیج دیا۔ اس کے بعد سہل خود عبداللہ سے آکر ملا اور عبداللہ نے بالمشافہ اسے مذکورہ واقعہ کی اطلاع دی۔

الفہرست ابن ندیم [۴۰] میں ذکر ہے کہ تفسیر کے اندر حسن بصریؒ کی ایک

---

[۳۸] تاریخ الجدل ابی زہرۃ، ص ۳۲۰۔

[۳۹] الطبقات الکبری لابن سعد، ص ۱۷۴/۱۷۵۔

[۴۰] الفہرست لابن الندیم تحقیق رضا۔ جلد ۲، ص ۲۰۲۔

کتاب ہے اور قرآن کریم کی آیات کی تعداد کے بارے میں ان کا ایک رسالہ ہے۔ ابن ندیم کے سوا دوسرے لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ اخلاص کے موضوع پر ان کا ایک رسالہ ہے، اس کے علاوہ ایک اور رسالہ خلیفہ عبدالملک بن مروان کی تردید میں ہے۔ ایک رسالہ "فضائل مکہ اور وہاں کی سکونت" کے موضوع پر بھی ہے۔ یہی وہ واحد رسالہ ہے جو زیور طبع سے آراستہ ہوسکا۔ اس پر تحقیقی نوٹ ڈاکٹر سامی مکی نے لکھا ہے۔ ڈاکٹر سامی العانی جامعہ مستنصریہ اور جامعہ الکویت میں ادب اسلامی کے استاد رہ چکے ہیں۔ انہوں نے اس رسالے کے مقدمے میں تحریر کیا ہے کہ :

"دوران مطالعہ مجھے ایک رسالہ ہاتھ آگیا جس کی نسبت حسن بصریؒ کی طرف تھی اور جس کا عنوان "**فضائل مکہ**" تھا۔ میرا خیال تھا کہ صرف یہی رسالہ حسن بصریؒ کی تصنیف کے طور پر باقی رہ گیا ہے۔ پھر اس کے بعد مجھے پتہ چلا کہ بغداد کے مکتبۃ الاوقاف میں حسن بصریؒ کے ایک رسالے کا نسخہ محفوظ ہے جس کا عنوان "**فرائض الدین**" ہے اور جو بارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسکندریہ کے کتب خانے اور برٹش میوزیم میں ایک مخطوطہ موجود ہے جس کا عنوان "**رسالۃ فی التکالیف**" ہے۔ شاید یہ رسالہ "**فرائض الدین**" رسالے کا کوئی نسخہ ہے۔

مکتبہ تیمور قاہرہ میں حسن بصریؒ کی طرف منسوب ایک مخطوطہ موجود ہے جس کے عنوانات ہیں "**شروط الامامة**" "**وصية النبی لابی هريرة**" "**الاستغفارات المنقذة من النار**" "**الاسماء الادريسية**" ان کا ایک خطبہ بھی ہے جس کا ذکر جاحظ نے "**البیان والتبیین**" میں کیا ہے۔ پھر "**الاحادیث المتفرقة**" کے نام سے ایک رسالہ ان کی طرف منسوب ہے۔ دسویں صدی ہجری کے نامعلوم مؤلف نے یہ حدیثیں اس رسالے میں جمع کی ہیں۔ مکتبہ ایا صوفیا میں ایک مخطوطہ موجود ہے۔ {۴۱}

{۴۱} تاریخ التراث العربی۔ جلد ۲، ص ۳۵۲ تا ۳۵۶۔

آخر میں ایک **مخطوطہ** رسالہ جرمن زبان میں شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "**دراسات حول التصوف والزهد عبر التاريخ**"۔ اس رسالے پر تحقیقی کام جرمن مستشرق وان 'ایچ' ریٹر نے کیا ہے۔ اس میں حسن بصریؒ کے زہد اور ان کے بعض علوم کا ذکر ہے لیکن یہ رسالہ تیس صفحات سے زائد نہیں ہے۔

❑ حسن بصریؒ کے علمی سفر ..

حقیقت یہ ہے کہ علمی سفر کے معروف معنوں میں حسن بصریؒ نے علمی سفر نہیں کئے کیونکہ ان کی زندگی تین ادوار میں منقسم ہے۔

* <u>پہلا مرحلہ</u> :

سن ۲۱ ہجری یعنی ان کی ولادت سے لے کر سن ۴۲ ہجری تک ہے۔

* <u>دوسرا مرحلہ</u> : سن ۴۳ ہجری سے لے کر سن ۵۳ ہجری تک ہے۔ یہ مرحلہ یعنی دور انہوں نے غزوات اور فتوحات میں گزارا تھا۔ اس دور میں تھوڑے وقفے کے لئے وہ امیر بجستان ربیع بن زیاد حارثی (م ۵۳ ہجری) کے کاتب کے طور پر خراسان میں بھی رہے تھے۔ {۴۲}

* <u>تیسرا مرحلہ</u> : سن ۵۳ ہجری سے ان کی وفات یعنی سن ۱۱۰ ہجری تک رہا۔

* پہلا مرحلہ انہوں نے مدینہ منورہ میں گزارا تھا حتی کہ سولہ برس کی عمر تک وہاں سے

اس دوران وہ مدینہ منورہ سے باہر نہیں گئے۔ یہ مرحلہ دراصل ان کی تعلیم کا مرحلہ تھا۔ اس میں انہوں نے قرآن حفظ کیا تھا اور قلیل مقدار میں صحابہ کرامؓ کے علم کا بھی احاطہ کیا تھا۔

* دوسرا مرحلہ غزوات کے کئی سالوں پر مشتمل ہے۔ یہ سفر خالص جہاد کے لئے نہیں تھا یعنی صرف تلوار اٹھانے اور چلانے تک محدود نہیں تھا' بلکہ یہ نیم علمی سفر بھی تھا کیونکہ ان برسوں میں وہ بہت سے صحابہ کرامؓ سے ملے اور ان سے علمی استفادہ کیا۔

* زندگی کا تیسرا مرحلہ انہوں نے بصرے میں گزارا۔ {۴۳} اس مرحلے میں انہوں نے کوئی علمی سفر نہیں کیا۔ البتہ واعظ اور معلم کے طور پر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کبھی کبھار آنا جانا رہا۔

{۴۲} آمالی المرتضیٰ محمد ابو فضل ابراہیم - جلد ا ص ۱۱۱۔

{۴۳} الطبقات ابن سعد - جلد ۷' ص ۱۱۲ تہذیب التہذیب - جلد ۲' ص ۲۷۰۔

فصل ثالث

حسن بصریؒ کے شیوخ اور انکے تلامذہ

پہلا مبحث حسن بصریؒ کے شیوخ
دوسرا مبحث حسن بصریؒ کے تلامذہ

پہلا مبحث

حسن بصریؒ کے شیوخ

ابن حجر عسقلانی کی کتاب "تہذیب التہذیب" {*} میں ذکر ہے کہ حسن بصریؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت عائشہؓ کو دیکھا تھا اور حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، سے احادیث روایت کی تھیں اگرچہ ان حضرات کو دیکھ نہیں پائے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ، اور حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ، سے بھی روایتیں کی تھیں لیکن ان سے سماع نہیں کیا تھا۔ ان کے علاوہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت جندب البجلی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص، رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ، حضرت انس

{*} تہذیب التہذیب۔ لابن حجر - جلد ۲، ص ۲۶۳۔

رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، اور بہت سے دیگر صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام سے بھی حدیثیں نقل کی تھیں۔ ان تابعین میں حمید الطویل، یزید بن ابی مریم، ایوب، قتادہ، عوف الاعرابی، بکر بن عبد اللہ المزنی اور بہت سے دوسرے حضرات شامل ہیں۔ ان کے اواخر میں یزید بن ابراہیم التستری اور معاویہ بن عبد الکریم ہیں۔ ان کا تعلق بنو ثقیف سے ہے اور "**الضال**" کے نام سے معروف ہیں۔ حسن بصریؒ نے صحابہ کرامؓ کے دور کے ایک بڑے حصے میں زندگی گزاری یعنی تقریباً پہلی صدی ہجری کے اختتام تک۔ مصادر تاریخ اس امر پر متفق ہیں کہ حسن بصریؒ کی ملاقات بعض صحابہ سے ہوئی اور بعض سے انہوں نے احادیث کی روایت بھی کی ہے۔ البتہ تعداد کے بارے میں سطحی اختلاف ہے اور اس بارے میں بنیادی اختلاف ہے کہ وہ کون کون سے صحابہ کرامؓ سے ملے اور کن سے نہیں مل سکے۔

بعض مصادر تاریخ میں ذکر ہے کہ حسن بصریؒ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے درس میں آتے جاتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھ کر تفسیر قرآن کا درس دیا کرتے تھے۔ حسن بصریؒ ان کے انداز درس کو بہت پسند کرتے تھے۔ جاحظ نے اپنی کتاب "**البیان والتبیین**" {۱} میں اس بات کا ذکر کیا ہے لیکن حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب "**تہذیب التہذیب**" {۲} میں اس کی تردید کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ: "ابوزرعہ سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ آیا حسن بصریؒ نے کسی بدری صحابی سے سماع کیا ہے"؟ جواب میں ابوزرعہ نے کہا کہ: حسن بصریؒ نے ان حضرات کو دیکھا ہے۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے"۔ پھر پوچھا گیا کہ: آیا انہوں نے ان دونوں حضرات سے حدیث کا سماع کیا ہے۔ اس کے جواب میں ابوزرعہ نے کہا: انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں دیکھا تھا، پھر حضرت

{۱} البیان والتبیین۔ الجاحظ۔ جلد ۳، ص ۹۹۔

{۲} ابن حجر۔ تہذیب التہذیب۔ جلد ۲، ص ۲۶۳۔

علی رضی اللہ عنہ وہاں سے کوفہ اور بصرہ چلے گئے اس کے بعد حسن نے انہیں نہیں دیکھا۔حسن بصری ؒ نے خود کہا ہے کہ انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ کی بیعت کرتے دیکھا تھا۔ علی بن المدینی نے کہا ہے کہ : حسن بصری ؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں ہوتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے نہ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث کا سماع کیا تھا اور نہ ہی حضرت ابو سعید سے۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نہ تو سماع کیا اور نہ ہی انہیں دیکھا' کیونکہ جن دنوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بصرہ میں تھے ان دنوں حسن بصری ؒ مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔

مجھے نہیں معلوم کہ ابن حجر اس بات پر کیوں اصرار کرتے ہیں کہ حسن بصری ؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی ان سے ملاقات کی تھی حالانکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں یعنی سن ۳۵ ہجری سے لے کر سن ۴۰ ہجری تک بصرہ کے گورنر رہے تھے، جبکہ حسن بصری ؒ سن ۳۷ ہجری میں بصرہ منتقل ہو گئے تھے۔ بالفاظ دیگر تین سال تک حسن بصری ؒ بصرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ہم زمانہ اور معاصر رہے اور مسجد میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے درس میں شامل ہوتے تھے یا کم از کم وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو سنتے رہے اور ان کے درس میں شاگرد کے طور پر شامل ہوتے رہے۔ اس بات کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بصرہ میں ہوں اور حسن بھی وہیں ہوں اور پھر حسن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ملنے اور ان کی باتیں سننے کی کوشش نہ کریں جبکہ یہ بات سب پر عیاں تھی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ علم کا خزانہ تھے۔ انکی یہ صفت حسن بصری ؒ جیسے طالب علم سے کیوں کر مخفی رہ سکتی تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حسن بصری ؒ نے بہت سے صحابہ کرام ؓ سے ملاقات کی تھی اور ان سے حضور ﷺ کی احادیث روایت کی تھیں۔ ابو زرعہ جو کہ ائمہ حدیث میں شمار ہوتے ہیں' حسن بصری ؒ کے متعلق کہتے ہیں کہ : ہر ایسی بات جس کے بارے میں حسن نے کہا ہے کہ : "اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا" مجھے اس کی کوئی نہ کوئی

اصل اور بنیاد ضرور مل گئی ہے۔ سوائے چار احادیث کے۔ {۳} حافظ ابن حجر نے "تہذیب التہذیب" میں اس کا اثبات کیا ہے جس طرح اپنے زمانے کے ایک اور حافظ حدیث اور مؤرخ علی بن عبداللہ المدینی البصریؒ (م ۲۳۴ ہجری) نے حسن بصریؒ کے حق میں گواہی دیتے ہوئے کہا ہے کہ:

"حسن بصریؒ کے مراسیل کی اگر ثقہ راویوں نے ان سے روایت کی ہو تو وہ درست ہونگے اور بہت ہی کم ایسا ہو گا کہ کوئی روایت ساقط ہو جائے"۔

بصرہ کی مسجد میں حسن بصریؒ کا تعارف حطان الرقاشی سے ہوا۔ {۴} انہوں نے ان سے قراءت کی تعلیم حاصل کی۔ اسی طرح ان کا تعارف اسود بن سریع تمیمی سے بھی ہوا جو ایک شاعر تھا اور بڑا اللہ والا تھا، وہ لوگوں کے سامنے واقعات بیان کرتا، انہیں نصیحتیں کرتا اور اللہ کی حمد وثنا میں اپنے اشعار سناتا۔ حسن بصریؒ اس کی باتیں سنتے اور یاد کرلیتے۔ {۵}

بہرحال حسن بصریؒ اسی طرح اپنی ڈگر پر چلتے رہے۔ وہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اخذ کرتے، قرات حطان الرقاشی سے سیکھتے اور قصص و واقعات اسود بن سریع نیز بصرہ کی مساجد میں پھیلے ہوئے دیگر قصہ گو حضرات سے سنتے۔

حسن بصریؒ غزوات کے سالوں کے بعد جب سن ۵۳ ہجری میں بصرہ واپس آئے تو

{۳} تہذیب التہذیب، ص ۲۶۶۔ صلاح الدین العلائی ۔جامع التحصیل فی احکام المراسیل، ص ۱۳۲ کتاب المراسیل لسجستانی ص ۳۱۔

{۴} طبقات ابن سعد - جلد ۷، ص ۱۴۸۔ ابن الجزری طبقات القراء - جلد ۱، ص ۲۵۳۔

{۵} ابن حجر نے "تہذیب التہذیب" میں اس بات کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ مذکورہ اسود حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے زمانے میں بصرہ چھوڑ گیا تھا اور اس زمانے میں حسن بصریؒ ابھی مدینہ منورہ میں ہی تھے۔ جلد ۲، ص ۲۶۸۔

وہاں موجود صحابہ کرامؓ سے ان کے روابط ہو گئے مثلاً حضرت معقل بن یسار المزنی رضی اللہ عنہ، ، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابو عثمان النہدی رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ اسی طرح وہاں موجود تابعین کے ہاں بھی ان کا آنا جانا رہا مثلاً صلہ بن الاشیم، عباس بن عبد القیس التمیمی، تاہم ان کے دل نے جس ذات کا سب سے زیادہ اثر قبول کیا وہ عامر بن عبد القیس تھے۔ وہ بصرہ کی سوسائٹی میں ایک نئی نوع کے زہد و تقویٰ کا نمونہ پیش کرتے تھے۔ تورات کا بھی انہیں علم تھا۔ ان کا تعلق بنی العنبر سے تھا اور یہ تابعی تھے۔ ان کے متعلق ابو نعیم نے "حلیۃ الاولیاء" میں لکھا ہے کہ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ کے اندر موجود عابد و زاہد تابعین سے زہد و تقویٰ کا طریقہ سیکھا، انہوں نے بصرہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کی تھی۔ سن ۵۵ ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں بیت المقدس کے اندر ان کا انتقال ہوا تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ بڑی تعداد میں حسن بصریؒ کے شیوخ تھے۔ البتہ تابعین میں سے صرف وہی تھوڑے سے لوگ ان کے شیوخ رہے جو عمر میں ان بڑے بڑے تھے۔ حسن بصریؒ نے خود کہا ہے کہ : "ہم جہاد خراسان پر نکلے تو ہمارے ساتھ تین سو صحابہ کرامؓ کی جماعت تھی"۔ {٦}

{٦} حلیۃ الاولیاء ۔ جلد ۳، ص ۸۷ ۔ تہذیب الاسماء و اللغات للنووی ۔ جلد ۱، ص ۱۶۲۔

دوسرا مبحث

حسن بصریؒ کے تلامذہ

حسن بصریؒ کے تلامذہ کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ انہوں نے بصرہ میں جس مدرسے کی ابتداء کی تھی اس سے بے شمار افراد زیور تعلیم سے آراستہ ہو کر نکلے۔ ان میں سے بہت سے تو حسن بصریؒ کے اصولوں پر قائم رہے اور بہت سے افراد نے ان اصولوں کے خلاف تھوڑی بہت آواز بلند کی، تاہم بعض مورخین کے نزدیک یہی مدرسہ وہ منبع تھا جہاں سے مذاہب و مسالک کے چشمے پھوٹے تھے۔ حسن بصریؒ کی وفات کے ساتھ اس مدرسے کا اختتام نہیں ہوا بلکہ پہلی صدی ہجری کے بعد اگلی تین صدیوں تک اس مدرسے کا تسلسل قائم رہا اور اس کے اثرات باقی رہے۔ اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ تیسری صدی ہجری میں ظاہر ہونے والا طریقہ تصوف اسی مدرسے کی بہت سی تعلیمات کا مرہون منت ہے۔

اسی مدرسے سے واصل بن عطاء نکلا {۱} اور عمرو بن عبید {۲} بھی۔ یہ دونوں افراد

{۱}{۲} براہ حواشی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔

فرقہ معتزلہ کے سردار تھے۔ بعض روایات کے مطابق آزادی فکر کا علمبردار معبد جہنی بھی اسی مدرسے کا تعلیم یافتہ تھا جو بعد میں سن ۸۰ ہجری کے اندر ابن الاشعث کے ساتھ حجاج کے خلاف بغاوت میں شریک ہونے کی بناء پر قتل کر دیا گیا تھا۔ {۳} آزادی فکر کا دوسرا علمبردار غیلان دمشقی بھی اسی مدرسے کا فارغ التحصیل تھا جسے خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے اوزاعی کے فتوے کی بنیاد پر قتل کر دیا تھا۔ حافظ الحدیث اور مفسر قرآن قتادہ بن دعامہ السدوسی البصریؒ (م ۱۱۸ ہجری) کا تعلق بھی اسی مدرسے سے تھا۔ {۴} ان کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے : "اہل بصرہ میں قتادہ سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے"۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ہی حسن بصریؒ سے مروی تفسیر کو محفوظ رکھا تھا' اسی طرح داؤد بن ابی ہند (م ۱۴۰ ہجری) بھی اسی مدرسے کے ایک شاگرد تھے۔ یہ فقیہ تھے اور بقول ابن العماد یہ حافظ الحدیث' صاحب بیان اور شریف النفس تھے۔ {۵}

ابن حجر نے "تہذیب التہذیب" {۶} میں حسن بصریؒ کے تلامذہ کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں :

* حمید الطویل (م ۱۴۳ ہجری)۔ "الشذرات" {۷} میں ابن العماد کے قول کے مطابق یہ حافظ امام' ثقہ اور متقن تھے۔ یہ حماد بن سلمہ بن دینار بصریؒ (م ۱۴۲ ہجری) کے ماموں

{۱} وفیات الاعیان - جلد ۲' ص ۲۲

{۲} تاریخ بغداد - جلد ۲' ص ۱۱۶' ۱۶۸۔

{۳} الملل والنحل للشہرستانی - جلد ۲' ص ۶۶۔

{۴} تذکرۃ الحفاظ للذہبی - جلد ۱' ص ۱۵۔

{۵} شذرات الذہب لابن العماد - جلد ۱' ص ۱۳۵۔

{۶} تہذیب التہذیب لابن حجر - جلد ۲' ص ۲۶۴۔

{۷} شذرات الذہب لابن العماد - جلد ۱' ص ۱۳۵۔

تھے۔ یہ کثیر احادیث کے راوی تھے' راست باز اور اہل تشیع میں سے تھے۔

* بکر بن عبد اللہ المزنی (م ۱۰۸ ہجری) یہ بصرہ کے ایک بڑے فقیہ تھے۔

* جریر بن حازم الازدی البصری' یہ بصرہ کے ایک بڑے فصیح اور محدث تھے۔ ان کی وفات سن ۱۶۸ ہجری میں ہوئی تھی۔

* الربیع بن صبیح۔ سن ۱۶۰ ہجری میں ہندوستان پر حملے سے واپسی کے دوران سمندر کے اندر ان کی وفات ہو گئی تھی۔

* سعید بن ایاس الحریری البصری (م ۱۴۴ ہجری) یہ بصرہ کے محدث تھے۔

* سماک بن حرب' یہ ایک بڑی شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے اسی صحابہ کرام کی زیارت کی تھی۔ ان کی وفات سن ۱۲۳ ہجری میں ہوئی تھی۔

* قرہ بن خالد السدوسی جو سب سے زیادہ ثابت الحدیث شیوخ میں سے ایک اور ان کے اواخر میں سے تھے۔ {۸} ان کی وفات سن ۱۵۴ ہجری میں ہوئی تھی۔

* یزید بن ابراہیم التستری ثم البصری (م ۱۶۲ ہجری)۔

ابن سعد نے "الطبقات" {۹} میں مثال کے طور پر نہ کہ حصر کے طور پر حسن بصریؒ کے تلامذہ میں درج ذیل اصحاب کا اضافہ کیا ہے۔

* حفص بن سلیمان

* مطر الوراق

* ایوب سختیانی بصری (م ۱۳۱ ہجری)۔ یہ اپنے زمانے میں بصرہ کے سید الفقہاء تھے۔

* علی بن زید البصری۔ یہ نابینا تھے اور علم کی زنبیل کہلاتے تھے۔ ان کی وفات سن ۱۲۹ ہجری میں ہوئی تھی۔

حسن بصریؒ کے مدرسہ زہد و تقویٰ سے تعلق رکھنے والے شاگردوں کی تعداد بہت

{۸} تہذیب التہذیب لابن حجر۔

{۹} طبقات ابن سعد - جلد ۷' ص ۱۵۶۔

زیادہ ہے۔ ہم بطور امثال ان میں سے چند کا یہاں ذکر کریں گے۔

* فرقد السبخی' یہ ایک مشہور زاہد اور محدث تھے۔ سن ۱۳۱ ہجری میں ان کی وفات ہوئی تھی۔

* حبیب العجمی' یہ نسلاً ایرانی تھے اور بصرہ میں آکر سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ بڑے عابد و زاہد تھے۔ ان کی وفات سن ۱۱۹ ہجری میں ہوئی تھی۔

* مالک بن دینار' علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے اندر ان کا مرتبہ بلند کسی سے مخفی نہیں ہے۔ سن ۱۲۷ ہجری میں ان کی وفات ہوئی تھی۔

* ثابت البنانی جو علم و فضل اور عبادت و ریاضت' نیز شرافت نفس میں تابعین کے ایک سردار شمار ہوتے تھے۔ یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے خواص میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیثیں بھی روایت کی ہیں۔ سن ۱۲۳ ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

محمد بن الواسع الازدی البصری' یہ بصرہ کے عالم اور سید القراء تھے۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اکتساب فیض کیا تھا اور سن ۱۲۳ ہجری میں وفات پائی تھی۔

ان حضرات کے علاوہ دیگر تلامذہ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ [۱۰]

عبادت و ریاضت اور زہد و ورع میں مشہور حسن بصری ؒ کے چند تلامذہ درج ذیل ہیں۔

* مالک بن دینار

* ثابت البنانی

* ایوب سختیانی

---

[۱۰] شذرات الذہب لابن العماد - جلد ۱' ص ۱۳۶۔

* فرقد سبخی۔
* عبدالواحد بن زید (م ۱۷۷ ہجری)
* محمد بن واسع زین العابدین۔ یہ مالک بن دینار کے مخالفین میں سے ایک تھے۔ ابن الجوزی کی ترجیح کے مطابق ان کی وفات سن ۱۱۰ ہجری میں ہوئی تھی۔ {۱۱}

❑ علم حدیث میں حسن بصری کے تلامذہ ..

علم حدیث کے اندر حسن بصری "کا ایک مدرسہ تھا' اس مدرسے کے تلامذہ وہ حضرات تھے جنہوں نے ان سے احادیث کی روایت کی تھی۔ ان میں سے بطور مثال چند کے نام یہ ہیں۔ {۱۲}

* بکر بن عبداللہ المزنی (م ۱۰۸ ہجری) * ابوالاشہب جعفر بن حیان الخراز (م ۱۶۵ھ)
* سماک بن حرب البکری (م ۱۲۵ ہجری) * جریر بن حازم الازدی (م ۱۷۵ھ)
* ابو اسحٰق سعد بن ابراہیم (م ۱۲۰ ہجری) * ابوبکر الربیع بن صبیح البصری (م ۱۶۰ھ)۔
* مالک بن دینار (م ۱۲۷ ہجری)
* ابوالمنازل خالد بن مہران الحذاء البصری (م ۱۴۱ھ)
* مرۃ بن خالد السدوسی (م ۱۵۴ھ)
* ابو معاویہ شیبان بن عبدالرحمٰن النحوی البصری (م ۱۶۴ھ)

{۱۱} الملل والنحل للشہرستانی۔ جلد ۲' ص ۶۷۔

{۱۲} طبقات ابن سعد۔ جلد ۷' ص ۱۵۶۔ اور مابعد کے صفحات' شذرات الذھب لابن العماد۔ جلد ۱' ص ۱۳۵۔ طبقات الاولیات لابن الملقن' ص ۱۷۷۔ صفوۃ الصفوۃ لابن الجوزی۔ جلد ۳' ص ۲۳۵۔

فصل رابع

حضرات متقدمین نیز موجودہ دور سے تعلق رکھنے والے حضرات کے اقوال

متقدمین کے اقوال

دورِ حاضر کے علماء کے اقوال

حسن بصریؒ کے بارے میں علماء کے اقوال

سچی بات تو یہ ہے کہ قدیم و جدید علماء و مفکرین کی طرف سے حسن بصریؒ کی خدمات کو اسی طرح سراہا گیا ہے جس طرح دیگر ائمہ اسلام کی خدمات کو۔ حسن بصریؒ کے بارے میں علماء کے اقوال بہت زیادہ ہیں اور ان سے مؤلفین کی تالیفات اور محققین کے مقالات بھرے پڑے ہیں۔ کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے ان اقوال کا اپنا وزن اور مقام ہے اور ایک ایسا ریسرچ سکالر جس کے اندر بحث و تجزیہ کے سلسلے میں بڑی ثابت قدمی، صبر و تحمل اور قوت برداشت پائی جاتی ہو، سید التابعین حسن بصریؒ کے بارے میں علماء کے اقوال پر مبنی بڑے بڑے تحقیقی مقالات لکھ سکتا ہے۔

حسن بصریؒ کی شخصیت کوئی عام شخصیت نہیں تھی، کیونکہ یہ شخصیت فکر اسلامی پر چھائی رہی اور ابھی تک چھائی ہوئی ہے۔ اس میں یہ اضافہ اور کر لیجئے کہ فکر اسلامی کے موضوع پر قلم اٹھانے والے مؤرخین حسن بصریؒ کے قائم کردہ مدرسے کو معاصر مذاہب و مسالک، نیز بعد میں پیدا ہونے والے بعض نظریات کا منبع تصور کرتے ہیں، نیز یہ کہ ان تمام مذاہب و نظریات نے اپنی طرف حسن بصریؒ کی نسبت یا ان کے انتساب کا

دعویٰ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حسن بصریؒ کا فکر نقد و تنقید سے بچ نہیں سکا۔ حسن بصریؒ کے فکر پر نقد و جرح کے تمام پہلوؤں میں سے ہم صرف اس پہلو کی جانب اشارہ کرنے پر اکتفاء کریں گے جس کا تعلق روایت حدیث سے ہے۔ اس پہلو میں نقد و نظر صرف ان کے مراسیل کی حدود تک محدود نہیں رہا بلکہ اس سے تجاوز کرکے حسنؒ پر تدلیس کے اتہام تک پہنچ گیا۔

یہاں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مرسل حدیث پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے چلیں۔ بعض علماء کے خیال میں حدیث مرسل وہ حدیث ہے جس کے سلسلہ سند میں تابعی اس صحابی کے نام کا ذکر نہیں کرتا جس سے اس نے مذکورہ حدیث روایت کی ہے۔ مرسل حدیث کے اخذ کے متعلق علماء کے مابین اختلاف رائے ہے۔ [1]

امام احمد بن حنبلؒ ایسی حدیث کو ضعیف شمار کرتے ہیں اور صرف ضرورت کے وقت اسے اختیار کرتے ہیں۔

امام شافعی ایسی حدیث صرف اس وقت لیتے ہیں جبکہ روایت کرنے والا تابعی اس امر میں مشہور ہو کہ اس نے بہت سے صحابہ کرامؓ سے ملاقات کی ہے مثلاً مدینہ منورہ میں سعید بن المسیب اور عراق میں حسن بصریؒ، تاہم وہ مرسل حدیث کو قبول کرنے کے لئے ذیل میں دی گئی چار شرائط میں سے کسی ایک شرط کی موجودگی کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

* پہلی شرط یہ ہے کہ مرسل حدیث کی تقویت اس کے ہم معنی کسی متصل السند حدیث کے ذریعے ہوتی ہو۔۔ ایسی صورت میں حجیت مسند حدیث کو حاصل ہوگی مرسل حدیث کو حاصل نہیں ہوگی۔
* دوسری شرط یہ ہے کہ روایت شدہ مرسل حدیث کی تقویت کسی دوسری مرسل

---

[1] جامع التحصیل فی الاحکام المراسیل لصلاح الدین العلائی، ص ۱۳۲/ ۱۹۹۔

حدیث کے ذریعے ہوتی ہو جو علماء کے نزدیک مقبول ہو۔

* تیسری شرط یہ ہے کہ مرسل حدیث بعض صحابہ کرامؓ کے قول کے ساتھ موافقت رکھتی ہو۔

* چوتھی شرط یہ ہے کہ اہل علم نے اس مرسل حدیث کو قبول کرکے اس کے مطابق فتوے دے ہوں۔ {۲}

امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ مرسل حدیث علی الاطلاق اختیار کرنے کی رائے رکھتے تھے۔ بلکہ یہ دونوں حضرات تابعی کے تابعی کی مرسل روایت بھی قبول کرلیتے تھے۔ مشہور نقاد حدیث امام ذہبی حسن بصریؒ پر تدلیس اور ارسال کا اتہام لگاتے ہیں۔ {۳} ذہبی نے حسن بصریؒ کی روایت کردہ احادیث کا تتبع کرکے بڑی شدت سے اس بات کی نفی کردی ہے کہ حسن بصریؒ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث کا سماع کیا ہے۔ یہی بات علم حدیث کے بعض نقادان سند نے بھی کہی ہے۔ ذہبی نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ : "حسن تدلیس وارسال کرتے اور احادیث کی روایت بالمعنی کرتے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حسن بصریؒ کا یہ طریقہ اسناد کے سلسلے میں سخت رویہ رکھنے والوں کو پسند نہیں تھا۔ {۴} ان حضرات میں ابن سیرین (م ۱۱۰ھ) اور ان کے تلامذہ بھی شامل ہیں۔ خود حسن بصریؒ بھی حدیث کو اس کی نسبت اور اس کے راویوں کی صداقت کے اعتبار سے پرکھنے کے عادی نہیں تھے اور نہ ہی حضور اکرم ﷺ کی ذات

{۲} المراسیل للسجستانی، ص ۳۱۔ تدریب الراوی، ص ۱۹۵ تا ۲۰۶۔

{۳} تاریخ الذہبی۔ جلد ۴، ص ۹۹۔ میزان الاعتدال۔ جلد ۱، ص ۲۴۳۔ اس کتاب میں انہوں نے لکھا ہے کہ حسن ثقہ ہیں لیکن حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرنے میں تدلیس کرتے ہیں۔

{۴} طبقات ابن سعد۔ جلد ۷، ص ۱۲۰۔

اقدس تک اس کے رفع پر توجہ دیتے تھے۔ ان کی توجہ حدیث کے معنیٰ اس میں موجود شرعی حکم اور عمل خیر کی ترغیب پر مرکوز ہوتی تھی' وہ حدیث کو اس کے اصل الفاظ یا سند کے ذکر کے ساتھ مقید نہیں کرتے تھے۔ ان کی یہ بات دراصل ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر زہد و تقویٰ کے پہلو کے غلبہ کی بناء پر تھی۔ انہوں نے ایک دفعہ ایک حدیث کی روایت کی' سامعین میں سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ : "آپ یہ حدیث کس صحابی سے روایت کر رہے ہیں"۔ انہوں نے جواب میں فرمایا : "تمہیں اس سے کیا غرض' تمہیں تو بس اس حدیث میں موجود نصیحت مل گئی"۔ اور اس کی حجت تم پر قائم ہو گئی۔ {۵}

یہی وجہ ہے کہ متشددین نے حسن بصریؒ پر کوئی ترس نہیں کھایا۔ امام احمد بن حنبلؒ کو دیکھیئے' وہ فرماتے ہیں : "مراسیل کے اندر حسن اور عطاء کے مراسیل سے زیادہ ضعیف مراسیل نہیں ہیں۔ یہ دونوں ہر شخص سے روایت اخذ کر لیا کرتے تھے"۔ {۶}

یہاں اب یہ بات باقی رہ گئی ہے کہ ہم حسن بصریؒ کے بارے میں علماء کے اقوال نقل کرتے چلیں۔ پہلے ہم کسی تبصرے کے بغیر متقدمین کے اقوال نقل کریں گے اور پھر موجودہ دور کے بعض اہل قلم علماء کے اقوال نمونے کے طور پر بیان کرنے اکتفاء کریں گے۔

❑ متقدمین کے اقوال ..

ابن سعد نے "الطبقات" کے اندر لکھا ہے کہ حسن بصریؒ ایک اونچے درجے کے

{۵} عیون الاخبار لابن قتیبہ - جلد ۲' ص ۱۳۷ - العقد الفرید لابن عبدربہ - جلد ۱' ص ۵ -

{۶} طبقات ابن سعد - جلد ۷' ص ۱۵۶ -

عالم، جامع کمالات، فقیہ، حجت، مامون، عابد و زاہد، کثیر العلم اور حسین و جمیل تھے۔ {۷}

الربیع بن انس ؒ کہتے ہیں :

"میں دس برسوں تک حسن بصریؒ کے پاس آتا جاتا رہا لیکن ہر روز ایسا ہوتا کہ آج جو بات ان سے سنتا وہ اس سے پہلے کبھی نہ سنی ہوتی"۔ {۸}

الشریف المرتضیٰ نے "الامالی" میں لکھا ہے کہ :

"حسن بصریؒ فصاحت و بلاغت میں نمایاں و ممتاز تھے۔ بہت زیادہ وعظ و نصیحت کرتے تھے اور کثیر العلم تھے"۔ {۹}

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا : "حسن سے پوچھو، کیونکہ انہوں نے یاد رکھا ہے اور ہم بھول چکے ہیں"۔ {۱۰}

* ابن خلکان کا قول ہے : "حسن سادات تابعین میں سے تھے اور ان کے بڑوں میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے علم و زہد اور ورع و عبادت کا ہر فن اپنی ذات میں یکجا کر لیا تھا"۔ {۱۱}

* قتادہ کا قول ہے : "میں نے جس فقیہ کے ساتھ مجالست کی اس پر حسن بصریؒ کی برتری دیکھ لی، میں نے حسن کی آنکھوں سے زیادہ فقیہ آنکھیں نہیں دیکھیں"۔ {۱۲}

* حمید بن ہلال اور یونس بن عبید کا قول ہے : "ہم نے بہت سے فقہاء دیکھے لیکن حسن سے زیادہ جامع اور مروت میں ان سے زیادہ کامل کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ {۱۳}

{۷} طبقات ابن سعد - جلد ۷، ص ۱۲۰۔

{۸} تہذیب التہذیب لابن حجر - جلد ۲، ص ۲۶۳۔

{۹} امالی المرتضیٰ، ص ۱۵۳۔ دار الاحیاء الکتب العربیہ

{۱۰} تہذیب التہذیب لابن حجر - جلد ۲، ص ۲۶۳۔

{۱۱} وفیات الاعیان لابن خلکان - جلد ۱، ص ۳۵۴۔

{۱۲} البدایہ والنہایہ لابن کثیر - دار المعارف - القاہرہ۔

"تذکرۃ الحفاظ"[۱۴] میں ذہبی نے لکھا ہے کہ :

"حسن بصریؒ بڑی شان والے، اونچی شہرت کے مالک، اور علم و عمل کے سرخیل تھے۔ وہ حافظ اور بحور علم کے شناور، فقیہ النفس اور عدیم المثال تھے۔ ان کی نصیحت میں بڑی لطافت اور ان کی موعظت میں بڑی بلاغت تھی۔ وہ انواع خیر کے مرکز تھے"۔

امام شافعی نے فرمایا : "اگر میں چاہوں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ قرآن حسن بصریؒ کی زبان میں نازل ہوا ہے"۔

امام شافعی کا یہ قول حسن کی فصاحت و بلاغت کے پیش نظر تھا۔

ابو عمرو بن العلاء نے کہا : "میں نے حسن بصریؒ اور حجاج بن یوسف ثقفی سے بڑھ کر کسی کو فصیح و بلیغ نہیں پایا"۔

ان سے پوچھا گیا کہ ان دونوں میں زیادہ فصیح کون تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا : "حسن بصریؒ"۔[۱۵]

خالد بن صفوان نے کہا : "جب میں حیرہ کے مقام پر مسلمہ بن عبدالملک (اموی خاندان کا مشہور سالار) سے ملا تو انہوں نے مجھ سے کہا : حسن بصریؒ کے بارے میں مجھے بتاؤ ! میں نے عرض کیا :

"اللہ امیر کا بھلا کرے، میں ان کے متعلق جو کچھ بتاؤں گا اپنی معلومات کی بناء پر بتاؤں گا۔ میں ان کا پڑوسی ہوں اور ان کی مجلس کا شریک، ان کا ظاہر و باطن تمام لوگوں سے بڑھ کر یکساں ہے۔ ان کے قول و فعل میں سب سے بڑھ کر ہم آہنگی ہے۔ میں نے انہیں لوگوں سے مستغنی پایا، لیکن

---

[۱۳] تہذیب التہذیب لابن حجر۔ ص ۳۶۲/۲۷۱۔

[۱۴] تذکرۃ الحفاظ۔ جلد ۱، ص ۷۲۔

[۱۵] النجوم الزاھرۃ للسیوطی۔ تاریخ الجدل لابی زھرۃ، ص ۳۱۶ طبع دوم۔

لوگوں کو ان کا محتاج دیکھا"۔

اتنا سن کر مسلمہ بن عبدالملک نے کہا : "خالد' بس کرو' وہ قوم کیسے گمراہ ہو سکتی ہے جس میں حسن جیسے افراد موجود ہوں۔

دور حاضر کے علماء کے اقوال ..

علامہ ابوالحسن علی الندوی فرماتے ہیں :

"اللہ سبحانہ نے حسن بصریؒ کی ذات میں وہ فضائل و مواہب ودیعت کردیئے تھے جن کے ذریعے وہ لوگوں کے دلوں پر اثر انداز ہونے کے قابل ہوگئے اور انہوں نے نہ صرف دین کا درجہ بلند کردیا اور اس کی قدر و قیمت بڑھادی بلکہ معاشرے میں اہل دین کو بھی اونچا کردیا۔ وہ بڑے وسیع علم کے مالک تھے' تفسیر و حدیث کا خزانہ ان کے پاس تھا' ان کی معلومات کا دائرہ بڑا وسیع تھا۔ زندگی اور اس کے اخلاقی پہلوؤں' نیز اس کے امراض پر ایک ماہر اور پرانے طبیب کی طرح ان کی گہری نظر تھی"۔ {۱۶}

الشیخ محمد ابو زہرہ نے فرمایا :

"اموی دور میں حسن بصریؒ شیخ المفکرین امام الزاہدین اور رئیس الواعظین تھے۔ وہ زبان و بیان کے ماہر' اور ایمان و تقویٰ کے مالک تھے۔ وہ لوگوں کو یہ دعوت دیتے تھے کہ وہ بھی وہی باتیں اختیار کریں جو امت کے سلف صالحین نے اختیار کی تھیں' وہ انہیں سلف کی راہ پر چلنے کی ترغیب دیتے تھے"۔ {۱۷}

{۱۶} رجال الفکر والدعوۃ' ص ۷۰ / ۷۱۔

{۱۷} تاریخ الجدل لابی زہرۃ' ص ۳۰۳۔

ڈاکٹر علی سامی النشار نے لکھا ہے :

"حسن بصریؒ نے بصرہ کی سوسائٹی کو گمراہی کے گڑھے سے نکالنے کی اور پھر پورے مسلم معاشرے کو ہدایت کی راہ پر چلانے کی ذمہ داری اٹھائی۔ انہوں نے تمام لوگوں کی مسئولیت کا بوجھ اپنے کندھوں پر ڈال لیا' بقول حجاج بن یوسف وہ بصرہ کے خواص کے درمیان سیاہ عمامہ والے یعنی سب سے ممتاز تھے وہ سن ۱۱۰ ہجری میں اپنی وفات تک بصرہ والوں کے سردار بلکہ ان کے حقیقی حکمران رہے تھے"۔ {۱۸}

ڈاکٹر زکی مبارک کا تبصرہ درج ذیل ہے :

"ہمیں حسن بصریؒ کی کثرت کلام کی وجہ معلوم ہے۔ وہ ایک معلم تھے اور معلم تمام لوگوں سے بڑھ کر کثیر الکلام ہوتے ہیں خاص طور پر جبکہ وہ اصحاب مسالک بھی ہوں۔ حسن بصریؒ لوگوں کو اسرار قلب کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ وہ ایک مسلک کے بانی ہیں اور اس کے نتیجے میں اسرار و دقائق کی توضیح و تشریح ان پر لازم تھی"۔ {۱۹}

ڈاکٹر خیر الدین الزرکلی کی نظروں میں حسن بصریؒ اہل بصرہ کے امام اور اپنے زمانے کے حبر الامہ (امت کے سب سے بڑے عالم) تھے۔ وہ ان افراد میں سے ایک تھے جو علم' فقاہت' فصاحت و بلاغت' شجاعت اور زہد و عبادت میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ بصرہ میں سکونت پذیر رہے اور دلوں پر ان کی ہیبت طاری رہی۔ وہ حکمرانوں کے پاس جاتے اور ان کے سامنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے۔ حق گوئی کے سلسلے میں وہ کسی بھی ملامت کی پرواہ نہ کرتے۔ {۲۰}

{۱۸} نشاۃ الفکر الفلسفی فی الاسلام - جلد ۳' ص ۳۱۵۔

{۱۹} التصوف الاسلامی - جلد ۲' ص ۱۲۔

{۲۰} یہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔

ڈاکٹر احسان عباس کے ریمارکس ملاحظہ کیجیے :

"اموی دور حکومت میں ایسے افراد تو بہت تھے جو علم اور ورع و تقویٰ کے اندر شہرت رکھتے تھے لیکن ان میں تمہیں ایسا کوئی نظر نہیں آئے گا جسے حسن بصریؒ جیسا بلند رتبہ حاصل ہو گیا ہو یا جس نے ان کی طرح لوگوں کے دلوں میں اس قدر گہرا اثر چھوڑا ہو"۔ {۲۲}

{۲۱} الاعلام للزرکلی۔ جلد ۲، ص ۲۴۲۔

{۲۲} الحسن البصری (د)۔ احسان عباس، ص ۳۔

باب دوم

علم تفسیر میں حسن بصریؒ کی تصانیف

- فصل اول - عہد حسن بصریؒ تک علم تفسیر کی کیفیت
- فصل ثانی - وہ مکتب فکر جس کی طرف حسن بصریؒ کا انتساب ہے
- فصل ثالث - حسن بصریؒ کی تفسیر

فصل اول

عہد حسن بصریؒ تک علم تفسیر کی کیفیت

اس فصل میں تفسیر و تاویل کے معنی کے سلسلے میں ایک تمہید بیان ہوگی اور حسن بصریؒ کے عہد تک علم تفسیر کی ترقیاتی منازل پر مبنی ایک مبحث ہوگا۔

تمہید ..

تفسیر کے لفظ کے کیا معنی ہیں؟ علماء نے اس بارے میں لب کشائی کی ہے۔ ہم یہاں ان کے ذکر کردہ اقوال کے دائرے کو مزید وسعت دینا نہیں چاہتے بلکہ ان کی بیان کردہ تعریفات میں سے بعض کے ذکر پر اکتفاء کرنا چاہتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ یہ لفظ (**الفسر**) سے مشتق ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ (**التفسر**) سے مشتق ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ لفظ (**الفسر**) کا مقلوب ہے۔ اگر یہ کلمہ (**الفسر**) سے نکلا ہے تو **الفسر** بیان کو کہتے ہیں' اور "**فسره** کے معنی "**ابانه**" (اس نے اسے بیان کردیا) کے ہیں اور لفظ تفسیر بھی اسی کی طرح ہے۔ **الفسر** کے معنی ڈھکی ہوئی چیز کو کھول دینے کے

بھی ہیں۔ اس اعتبار سے تفسیر مشکل لفظ سے مراد معلوم کرنے کے معنوں میں ہوگی۔ {*}

ثعلبی نے ابن الانباری تک اپنی سند کے ذریعے احمد بن یحیٰی سے تفسیر کے معنی کے سلسلے میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے : "یہ لفظ عربوں کے قول" **"فسرت الفرس"** سے ماخوذ ہے۔ یہ فقرہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص گھوڑی پر ایسی حالت میں سوار ہوجائے جب گھوڑی کی پشت سے گدیلا بندھا ہوا ہو تاکہ بندھن ٹوٹ جائے"۔ یہ مفہوم بھی کشف کے معنی کی طرف راجع ہے۔ {۱} ابوحیان نے بھی اس کی توثیق کی ہے۔ وہ کہتے ہیں : "تفسیر کا اطلاق چلنے کے لئے جانور کی پشت برہنہ کردینے کے مفہوم پر ہوتا ہے کیونکہ قبیلہ بنو تغلب والے کہتے ہیں **"فسرت الفرس"** (میں نے گھوڑی کی پشت برہنہ کردی تاکہ وہ چل سکے"۔ یہ مفہوم بھی کشف کے مفہوم کی طرف راجع ہے گویا گھوڑی نے اپنی پشت اس شخص کے سامنے برہنہ کردی جو اسے دوڑانا چاہتا ہے۔ {۲} سیوطی کا قول ہے کہ تفسیر کا کلمہ **الفسر** سے نکلا ہے جس کے معنی بیان اور کشف کے ہیں۔ {۳}

ایک قول کے مطابق تفسیر کا کلمہ (**تفسرہ**) سے ماخوذ ہے۔ یہ پانی کی وہ قلیل مقدار ہے جسے اطباء دیکھ کر مرض کی تشخیص کرتے ہیں جس طرح ایک طبیب اسے دیکھ کر مرض کی تشخیص کرلیتا ہے اسی طرح ایک مفسر قرآن کی آیت کا پس منظر، اس کے معنی اور نزول کا سبب معلوم کرتا ہے۔ {۴} یہ بات ابن درید نحوی کی طرف منسوب ہے۔

{*} لسان العرب لابن منظور ۔ جلد ۵، ص ۵۴۔

{۱} الکشف والبیان للثعلبی مخطوطہ ورقہ ۱۱۔

{۲} البحر المحیط لابی حیان النحوی ۔ جلد ۱، ص ۱۳۔

{۳} الاتقان للسیوطی ۔ ج ۲، ص ۱۷۳۔

{۴} الکشف والبیان للثعلبی مخطوطہ ورقہ ۱۱۔

{۵} **تفسرہ** کا لفظ اس قارورہ پر بھی بولا جاتا ہے جس کے ذریعے مرض کا پتہ لگایا جاتا ہے اور اطباء جسے دیکھ کر مریض کی بیماری کی تشخیص کرتے ہیں۔ {۶} الزرکشی کا میلان بھی اسی معنی کے طرف ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہا ہے : "تفسیر کی اصل لغت میں تفسرہ ہے"۔ {۷} بہرحال ہو سکتا ہے کہ **تفسرہ** لفظ (**افسر**) **کا** مصدر ہو اور اپنے مصدر کے نام سے موسوم ہوا ہو جیسے (جرب تجربہ اور کرم تکرمیہ) ہیں۔

ایک قول کے مطابق تفسیر کا لفظ (**سفر**) کے لفظ کا مقلوب ہے۔ الثعلبی نے حامد الخازریجی سے اپنی سند کے ذریعے ان کا یہ قول نقل کیا ہے : "تفسیر لفظ (سفر) سے مقلوب ہے جس طرح **جذب**' **جبذ**' **وهب**' **ويص**' **وما اطيبه**' اور **وما ايطبه** ہیں۔ عرب کے لوگ کہتے ہیں : "**سفرت المراة**" (عورت نے اپنا چہرہ کھول دیا) اب وہ سافرۃ ہے یعنی اس کا چہرہ کھلا ہوا ہے"۔ اسی طرح کہا جاتا ہے **اسفر الصبح** (صبح روشن ہو گئی)۔ اس بناء پر تفسیر کے معنی تنویر یعنی روشن کرنے اور آیت کے الفاظ سے مراد کے کشف اور کھول دینے نیز فہم کی گرفت میں آنے سے رکی ہوئی چیز کو آزاد کر دینے کے ہیں {۸}۔ اس قول کی طرف الطریحی کا رجحان ہے۔ وہ "**مجمع البحرين**" میں کہتا ہے : "لغت میں تفسیر' لفظ کے معنی کے کشف اور اس کے اظہار کو کہتے ہیں' یہ لفظ (**الفسر**) سے ماخوذ ہے اور مقلوب ہے۔ کہا جاتا ہے "**اسفرت المراة عن وجهها**" (عورت نے اپنا چہرہ کھول دیا ہے) {۹} یہ قول اس صورت کی طرف اشارہ کرتا ہے جو قلب مکانی کے نام سے موسوم ہے اور لغت کے اندر اس کا

{۵} البحر المحيط لابن حيان النحوى۔ جلد ۱' ص ۱۳۔

{۶} لسان العرب لابن منظور۔ جلد ۶' ص ۳۶۱۔ طبع اول۔

{۷} البرهان فى علوم القرآن للزركشى۔ جلد ۲' ص ۱۴۷۔

{۸} الكشف والبيان للشعبى مخطوطه ورقه ۱۱۔

{۹} مجمع البحرين ناصيف ليازجى۔ جلد ۳' ص ۵۳۸۔

استعمال و اعتبار ہے۔

درج بالا بحث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لغت کے اعتبار سے لفظ تفسیر مطلقاً کشف و توضیح کے معنی ادا کرتا ہے خواہ اس کا مادہ جو بھی ہو۔ محمد حسین ذہبی نے اپنی کتاب "التفسیر والمفسرون"{۱۰} میں لکھا ہے :

"یہاں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تفسیر کا لفظ لغت کے اعتبار سے حسی کشف اور معانی معقولہ کے کشف کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے البتہ دوسرے معنی میں اس کا استعمال پہلے معنی میں استعمال سے زیادہ ہے"۔

❑ تفسیر کے اصطلاحی معنی ..

تفسیر کی تعریف کی بہت سی کوششیں کی گئی ہیں اور اس سلسلے میں متعدد اقوال ہیں اس لئے کہ بعض کی رائے میں اس تعریف کے اندر ان تمام علوم کے اندراج کی ضرورت ہے جن کی ایک مفسر کو ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً علم القراءت، ناسخ و منسوخ کی معرفت، نیز لغت، نحو، بیان اور بلاغت وغیرہ دیگر علوم، جبکہ بعض کے نزدیک ان علوم کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تفسیر کا مقصد توضیح و بیان ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علم تفسیر کی بہت سی تعریفات کی گئی ہیں جنہیں یہاں نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہ سب اصطلاحی تعریفات ہیں بلکہ اس کی اصل تعریف کا یہاں ذکر کرنے پر اکتفاء کیا جائے گا اور باقی تعریفوں کا حوالہ دیا جائے گا۔{۱۱}

{۱۰} التفسیر والمفسرون للدکتور الذہبی جلد ۱، ص ۱۳۔

{۱۱} الاتقان للسیوطی جلد ۲، ص ۱۷۴۔ البحر المحیط لابی حیان۔ جلد ۱، ص ۱۳۰۔

ابو حیان نے کہا ہے :

"اصطلاح میں تفسیر اس علم کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام سے اللہ کی مراد پر اس کی دلالت کے اعجاز کے اعتبار سے بحث کی جائے۔ یہاں "نازل کردہ" نیز "اعجاز" کے الفاظ حدیث قدسی سے بحث کے اخراج کے لئے بیان ہوئے ہیں کیونکہ یہ بحث مذکورہ بحث کی طرح نہیں ہے"۔ {۱۲}

☐ لغت میں تاویل کے معنی ..

ایک قول کے مطابق یہ لفظ اوّل (بمعنی رجوع) سے ماخوذ ہے۔ یہی ثعلبی، زرکشی اور سیوطی کا قول ہے۔ {۱۳} لفظ "تاویل" کا مادہ اپنے اندر بہت سے معانی رکھتا ہے۔ ابن منظور نے اس کی تشریح آٹھ صفحات میں کی ہے۔ اس کے الفاظ ہیں : "اول رجوع کے معنوں میں ہے۔ نیز "**اول الکلام**" یعنی اس نے کلام پر غور کیا اور اس کا اندازہ لگایا"۔ "**اول الکلام و تاوله**" یعنی اس نے کلام کی تفسیر کی......."۔ {۱۴}

ایک قول کے مطابق تاویل کا لفظ (**الایاله** بمعنی **السیاسة**) سے مشتق ہے۔ ثعلبی نے النضر تک اپنی سند کے ذریعے ان کا یہ قول نقل کیا ہے : "تاویل کی اصل **ایاله** بمعنی سیاست ہے۔ گویا کلام کی تاویل کرنے والا اس کلام کا سائیس یعنی اس پر قدرت رکھنے والا اور اسے اپنے ٹھکانے پر رکھنے والا ہوتا ہے۔ انہوں نے اس لفظ کو

{۱۲} البحر المحیط لابن حیان - جلد ۱، ص ۱۳۔

{۱۳} **الکشف والبیان للثعبی مخطوطه ورقه ۱۱ - البرهان فی علوم القرآن للزرکشی** - جلد ۲، ص ۱۴۷ - **الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی**، ص ۱۷۳ / ۱۷۴۔

{۱۴} لسان العرب لابن منظور، مادہ اول - جلد ۱، ص ۱۳۰ / ۱۳۳۔

تفعیل کے وزن پر استعمال کیا ہے کیونکہ یہ وزن تکثیر پر دلالت کرتا ہے"۔ گویا مؤول ایک سورت کے بعد دوسری سورت کا اور ایک آیت کے بعد دوسری آیت کا پیچھا کرتا ہے۔ {۱۵}

زمخشری نے "**اساس البلاغة**" {۱۶} میں کہا ہے۔

"آل الرعیته یُوولها ایالة حسنة' (اس نے اپنی رعایا کی اچھی دیکھ بھال کی) "**هو حسن الایالة**" (وہ بہت اچھی طرح دیکھ بھال کرنے والا ہے) "**هو موتال لقومه مختال علیهم**" (وہ اپنی قوم کے سامنے نازو انداز کا اظہار کرنے والا اور ان پر حکم چلانے والا ہے)۔

ایک قول کے مطابق تاویل کے معنی تفسیر ہی کے ہیں۔۔ ابن منظور نے أبوالاعرابی سے اس کا قول نقل کیا ہے کہ : "تفسیر و تاویل کے معنی ایک ہیں"۔ ابن منظور نے احمد بن یحیٰی اور انہوں نے شیخ ابن الانباری سے نقل کیا ہے کہ : "تاویل تفسیر ہے، دونوں کے معنی ایک ہیں"۔ پھر ابن منظور نے کہا ہے کہ : قرآن میں تاویل کا لفظ تفسیر کے معنی میں آیا ہے۔ ارشاد باری ہے : (**وما یعلم تاویله الا الله**) اور اللہ کے سوا اس کی تفسیر کوئی نہیں جانتا۔ مذکورہ آیت سورہ آل عمران کی ساتویں آیت ہے۔ {۱۷}

درج بالا بحث کے بعد ہمارے لئے اب یہ تعین ممکن ہوگیا ہے کہ لفظ تاویل کا اشتقاق خواہ کچھ بھی ہو یہ کشف، توضیح اور تفسیر کے معنوں پر دلالت کرتا ہے۔

{۱۵} الکشف والبیان للشعبی مخطوطه ورقه ۱۱۔

{۱۶} الزمخشری۔ اساس البلاغه۔ جلد ۱، ص ۱۵۔

{۱۷} لسان العرب۔ جلد ۵، ص ۵۴۔

اصطلاح میں تاویل کا مفہوم ..

تاویل کے مفہوم کے بارے میں سلف اور خلف کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ امام ابن تیمیہ نے فرمایا : "سلف کے الفاظ میں تاویل کے دو معنی ہیں۔ ایک معنی کلام کی تفسیر اور اس کے معنی کے بیان کے ہیں خواہ کلام کا ظاہر اس کے موافق ہو یا اس کے خلاف۔ اس صورت میں ان حضرات کے نزدیک تاویل اور تفسیر کے الفاظ متقارب المعنی یا مترادف ہوں گے۔ مجاہد نے یہی معنی مراد لئے ہیں جب انہوں نے کہا کہ : "علماء اس کی تاویل جانتے ہیں"۔ محمد بن جریر الطبری اپنی تفسیر میں کہتے ہیں :

> "اللہ کے قول کی تاویل میں فلاں فلاں قول ہیں۔ اس سے مراد قول باری کی تفسیر ہے۔ سلف کے الفاظ میں تاویل کے دوسرے معنی نفس مراد بالکلام ہے اس لئے کہ کلام اگر طلب کی صورت میں ہو گا تو اس کی تاویل نفس فعل مطلوب ہو گی اور اگر کلام خبر کی صورت میں ہو گا تو اس کی تاویل وہ نفس شے ہو گی جس کے بارے میں خبر دی گئی ہے"۔

نام نہاد متأخرین،فقہاء،متکلمین، محدثین اور صوفیاء وغیرھم کے عرف میں تاویل کے معنی یہ ہیں کہ لفظ کو اس کے راجح معنی سے ہٹا کر مرجوح معنی کی طرف کسی ایسی دلیل کی بناء پر موڑ دیا جائے جو اس کے ساتھ مقترن ہو۔ {۱۸}

ثعلبی کے قول کے مطابق تاویل آیت کو ایک ایسے معنی کی طرف موڑ دینے کا نام ہے جس کا احتمال اس آیت میں موجود ہو اور جو آیت کے ماقبل اور مابعد کے موافق ہو۔ {۱۹} ابن منظور نے ابن الاثیر سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :

{۱۸} مجموع فتاوی ابن تیمیہ - جلد ۱۳، ص ۲۸۸ / ۲۷۹۔

{۱۹} الکشف والبیان للثعلبی مخطوطہ ورقہ ۱۱۔

* تاویل سے مراد ظاہر لفظ کو اس کے وضع اصلی سے ایسے معنی کی طرف منتقل کرنا ہے جسے کسی ایسی دلیل کی ضرورت ہو کہ اگر وہ نہ ہو تو ظاہر لفظ کو ترک نہ کیا جائے۔ {۲۰} لوگوں نے تاویل کی دیگر بہت سی اصطلاحات بیان کی ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ صرف ان کا حوالہ دے دینا ہی کافی ہے۔ {۲۱}

* حسن بصریؒ کے عہد تک تفسیر کے ترقیاتی منازل کا مبحث قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا جیسا کہ سنت اللہ ہے کہ ہر قوم کی طرف اس کی زبان میں پیغمبر بھیجا گیا۔ چنانچہ ارشار باری ہے ﴿ **وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه ليبين لهم**○ **سورہ ابراھیم آیت ۴**۔ ﴾ ہم نے ہر رسول اس کی قوم کی زبان میں بھیجا تاکہ وہ ان کے سامنے (ہمارا پیغام) اچھی طرح بیان کر سکے۔

اسی طرح ارشاد ہے : ﴿ **انا انزلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون**○ **سورہ یوسف آیت ۲**۔ ﴾ (ہم نے اسے عربی زبان میں بار بار پڑھی جانے والی کتاب کی شکل میں نازل کیا تاکہ تم اسے سمجھ سکو)۔ حضور ﷺ کی ذمہ داری یہ تھی کہ لوگوں تک اللہ کی یہ کتاب پہنچائیں اور انہیں اس کی تعلیم دیں۔ نیز شریعت سے تعلق رکھنے والا کوئی معاملہ اگر ان کی نظروں سے مخفی ہے تو اسے واضح کردیں۔ چنانچہ ارشاد باری ہے : ﴿ **وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس مانزل اليهم ولعلهم يتفكرون** ○ **سورۃ نحل آیت ۴۴** ﴾ ۔(اور ہم نے آپ کی طرف ذکر یعنی کتاب نازل کی تاکہ آپ لوگوں کے سامنے ان باتوں کی وضاحت کریں جو ان کی طرف نازل کی گئی ہیں اور تاکہ یہ غور و فکر کر سکیں)۔

حضور ﷺ پر قرآن کا نزول تیرہ سال کے عرصے میں تھوڑا تھوڑا کر کے ہوا۔ آپ پر جب کبھی قرآن کا کوئی حصہ نازل ہوتا آپ اسے صحابہ کرامؓ کو پڑھ کر سنا دیتے اور

{۲۰} لسان العرب۔ (مادہ اول)۔

{۲۱} لسان العرب۔ (مادہ اول)۔

صحابہ کرامؓ اسے یاد کرلینے والے دلوں' سمجھ لینے والی عقلوں اور اسے یاد کرنے' اس کے معانی سمجھنے اور اس کے مقتضا پر عمل کرنے کا شوق رکھنے والے نفوس کے ذریعے اسے ہاتھوں ہاتھ لیتے۔ عبدالرحمٰن السلمی سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جو حضرات ہمیں قرآن پڑھایا کرتے تھے مثلاً حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرھما۔ وہ ہمیں بتایا کرتے کہ جب حضور ﷺ سے وہ دس آیتوں کی تعلیم حاصل کرلیتے تو جب تک ان آیات میں مذکورہ علم و عمل نہ سیکھ لیتے اس وقت تک حضور ﷺ آگے نہ پڑھاتے۔ ان حضرات کے قول کے مطابق انہوں نے قرآن اور علم و عمل کی تعلیم ایک ساتھ حاصل کی۔ یہی وجہ تھی کہ یہ حضرات ایک سورت حفظ کرنے میں ایک بڑا عرصہ صرف کردیتے تھے۔ {۲۲}

جہاں تک صحابہ کرامؓ کا تعلق تھا تو ان کے عقول اور ان کی زیرکی و دانائی میں فرق کے مطابق قرآن کے معانی کے فہم و ادراک کے درجات کے اندر بھی ان میں فرق رہا۔ اگرچہ ان حضرات کو عربی زبان کے اسالیب اور اس کے مفردات کا علم تھا لیکن پھر بھی بعض الفاظ کے معانی سے وہ نابلد تھے۔ یہ کوئی عیب کی بات نہیں کیونکہ ایک شخص کے لئے اپنی مادری زبان کے تمام الفاظ کا احاطہ ضروری نہیں ہوتا۔

ابو عبید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر ﴿ **وفاكهة وابا ○ سورة عبس آیت ۳۰** ﴾ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ **فاکھة** یعنی پھل کا مفہوم تو ہم جانتے ہیں' لیکن یہ "اب" کیا ہے؟ پھر خود ہی اپنی ذات سے خطاب کرتے فرمایا : عمر یہ تو بڑی کلفت کی بات ہے"۔ {۲۳} اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قول باری: ﴿ **وحنانا من لدنا ○ سورة مریم آیت ۱۳** ﴾

{۲۲} **تفسیر الطبری** - جلد ۱' ص ۸۰۔ احمد شاکر کے قول کے مطابق درج بالا اثر کی یہ اسناد درست ہے اور عبدالرحمن السلمی کبار تابعین میں سے ہیں۔ ان کا نام عبداللہ بن حبیب ہے۔

{۲۳} **مقدمہ فی اصول التفسیر**' ص ۱۰۹۔

کی تفسیر میں توقف کیا تھا اور فرمایا تھا کہ : "بخدا ' مجھے نہیں معلوم کہ (حنانا) کے کیا معنی ہیں " اسی طرح ان سے یہ بھی منقول ہے کہ انہیں اس وقت تک قول باری :

﴿ **فاطرالسماوات والارض ○ سورۃ انعام آیت** [۱۴] ﴾ میں لفظ "**فاطر** " کے معنی معلوم نہ ہو سکے تھے جب تک دو بدو ان کے پاس ایک کنویں کا جھگڑا لے کر نہیں آئے اور ان میں سے ایک نے کہا : "**انا فطرتھا**" یعنی میں نے اس کنویں کی ابتداء کی تھی۔ یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو "**فاطر** " کے معنی معلوم ہوئے۔ {۲۴} اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر "اب" کے لفظ کا مفہوم اور حضرت ابن عباس پر "**فاطر** " کے لفظ کا مفہوم مخفی رہ سکتا ہے تو پھر دوسرے صحابہ کرامؓ کا کیا حال ہو گا۔ اسی بنا پر ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ :

> "تمام عرب قرآن میں وارد ہونے والے غریب اور متشابہ الفاظ کی یکساں معرفت نہیں رکھتے تھے بلکہ اس سلسلے میں بعض کو بعض پر فضیلت اور برتری حاصل تھی"۔ {۲۵}

❏ مفسرین صحابہ ..

قرآن کریم کی تفسیر کے سلسلے میں دس صحابہ کرامؓ نے شہرت حاصل کی۔ ان میں چاروں خلفائے راشدین ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ' حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اللہ ' حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اللہ شامل ہیں۔ اگرچہ دیگر صحابہ کرامؓ سے بھی تفسیر کے سلسلے میں روایات منقول ہیں ' لیکن انہیں اس میں شہرت

{۲۴} الاتقان للسیوطی جلد ا ' ص ۱۱۳۔

{۲۵} التفسیر والمفسرون للدکتور الذہبی جلد ا ' ص ۳۶۔

حاصل نہیں ہوئی۔ مثلاً انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، صحابۂ کرامؓ میں سے تفسیر کے سلسلے میں سب سے زیادہ روایتیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور خلفائے راشدین میں سے سب سے زیادہ تفسیری روایتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس کمال پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ حضور ﷺ نے ان کے لئے خصوصی دعا کی تھی کہ :

اے اللہ، اسے دین کی سمجھ اور تاویل کا علم عطا کر"۔

❏ قرآن کریم کی تفسیر میں صحابہ کرامؓ کا طریق کار ..

صحابہ کرامؓ نے قرآن کی تفسیر کے سلسلے میں تین مصادر کا سہارا لیا تھا۔

❏ اول : قرآن کریم ..

نقلی اور عقلی دلائل کی بناء پر قرآن کریم ان مصادر میں سب سے اہم شمار ہوتا ہے۔ نقلی دلائل یہ ہیں۔ قول باری ہے : ﴿ **فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ ۝ سورۃ نساء آیت ۵۹** ﴾ (اگر کسی معاملے میں تمہارا آپس میں تنازعہ ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔ اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو)۔ اگر ہم کسی ایسی آیت کو جس کی تفسیر واضح نہ ہو کسی ایسی آیت پر محمول کرلیں جو اس کی تفسیر کردے تو ایسی صورت میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے معاملہ اللہ کی طرف لوٹا دیا۔

رہ گئی عقلی دلیل تو وہ یہ ہے کہ قائل اپنے قول کی تفسیر کا دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حقدار ہوتا ہے۔ پھر قرآن کریم چونکہ مصادر اسلام کا مصدر اول ہے اس لئے

اسے تفسیر کا بھی مصدر اول تسلیم کرنا پڑے گا۔ ان حیثیتوں کے پیش نظر امت کے سلف اور خلف سب کا اس امر پر کلی اتفاق ہے کہ تفسیر کا صحیح ترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن کے ذریعے کی جائے۔ {۲۶} ابن تیمیہ کے علاوہ دیگر اکابر علماء نے بھی اسی بات کا تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ بات موجود ہے کہ ایک چیز اگر ایک مقام پر مجمل بیان ہوئی ہے تو دوسرے مقام پر اس کی تفصیل آگئی ہے۔ اسی طرح ایک آیت مطلق اور عام نازل ہوئی اور پھر اس کی تخصیص یا تقیید کرنے والی دوسری آیت بعد میں نازل ہوگئی۔ اسی بات کو قرآن کے ذریعے قرآن کی تفسیر کہا جاتا ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ قرآن میں بیان شدہ قصص و واقعات بعض مقامات پر ایجاز و اختصار کے ساتھ بیان ہوئے اور بعض مقامات پر تطویل کے ساتھ - قول باری ہے : ﴿ **احلت لکم بھیمۃ الانعام الا مایتلی علیکم ○ سورہ مائدۃ آیت ۱** ﴾ تمہارے لئے چوپائے مویشی حلال کردیئے گئے سوائے ان کے جن کا ذکر تمہیں پڑھ کر سنایا جائے گا)۔ اس کی تفسیر اس آیت نے کردی : ﴿ **حرمت علیکم المیتہ ○ سورہ مائدۃ آیت ۳** ﴾ تم پر مردار حرام کردیا گیا اسی طرح قول باری ہے : ﴿ **لا تدرکہ الابصار ○ سورہ انعام آیت ۱۰۳** ﴾ اسے آنکھیں نہیں پاسکتیں۔ اس کی تفسیر اس آیت نے کی ہے ﴿ **الی ربھا ناظرۃ سورہ قیامہ ○ آیت ۲۳** ﴾ اپنے رب کی طرف دیکھ رہی ہوں گی۔

❑ دوم : تفسیر قرآن بذریعہ سنت ..

اگر صحابہ کرامؓ کو کسی آیت کے فہم میں دشواری پیش آجاتی تو اس صورت میں وہ حضور ﷺ سے رجوع کرتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ سے روایت ہے کہ جب آیت : ﴿ **الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم** ﴾ (وہ لوگ جو

ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ ملوث نہ کیا) تو صحابہ کرامؓ پر یہ بات بڑی گراں گزری۔ چنانچہ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا : اللہ کے رسول، ہم میں سے کون ایسا ہے جو اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا : "بات ایسی نہیں جو تم مراد لیتے ہو، کیا تم نے صالح بندے (حضرت لقمان) کو کہتے نہیں سنا کہ :

﴿ ان الشرک لظلم عظیم ﴾ شرک بہت بھاری ظلم ہے۔ {۲۷}

اس کے ساتھ یہ بات بھی تھی کہ ضرورت پڑنے پر حضور ﷺ خود بھی متعلقہ آیت کی تفسیر کر دیتے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے منبر پر یہ آیت تلاوت فرمائی : ﴿ واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ﴾ تم سے جتنی کچھ قوت ہو سکے اسے دشمنوں کے مقابلے کے لئے تیار کرو) اور پھر فرمایا : "آگاہ رہو! تیر اندازی ہی قوت ہے"۔ {۲۸} حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا : "کوثر جنت کی ایک نہر ہے جو مجھے میرے رب نے عطا کی ہے۔ {۲۹}

احادیث کی کتابوں میں ایک علیحدہ باب ہوتا ہے، جس میں حضور ﷺ سے ماثور و منقول تفسیر یکجا کر دی جاتی ہے۔ ارشاد باری ہے : ﴿ (وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لهم الذی اختلفوا فیه وهدی ورحمة لقوم یومنون○ سورہ نحل آیت ۶۴ ﴾ (ہم نے آپ پر یہ کتاب اس لئے نازل کی کہ آپ لوگوں کے سامنے وہ باتیں واضح کر دیں جن کے متعلق ان کے درمیان اختلاف ہو، یہ کتاب ہدایت اور رحمت بنا کر نازل کی گئی ہے۔

قرآن میں ایسے امور بھی ہیں جن کی تاویل صرف حضور ﷺ کے بیان کے ذریعے

{۲۶} مقدمه فی اصول الایمان التفسیر لابن تیمیه، ص ۹۳۔

{۲۷} یہ حدیث امام بخاری، امام مسلم، امام احمد بن حنبل وغیرهم نے روایت کی ہے۔

{۲۸} مسلم شریف وغیرہ۔

{۲۹} مسند احمد، مسلم شریف۔

معلوم ہوئی ہے۔ مثلاً اللہ کے اوامر و نواہی کی تفصیل نیز اس کے فرض کردہ احکام کی مقادیر وغیرہ۔ یہی بات حضور ﷺ کے اس ارشاد میں مراد و مقصود ہے کہ : "لوگو! سنو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل بھی دی گئی"۔

علمائے کرام نے تفسیر بالقرآن کی متعدد مثالیں بیان کی ہیں۔ ارشاد باری ہے ﴿ **فتلقی آدم من ربه کلمات فتاب علیه ○ سورہ بقرۃ آیت ۳۷**۔ ﴾ (آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے اور اللہ نے اس کی توبہ قبول کرلی)۔ یہاں کلمات کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان کے بارے میں بیان کا انداز مجمل ہے۔ لیکن دوسری آیت میں یہ کلمات بیان کردیئے گئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے : ﴿ **ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین ○ سورہ اعراف آیت ۲۳**۔ ﴾ (اے ہمارے رب، ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔

چنانچہ مذکورہ بالا مجمل الفاظ کو ان مفصل الفاظ پر محمول کرکے ان کے ذریعے اس کی تفسیر کردی گئی۔ اسی طرح ارشاد باری ہے : ﴿ **حرمت علیکم المیتة ○ سورہ مائدۃ آیت ۳** ﴾ یہاں یہ لفظ عام ہے لیکن اس کی تخصیص خشکی کے مرداروں کے ساتھ کردی گئی۔ چنانچہ ارشاد ہے : ﴿ **احل لکم صید البحر وطعامه متاعا لکم و للسیارۃ ○ سورہ مائدۃ۔ آیت ۹۶**۔ ﴾ تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا طعام حلال کردیا گیا تاکہ تمہارے لئے، نیز قافلے کے لئے یہ فائدہ اٹھانے کی چیز بن جائے۔

یہاں مذکورہ بالا عام کو خاص پر محمول کردیا گیا۔ اسی طرح قول باری ہے ﴿ **من یعمل سوء یجز به ○ سورۃ نساء آیت ۱۲۳** ﴾ (جو شخص کوئی برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دے دیا جائے گا)۔ اس میں ہر برائی کے لئے عموم ہے لیکن اس عموم کی تخصیص اس قول باری کے ذریعے ہوگئی : ﴿ **وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم و یعفو عن کثیر ○ سورہ شوری آیت ۳۰**۔ ﴾ (تمہیں جو

تکلیف اور مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی اپنی کمائی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بہت سے گناہ معاف کردیتا ہے ﴾۔ یہی وجہ ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک کفارہ ظہار میں گردن آزاد کرنے کے سلسلے میں جو اطلاق ہے یعنی : ﴿ **فتحریر رقبة ○ سورة مجادله آیت ۳** ﴾ اسے کفارہ قتل میں مذکورہ قید کے ساتھ مقید کردیا جائے گا یعنی : ﴿ **فتحریر رقبة مومنة ○ سوره نساء آیت ۹۲** ﴾ اسی طرح قول باری : ﴿ **حرمت علیکم المیته والدم ○ سوره مائدة آیت ۳** ﴾ میں لفظ "دم" یعنی خون مطلق آیا ہے' اسے "دم مسفوح" (بہائے ہوئے خون) کے ساتھ مقید کردیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے : ﴿ **الا ان یکون میتة اودما مسفوحا ○ سوره انعام آیت ۱۴۵** ﴾

قرآن کریم کی تفسیر قرآن کے ذریعے کرنے میں بعض دفعہ اس وہم کا اظہار ہوتا ہے کہ مختلف اور متضاد امور یکجا کردیئے گئے ہیں۔ مثلاً بعض آیات میں ذکر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق تراب سے ہوئی ہے اور بعض میں مذکور ہے کہ ان کی تخلیق طین سے' بدبودار کیچڑ سے اور کھنکھنانے والی خشک مٹی سے ہوئی ہے لیکن اس میں کوئی تعارض نہیں ہے بلکہ یہ ان مراحل و ادوار کا ذکر ہے جن سے حضرت آدمؑ اپنی خلقت کی ابتداء سے لے کر نفخ روح تک گزرے تھے۔ {۳۰}

❑ سوم : رائے اور اجتہاد کے ذریعے قرآن کی تفسیر ..

یہ ایک معقول بات ہے کہ صحابہ کرامؓ کو کتاب اللہ کی تفسیر سمجھنے میں اپنی رائے استعمال کرنے' نیز اجتہاد کرنے کی ضرورت پیش آتی ہوگی۔ یہ صورت اس وقت پیش

{۳۰} التفسیر والمفسرون للدکتور الذهبی۔ جلد ۱' ص ۳۵۔

آتی ہوگی جب انہیں کتاب اللہ یا سنت رسول ﷺ میں کوئی تفسیر نہ ملتی ہوگی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ صحابہ کرامؓ قرآن کریم کے بہترین مفسر تھے کیونکہ عربی زبان ان کی مادری زبان تھی اور وہ اس زبان کے آداب اور اس کی فصاحت و بلاغت کے شہسوار تھے۔ اس قسم کی تفسیر کی بہت سی مثالیں ہیں۔ ان میں سے بہت سی مثالیں ہم نے وہاں بیان کی ہیں جہاں کبار صحابہؓ سے حسن بصریؒ کے اکتساب فیض کے موضوع کو ہم نے چھیڑا ہے۔

❑ عصر تابعین یعنی حسن بصریؒ کے عصر میں تفسیر قرآن..

جس طرح بعض صحابہ کرامؓ نے علم تفسیر میں شہرت پائی اسی طرح بعض کبار تابعین نے بھی اس فن میں شہرت حاصل کی۔ انہوں نے مذکورہ صحابہ کرامؓ کے سامنے اس علم کو سیکھنے کے لئے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا اور اس طرح عصر سابق کے مصادر کے ساتھ دیگر مصادر پر بھی اعتماد کیا گیا' علاوہ ازیں ان میں فکر و نظر اور اجتہاد کی بھی صلاحیت تھی۔

استاذ محمد حسین ذہبی نے کہا ہے :

> "ان مفسرین نے کتاب اللہ کے فہم کے لئے ان آیات پر اعتماد کیا تھا جو کتاب اللہ میں وارد ہوئی تھیں' نیز ان احادیث پر جن کی انہوں نے صحابہ کرامؓ سے اور صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی تھی' ساتھ ہی ان آثار پر بھی جن کی روایت انہوں نے تفسیر کے سلسلے میں صحابہ کرامؓ سے کی تھی۔ علاوہ ازیں ان اقوال پر بھی جنہیں انہوں نے اہل کتاب سے ان کی کتابوں کے حوالے سے اخذ کیا تھا اور آخر میں اس ذریعے پر بھی جس کا دروازہ اللہ نے ان پر کھول دیا تھا یعنی طریقہ اجتہاد اور کتاب اللہ میں غور و فکر۔ کتب تفسیر نے ہمارے لئے تفسیر کے سلسلے میں ان تابعین

کے بہت سے ایسے اقوال نقل کردیئے ہیں جو ان حضرات نے اپنی رائے اور اجتہاد سے کام لے کر فرمائے تھے اور ان کے متعلق حضور ﷺ سے یا کسی صحابیؓ سے کوئی بات ان کے علم تک نہیں پہنچی تھی"۔

ہم نے پہلے ہی یہ واضح کردیا تھا کہ حضور ﷺ، نیز صحابہ کرامؓ سے جو تفسیر منقول ہے وہ قرآن کریم کی تمام آیات کی تفسیر نہیں ہے، یہ تو صرف ان امور کی تفسیر ہے جن کی سمجھ اس زمانے کے لوگوں کے لئے دشوار ہو گئی تھی پھر جوں جوں لوگ حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانے سے دور ہوتے چلے گئے، یہ دشواری آہستہ آہستہ بڑھتی چلی گئی اور علم تفسیر میں مشغول افراد کو یہ دشواری دور کرنے کی ضرورت پیش آگئی۔ ان کے بعد جو لوگ آئے انہوں نے قرآن کی تفسیر کی تکمیل کردی۔ اس سلسلے میں انہوں نے جن امور کا سہارا لیا : وہ یہ تھے عربی زبان اور عربوں کے انداز کلام کی معرفت، نزول قرآن کے دور میں پیش آنے والے ایسے واقعات جن کی صحت کا انہیں یقین ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ فہم کے دیگر ذرائع اور بحث کے دوسرے وسائل۔ [۳۱]

جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہو گیا تو بہت سے کبار صحابہ مفتوحہ شہروں اور علاقوں میں منتقل ہو گئے۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس علم کا ذخیرہ تھا اور ان سے ان کے شاگردوں یعنی تابعین نے یہ علم اخذ کیا اور اس طرح تفسیر کے کئی مدارس وجود میں آ گئے۔

مکہ مکرمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مدرسہ وجود میں آیا اور ان کے شاگردوں میں سے مکہ کے اندر شہرت پانے والوں میں سعید بن جبیرؓ، مجاہد و عکرمہ (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام) طاؤس بن کیسان اور عطا ابن ابی رباح شامل تھے۔ یہ تمام شاگرد موالی تھے یعنی آزاد شدہ غلام۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قلت و کثرت روایت کے اعتبار سے ان میں فرق ہے۔ نیز ان پر اعتماد کرنے اور ان کی طرف میلان

---

[۳۱] التفسیر و المفسرون للذہبی۔ جلد ۱، ص ۹۹۔

کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ عکرمہ وہ شخص ہیں جن کے متعلق اختلاف رائے میں شدت ہے اور علماء ان کی توثیق کے سلسلے میں ایک دوسرے کے ہمنوا نہیں ہیں۔ اگرچہ وہ سب عکرمہ کے علم و فضل کی گواہی دیتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تفسیر کے سلسلے میں دیگر صحابہ کرام کی بہ نسبت زیادہ مشہور ہوئے۔ ان سے منقول تفسیر بہت زیادہ ہے۔ تابعین میں سے جو حضرات ان کے بلاواسطہ یا بالواسطہ شاگرد تھے اور جنہوں نے اس فن میں شہرت حاصل کی تھی ان میں زید بن اسلم' ابو العالیہ اور محمد بن کعب القرظی شامل ہیں۔

عراق کے اندر بحیثیت مفسرین جن حضرات نے شہرت پائی ان میں حسن بصری' علقمہ بن قیس' مسروق' اسود بن یزید' مرہ الھمدانی' عامر الشعبی اور قتادہ بن دعامہ السدوسی شامل ہیں۔ [۳۲]

---

(۳۲) التفسیر والمفسرون۔ محمد حسین الذہبی۔ ج ۱ ص ۹۹۔

فصل ثانی

حسن بصریؒ کا انتساب کس مکتب فکر کی طرف تھا

مکی یا عراقی مکتب کی طرف؟

ہمارے علماء کی عادت ہے کہ وہ علمائے فقہ اور تفسیر کی اصناف بنا کر انہیں مختلف مکاتب فکر کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ ان مکاتب فکر میں ایک مکتب فکر اہل الاثر کا ہے اور دوسرا اہل الرائے کا۔

ایسا لگتا ہے کہ حسن بصریؒ کو اہل الرائے کے مکتب فکر میں شامل کیا گیا ہے جس کی وجہ چند امور ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ حسن بصریؒ نے بصرہ میں زندگی کا ایک طویل عرصہ گزارا تھا۔ بصرہ بحث وجدال اور مختلف فرقوں کا مرکز تھا اور ہر شخص کی کوشش یہ تھی کہ وہ اپنے معتقدات اور اپنے مسلک کی صحت ثابت کر دے۔ دوسری بات معتزلہ کا قضیہ تھا جب واصل بن عطاء، حسن بصریؒ کی مجلس سے کنارہ کش ہو گیا اور حسن نے فرمایا : "واصل ہم سے الگ ہو گیا" اور اس طرح اس کے فرقے کا نام معتزلہ پڑ گیا۔

اہل الاثر یا اہل الحدیث کا مکتب فکر مدینہ منورہ میں پیدا ہوا۔ جہاں بڑی تعداد میں

صحابہ کرامؓ رہتے تھے اور جنہوں نے اپنے شاگردوں کو سنت منتقل کی تھی۔ اس لئے مدینہ منورہ کے اس مدرسے کی طرف رجوع کئے بغیر حضور ﷺ کی سنت' نیز صحابہ کرامؓ کی آراء اور ان کے فتاویٰ' نیز فیصلوں سے واقفیت ممکن نہیں ہے۔ مدینہ منورہ میں اس مکتب فکر کی نشوونما کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ یہ مدینہ منورہ کی چار دیواری کے حدود سے باہر نہیں نکلا' بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مکتب فکر مدینہ منورہ کی حدود سے باہر نکل گیا تھا' کیونکہ صحابہ کرامؓ اسلامی شہروں میں پھیل گئے تھے۔

ان مکاتب فکر کے بارے میں ہم کوئی طویل گفتگو کرنا نہیں چاہتے کیونکہ ان کے متعلق گفتگو کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ البتہ ہم اس سلسلے میں چند ضروری باتیں کہنا چاہیں گے اور ہر مکتب فکر کے علمبرداروں پر روشنی ڈالیں گے تاکہ ہمیں حسن بصریؒ اور ان کے اس مکتب فکر کا تعارف حاصل ہو جائے جس کی طرف یہ منسوب ہیں۔

❑ اول : اہل الحدیث کا مکتب فکر ..

تابعین میں سے اس مکتب فکر کے زیادہ مشہور علمبردار سعید بن المسیب المخزومی القرشی' خارجہ بن زید بن ثابت' حضرت میمونہؓ کے آزاد کردہ غلام سلیمان بن یسار اور عروہ بن الزبیر ہیں۔ [1] اس مکتب فکر کی جڑیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ' اور حضرت عائشہؓ جیسی شخصیات کے اندر تھیں۔

❑ اس مکتب فکر کا طریق کار ..

اس مکتب فکر کے طریق کار کی بنیاد قرآن کے ذریعے نیز سنت رسول کے ذریعے

---

[1] تاریخ تشریع الاسلامی۔ الدکتور حسن الشاذلی' ص ۲۳۱۔

تفسیر قرآن پر تھی، یہ حضرات رائے سے کام لینے کے شدید مخالف تھے اور اہل الرائے پر نکتہ چینی کرتے تھے کہ یہ لوگ اپنی آراء کی خاطر بعض احادیث کو ترک کردیتے ہیں۔ {۲}

❑ اس مکتب فکر سے حاصل ہونے والے علمی فوائد ..

اس مکتب فکر نے جو علمی فوائد پہنچائے ان میں سے چند اہم فوائد درج ذیل ہیں۔

* سنت نبویہ کی جمع و تدوین اور اس کی حفاظت۔
* صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کی آراء اور ان کی تفاسیر کی جمع و تدوین اور ان کی حفاظت۔
* آثار و احادیث کی تدوین۔ اس تدوین کا کام سب سے پہلے ابن شہاب الزہری نے شروع کیا۔
* عامۃ المسلمین کو سنت نبویہ اور آثار صحابہ کی طرف توجہ دینے کی ترغیب۔ {۳}

❑ دوم : اہل الرائے کا مکتب فکر ..

* اس مکتب فکر کے ظہور کا مقام : یہ مکتب فکر تفسیر قرآن کے سلسلے میں ایک اور طریق کار کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس طریق کار کے نشانات کا ظہور تو عراق میں مختلف

{۲} التشریع و الفقه الاسلامی للقطان - تاریخ المذاهب الاسلامیه لابی زهرة. جلد ۲، ص ۳۱۔ الفکر الاسلامی للثعلبی - جلد ۱، ص ۳۱۵۔

{۳} تاریخ تشریع الاسلامی الدکتور حسن الشاذلی، ص ۲۳۳۔

عوامل کی تاثیر کے تحت ہوا۔ تاہم ہمارے لئے یہ دعویٰ کرنا مشکل ہے کہ اس طریق کار کی ابتداء عراق میں ہوئی۔ بلکہ زیادہ قابل ترجیح بات یہ ہے کہ اس کی پہلی بنیاد مدینہ منورہ ہی میں ان صحابہ کرام کے طریق کار کے تحت پڑی جن پر رائے سے کام لینے کا غلبہ تھا۔

❏ اس مکتب فکر کے علمبردار ..

صحابہ کرامؓ میں سے اس مکتب فکر کے تین مشہور علمبردار ہیں۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ عراق منتقل ہو گئے تو اپنے سینے میں محفوظ حضور ﷺ کی احادیث اور صحابہ کرامؓ کے فتادے بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے اسلوب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریق کار پر گامزن رہتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ انہوں نے فرمایا تھا کہ : "اگر تمام لوگ ایک وادی اور گھاٹی میں گامزن ہو جائیں اور عمر رضی اللہ عنہ دوسری وادی اور گھاٹی کا راستہ اختیار کریں تو میں عمر رضی اللہ عنہ کی وادی اور گھاٹی کا راستہ اختیار کروں گا"۔ {۴}

❏ عراق میں اس مکتب فکر کے پھیل جانے کے اسباب ..

ان میں چند مشہور اسباب شاید یہ ہیں :

* اہل عراق نے اپنے معلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر بہت زیادہ قبول کیا

{۴} تاریخ تشریع الاسلامی الدکتور حسن الشاذلی، ص ۲۳۴ / ۲۳۸۔ تاریخ تشریع الاسلامی للخضری، ص ۱۰۲۔

* حجاز کی بہ نسبت عراق میں احادیث نبویہ کی بڑی قلت تھی۔
* انہوں نے احادیث قبول کرنے کے لئے ایسی شرطیں عائد کر دی تھی جن کی موجودگی میں بہت کم احادیث بچ رہتی تھیں۔ {۵}

بہت سے علماء حسن بصریؒ کو اس مکتب فکر کے علمبرداروں میں شمار کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسب فیض کیا تھا لیکن حسن بصریؒ کی تفسیر کی نسبت سے ہم انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مکتب فکر سے متاثر دیکھتے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مکتب فکر اہل الحدیث کا مکتب فکر تھا۔ اس سلسلے میں حسن بصریؒ ہمیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے عراقی مکتب فکر سے کم متاثر نظر آتے ہیں۔

ہم نے اوپر جس رائے کا اظہار کیا ہے اس کی بنیاد یہ ہے کہ جب ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حسن بصریؒ کی تفسیری مرویات اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کی تفسیری مرویات جمع کیں تو پتہ چلا کہ حسن کی پہلی مرویات دوسری مرویات کے مقابلے میں نوگنا زیادہ ہیں۔

یہاں کوئی شخص یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ حسن بصریؒ جنہوں نے اپنے نام کے ساتھ بصرہ کے اسم کو علم کے طور پر استعمال کیا اور بصرہ ہی میں اپنی زندگی کا اکثر حصہ گزارا، ان کا انتساب ہم کس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مکتب فکر کی طرف کر سکتے ہیں؟

اس کا جواب بڑا آسان ہے جو درج ذیل نقاط میں مرکوز ہے۔

* حسن بصریؒ نے اپنی زندگی کا ایک حصہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں گزارا تھا۔ نیز وہ ان شہروں میں آتے جاتے رہتے تھے اور علمائے حجاز سے ان کی ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں اس لئے یہ بات یقینی تھی کہ حسن بصریؒ اپنے ان علمی سفروں میں اکا دکا

{۵} تاریخ تشریع الاسلامی الدکتور حسن الشاذلی، ص ۲۳۴/۲۳۸۔ تاریخ تشریع الاسلامی للخضری، ص ۱۰۲۔

صحابہ کرامؓ سے ضرور مستفید ہوئے تھے۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک عرصے تک بصرہ کے گورنر رہے تھے۔ {۶} اس لئے ان کے ساتھ حسن بصریؒ کی ملاقاتوں کا ان کی علمی زندگی بلکہ ان کی مرویات پر زبردست اثر پڑا ہوگا۔ حقیقت نفس الامر جو اس بات کی بہترین دلیل اور گواہ ہے وہ یہ ہے کہ علمائے تفسیر نے اپنی تصانیف میں حسن بصریؒ کی اکثر تفسیری مرویات درج کی ہیں۔ ان علماء میں طبری، ابن الجوزی، ابن کثیر اور سیوطی شامل ہیں۔ حسن بصریؒ کی یہ مرویات ان کے اسی تفسیری انداز کی نشاندہی کرتی ہیں۔ {۷} علاوہ ازیں انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کثرت کے ساتھ تفسیری روایتیں کی ہیں۔ ہمیں تو حسن بصریؒ کا کوئی تفسیری قول ایسا کم ہی ملا ہے جس کی سند حضور ﷺ یا صحابہ کرامؓ کے اثر یا خبر سے نہ ملتی ہو، بلکہ میں نے جب حسن بصریؒ کی تفسیر بالرائے کے سلسلے مواد جمع کرنا شروع کیا تو مجھے اس کی چند ہی مثالیں ہاتھ آئیں۔

{۶} البدایہ والنہایہ لابن کثیر - جلد ۷، ص ۲۴۶۔

{۷} ہمارے اس مقالے میں وہ حصہ ملاحظہ کریں جس میں ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حسن بصریؒ کی تفسیری مرویات کا ذکر کیا ہے۔

فصل ثالث

حسن بصریؒ کی تفسیر

اس فصل میں کئی مباحث ہیں :

پہلا مبحث

حسن بصریؒ کی تفسیر تک رسائی کا راستہ ..

عصر اول میں تفسیر کی تدوین کا کام نہیں ہوا، بلکہ تابعین میں جو مفسرین پیدا ہوئے وہ زیادہ تر صحابہ کرامؓ سے سماع اور روایت اور ان کے حفظ کا اہتمام کرتے تھے۔ البتہ بعض تلامذہ ایسے تھے جو لکھ لیتے تھے مثلاً مجاہد بن جبیر {*} اپنے شیخ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تفسیری اقوال ضبط تحریر میں لے آتے تھے۔ ابن ابی ملیکہ {۱} کہتے ہیں کہ :

"میں نے مجاہد کو دیکھا کہ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قرآن کی تفسیر پوچھتے، ان کے پاس تختیاں ہوتیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ان سے فرماتے : "لکھ لو" اس طرح انہوں نے پوری تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھ لی تھی۔ {۲} اس کے باوجود مجاہد تحریر پر پورا اعتماد نہیں کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں : "میں نے پورے مصحف کی سورہ فاتحہ سے

لے کر اختتام تک تین دفعہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے تلاوت کی۔ میں ہر آیت پر انہیں روک کر اس کی تفسیر ان سے پوچھتا۔ {۳} پھر حسن بصری ؒ کے زمانے تک تفسیر کی کتاب نے تالیفی رنگ اختیار نہیں کیا۔ حسن بصری ؒ کے تلامذہ ان کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے اور انہیں قرآن پڑھ کر سناتے' حسن ان کے سامنے آیات کی تفسیر بیان کرتے اور مفردات قرآن کی تشریح کرتے۔ حماد بن سلمہ نے حمید سے جو بات روایت کی ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے۔ حمید کہتے ہیں : "میں نے حسن بصری ؒ سے قرآن پڑھا۔ وہ اثباتی انداز میں اس کی تفسیر کر دیتے تھے"۔

"تاریخ التراث العربی" {۴} کے مصنف نے تفسیر کے سلسلے میں حسن بصری ؒ کی چند تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہیں :

* تفسیر پر ایک مشہور کتاب۔۔
* نزول القرآن پر ایک کتاب۔۔
* العدد فی القرآن پر ایک کتاب۔۔

انہوں نے حسن بصری ؒ سے تفسیر کے سلسلے میں ایک روایت بیان کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ عمرو بن عبید معتزلی نے اس تفسیر کی روایت کی ہے۔ وہ روایت یہ ہے۔ "ہمیں

{*} ان کے ترجمے اور حالات زندگی کے لئے دیکھیے تہذیب التہذیب۔ جلد ۱۰' ص ۴۳۔

{۱} ان کا ترجمہ "تہذیب التہذیب"۔ جلد ۱' ص ۳۰۶ پر ملاحظہ کیجئے۔

{۲} تفسیر الطبری۔ جلد ۱' ص ۹۰۔

{۳} تفسیر الطبری۔ جلد ۱' ص ۹۰۔ تہذیب التہذیب۔ جلد ۱' ص ۴۳۔

{۴} فنواد سزکین۔ تاریخ التراث العربی' ص ۴۹۔

ابن حمید نے روایت بیان کی' انہیں سلمہ نے ابن ابی اسحٰق سے' انہوں نے عمرو بن عبید سے اور انہوں نے حسن بصریؒ سے"۔ اسی طرح طبری اور ابن کثیر وغیرہما نے تفسیر کے سلسلے میں حسن کے وہ اقوال بیان کئے ہیں جن کی روایت ان کے تلامذہ نے سماعی طور پر کی تھی اور انہوں نے حسن کی کتاب میں یہ اقوال پڑھے تھے۔ ثعلبی نے بھی "الکشف والبیان" میں اس تفسیر کا ذکر کیا ہے اور "تاریخ الطبری" میں بھی ہمیں حسن بصریؒ سے منقول کچھ تفسیری روایات نظر آتی ہیں۔ {۵}

یہاں اس بات کی طرف اشارہ کردینا مناسب ہوگا کہ علم تفسیر میں حسن بصریؒ کی کتاب قرآن کی تفسیر کی کوئی کامل کتاب شمار نہیں ہوتی کیونکہ ان کے زمانے میں قرآن کی کوئی مکمل تفسیر موجود نہیں تھی بلکہ دوسری صدی کے نصف تک اس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ پھر حسن بصریؒ کی مذکورہ کتاب مجاہد کی تفسیر کی کتاب سے بڑھ کر نہیں تھی جو قرآن کے ایک چھوٹے سے حصے کی تفسیر تھی۔ تفسیر کی جن کتابوں کی نسبت بعض صحابہ یا تابعین کی طرف ہے وہ قرآن کی مکمل تفسیر کی گنتی میں نہیں ہیں، بلکہ ابن الندیم نے کہا ہے کہ قرآن کی پہلی مکمل تفسیر فراء کی طرف منسوب ہے۔ {۶} انہوں نے ہی ایک ایک سورت اور ایک ایک آیت کی تفسیر کی تھی' ابن الندیم نے اپنی کتاب "الفہرست" میں لکھا ہے کہ :

> "عمر بن بکیر نے فراء کو لکھا کہ حسن بن السہل اکثر مجھ سے قرآن سے متعلق باتیں پوچھتا رہتا ہے لیکن مجھے ان کا جواب نہیں آتا اس لئے اگر

{۵} فہرست تاریخ الطبری' ص ۳۲۰۔

{۶} یہاں میں اس بات کا اعتراف کروں گا کہ مجھے ابن الندیم کے کلام کے پہلے جزء سے اتفاق ہے لیکن میں اس کلام کے دوسرے جزء سے اختلاف کروں گا کہ "فراء کے بعد کوئی مفسر اس پر اضافہ نہیں کر سکے گا" کیونکہ بہت سے مفسرین نے اضافہ کیا ہے اور طبری نے تو ایسی شاندار تفسیر لکھی ہے جو فراء کی تفسیر سے بہت فائق ہے۔

آپ مناسب سمجھیں تو کچھ اصول میرے لئے یکجا کردیں یا انہیں کتابی شکل دیدیں تاکہ میں بوقت ضرورت انہیں دیکھ لیا کروں"۔

اس پر فراء نے اپنے رفقاء سے کہا : "میرے پاس اکٹھے ہو جاؤ تاکہ میں قرآن کے بارے میں تمہیں ایک کتاب لکھوا دوں"۔ فراء نے اس کام کے لئے ایک دن مقرر کردیا۔ جب تمام رفقاء جمع ہوگئے تو فراء ان کے پاس مسجد میں آئے۔ اس مسجد میں ایک شخص رہتا تھا جو اذان دیتا اور لوگوں کو نمازیں پڑھاتا تھا۔ فراء نے اس شخص کی طرف متوجہ ہوکر کہا : تم سورہ فاتحہ سناؤ، ہم اس کی تفسیر بیان کریں گے اور اس طرح پورا قرآن ختم کردیں گے"۔ چنانچہ وہ شخص قراءت کرتا جاتا اور فراء تفسیر بیان کرتے جاتے۔

ابو العباس کہتے ہیں :

"فراء سے پہلے کسی نے اس جیسی تفسیر نہیں لکھی اور میرا گمان ہے کہ فراء کے بعد بھی کوئی مفسر اس پر کوئی اضافہ نہیں کرسکے گا"۔

میں کہتا ہوں کہ ابو العباس ابن الندیم نے یہ بات اپنی معلومات کے مطابق کہی ہے کہ فراء سے پہلے کسی نے اس جیسا کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ انہوں نے اپنی کتاب "**الفھرست**" میں یہ ثابت نہیں کیا کہ فراء سے پہلے بھی کوئی مفسر گزرا ہے، جب کہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ فراء کی وفات سن ۲۰۷ ہجری میں ہوئی ہے اور حسن بصریؒ اس سے پہلے گزرے ہیں۔ اگر حسن بصریؒ اور دیگر متقدمین سے تفسیری مرویات پوری ایک کتاب کی صورت میں ہوتیں تو یہ کتاب ضرور ان کی طرف منسوب ہوتی اور فراء کے بارے میں یہ نہ کہا جاتا کہ وہ اس میدان میں سابق ہیں۔ الداؤدی نے حسن کا ذکر "**طبقات المفسرین**" [۷] میں ان الفاظ میں کیا ہے" وہ طبقہ ثالثہ کے سرگروہ

---

[۷] الداوودی طبقات المفسرین - جلد ۱، ص ۱۴۷۔

ہیں۔ان کی ایک کتاب "التفسیر" ہے ان سے اس کی روایت ایک جماعت نے کی ہے۔"

حسن بصریؒ کی تفسیر کے بارے میں ہمارے دور کے اہل علم نے بھی گواہی دی ہے۔ محمد حسین ذہبی نے اپنی کتاب "التفسیر والمفسرون"{۸} میں حسن بصریؒ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :

"حسن بصریؒ اپنی پرہیزگاری اور تقویٰ' نیز وعظ و ارشاد میں اپنے کمال کے ساتھ ساتھ اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول کی سنت کے بارے میں بھی وسیع علم کے جامع تھے"۔

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ ان کا قرآن مجید حفظ کرلینا' اور تلاوت' نیز تدبر و تفکر اور عمل کے اعتبار سے قرآن کے ساتھ اپنا قوی رابطہ رکھنا ایسا طریق کار تھا جس کے نتیجے میں انہیں قرآنی آیات کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کے استنباط اور لوگوں کو ان کی تعلیم پر قدرت کاملہ حاصل ہوگئی تھی۔انہیں جاننے والے لوگوں کا بیان ہے کہ وہ ایک سورت کی قراءت ختم کرکے دوسری سورت کی طرف اس وقت تک نہیں جاتے تھے جب تک وہ اس کی تاویل اور اس کے نزول کے سبب کی واقفیت حاصل نہ کرلیتے"۔ الزرقانی نے اپنی کتاب "مناهل العرفان" میں انہیں اہل عراق کے طبقہ مفسرین میں شمار کیا ہے۔انہوں نے لکھا ہے :

"ان مفسرین میں ابو سعید حسن بصریؒ بھی شامل ہیں۔ اور ان کے بارے میں ابن سعد نے کہا ہے کہ وہ ثقہ' مامون' جلیل القدر عالم' فصیح و بلیغ' حسین و جمیل اور متقی و پرہیزگار تھے حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ وہ سید التابعین تھے"۔

{۸} التفسیر والمفسرون للذهبی - جلد ۱' ص ۱۲۴- تهذیب التهذیب - جلد ۲' ص ۲۶۳ تا ۲۷۰۔

دوسرا مبحث

حسن بصریؒ کی تفسیری خوبیوں پر ایک نظر ..

حسن بصریؒ کی تفسیر ایسی ہے جس کی اکثر مرویات ہمیں قدیم کتب تفسیر نیز بعد میں لکھی جانے والی کتابوں کے اوراق میں دستیاب ہوتی ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ تفسیر میں حسن کی مرویات کا کچھ حصہ ہمیں دستیاب نہیں ہوا۔ یہ حصہ شاید ایسی کتاب کے ضمن میں رہ گیا جو ہم تک نہیں پہنچ پائی۔ بہرحال ان کی مرویات کا جو حصہ ہم تک پہنچا ہے وہ ان خصوصیات کو جان لینے کے لئے کافی ہے جن میں حسن کو امتیازی حیثیت حاصل ہے' نیز یہ حصہ تفسیر میں حسن بصریؒ کے منہج اور ان کے طریق کار کی معرفت کے لئے بھی کافی ہے۔ میں نے مصحف کی ابتداء سے لے کر اس کی انتہا تک سورت سورت اور آیت آیت کر کے ان مرویات کا تتبع کیا ہے۔ مجھے جب ایک روایت کہیں سے مل جاتی تو اسے لکھ لیتا اور پھر تفسیر کی دیگر کتابوں سے رجوع کر کے اس روایت کی صحت کی تحقیق کر لیتا اور لکھی ہوئی روایت سے اس کی مطابقت معلوم کر لیتا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ان مرویات کو جمع کرنے کا کام تکمیل کو پہنچ گیا۔ اگرچہ انہیں جمع کرنے میں میرا اکثر وقت صرف ہو گیا لیکن مجھے اس کا بڑا فائدہ ہوا۔ مجھے اس کے ذریعے نہ صرف تفسیر کے اندر حسن بصریؒ کے مسالک کا پتہ چل گیا بلکہ نزول کے مقامات' اس کے اسباب نیز فقہی اور عقائدی احکام میں ان کے منہج اور قرآن میں ناسخ و منسوخ کے متعلق ان کے ذوق کا بھی علم ہو گیا۔ ان باتوں کا ذکر تیسرے باب میں وضاحت کے ساتھ ہو گا۔

ہم حسن بصریؒ کے طریق کار کو بہت سے مفسرین کے طریق کار سے قریب پاتے ہیں لیکن ہمیں اس طریق کار میں وہ خصوصیات نظر آتی ہیں جنہیں ہم دوسرے مفسرین کے اندر بہت کم پاتے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں کہ وہ تفسیر کے اندر وعظ و ارشاد کا

رنگ پیدا کرکے قرآنی واقعات کا تفصیلاً ذکر کرتے تھے۔ کتاب اللہ کے نصوص کے بارے میں، نیز آیت سے پیدا ہونے والے اثر کے متعلق ان کا ذوق بڑا لطیف تھا۔ یہ بات انہیں ایک فنی اسلوب کے ذریعے تعبیر کی طرف لے جاتی اور ان کی ذات کے اندر ایک احساس صادق کی ترجمانی کرتی۔ {۹} مثلاً قرآن کی آیت : ﴿ و من احسن قولا ممن دعا الی الله و عمل صالحا و قال اننی من المسلمین ○ سورہ حم السجدۃ آیت ۳۳ ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں : "یہ اللہ کا حبیب ہے، یہ اللہ کا ولی ہے، یہ اللہ کا برگزیدہ بندہ ہے، یہ اللہ کا پسندیدہ بندہ ہے، یہ اللہ کو اس کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اس نے اللہ کی دعوت قبول کرکے لوگوں کو اس کی طرف آنے کی دعوت دی اور عمل صالح کرتے ہوئے زبان سے بھی اقرار کیا کہ "میں مسلمان ہوں" یہی اللہ کا خلیفہ ہے۔ {۱۰}

اسی طرح آیت : ﴿ فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا ○ سورہ لقمان آیت ۳۳ ﴾ کی تفسیر میں انہوں نے فرمایا : "تمہیں معلوم ہے کہ یہ قول کس کا ہے؟ یہ قول اس ذات کا ہے جس نے اسے پیدا کیا اور جو سب سے بڑھ کر اس کے بارے میں علم رکھتی ہے۔ تم دنیا کی مشغولیات سے بچتے رہو کیونکہ دنیا کی مصروفیتیں بہت زیادہ ہیں۔ جو شخص اپنے لئے مصروفیت کا ایک دروازہ کھول لیتا ہے تو یہ دروازہ اس کے لئے دس دروازے کھول دیتا ہے۔ {۱۱}

اسی طرح آیت : ﴿ عن الیمین و عن الشمال قعید ○ سورہ ق آیت ۱۷ ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے حسن بصریؒ نے فرمایا : "اے ابن آدم، تمہارے لئے ایک دفتر کھول دیا گیا ہے اور تم پر دو فرشتے دائیں

{۹} الحسن البصری (د)۔ احسان عباس، ص ۱۵۲۔

{۱۰} تفسیر الطبری، ص ۲۴/ ۷۵۔

{۱۱} احیاء علوم الدین - جلد ۳، ص ۱۸۱۔

بائیں مقرر کردیئے گئے ہیں۔ دائیں جانب کا فرشتہ تمہاری نیکیاں درج کرتا رہتا ہے جبکہ بائیں جانب کا فرشتہ تمہاری بدیوں کا اندراج کرتا رہتا ہے۔ اب تم تھوڑا بہت جو عمل بھی چاہو کرلو حتیٰ کہ جب تمہاری موت ہوجائے گی تو تمہارا دفتر بند ہوجائے گا اور قبر میں اسے تمہارے گلے سے لٹکا دیا جائے گا اور پھر قیامت کے دن تم اسے اپنے ساتھ لے کر قبر سے باہر آؤ گے۔ اسی سلسلے میں اللہ کا ارشاد ہے : ﴿ **وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ** ○ **سورہ اسراء' آیت ١٦** ﴾ اور ہر انسان کا نامہ اعمال ہم نے اس کے گلے میں ڈال دیا ہے۔ خدا کی قسم' جس ذات نے تمہیں اپنے اعمال کا خود ہی محاسب بنادیا ہے اس نے تمہارے ساتھ انصاف کیا ہے"۔ {١٢}

درج بالا اقتباسات کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ حسن بصریؒ واقعات بیان کرکے ان پر تبصرہ بھی کرتے ہیں' اور نتائج بھی اخذ کرتے ہیں اور صدق دل سے وعظ وارشاد کا بھی اہتمام کرتے ہیں اور بعض دفعہ صورت حال کو ہولناک بنادیتے ہیں' جس طرح ان کا یہ قول ہے : "جہنم کی آگ ہر روز ستر ہزار کھالیں کھجور کے شگوفے کے غلاف میں رکھ کر پکا دیتی ہے۔ اس غلاف کی پیمائش چالیس گز ہے"۔ {١٣}

حسن بصریؒ آیات کریمہ پر مختصر تبصرے بھی کرتے ہیں مثلاً آیت : ﴿ **انا انبئکم بتاویلہ** ○ **سورہ یوسف آیت ٤٥** ﴾ میں آپ لوگوں کو اس خواب کی تعبیر کی خبر دوں گا' پر مختصر تبصرہ کرتے ہوئے حسن بصریؒ فرماتے ہیں : "انہیں ایک موٹا تازہ قوی ہیکل غلام کس طرح خبر دے سکتا ہے۔ {١٤} اسی طرح قول باری ﴿ **قالوا تاللہ انک لفی ضلالک القدیم** ○ **سورہ یوسف آیت ٩٥** ﴾ برادران یوسف نے کہا : "ابا جان! خدا کی قسم' آپ تو اپنی قدیم بھول میں پھنسے ہوئے ہیں"

{١٢} **تفسیر الطبری** - جلد ١' ص ٢٦۔

{١٣} **تفسیر الطبری** - جلد ٥' ص ٨٤۔

{١٤} **تفسیر القرطبی** - جلد ٩' ص ٢٠٣۔

' کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے فرمایا : "یہ تو عقوق یعنی والدین کی نافرمانی ہے"۔[۱۵]
آیات پر حسن بصریؒ کے تبصرے حدت اور تیزی کا رنگ لئے ہوئے ہیں۔ مثلاً قول باری : ﴿ **واذ قلتم یاموسی لن نصبر علی طعام واحد ○ سورہ بقرۃ** آیت ۶۱ ﴾ اور یاد کرو جب تم نے کہا تھا کہ : اے موسیٰ ہم ایک کھانے پر صبر نہیں کرسکتے"۔ پر حسن کا تبصرہ ملاحظہ کیجئے : "یہ لگ میلے کچیلے تھے اور لہسن' پیاز اور دالیں کھانے کے عادی تھے۔ اسی اصل اور برائی کی طرف یہ مائل ہوگئے اور ان کی طبیعت میں ان چیزوں کے کھانے کی اشتہاء پیدا ہوگئی جن کے وہ عادی تھے اس لئے انہوں نے کہا کہ ہم ایک ہی قسم کا کھانے یعنی من و سلویٰ پر گزارہ نہیں کرسکتے"۔

حسن بصریؒ اپنی تفسیر میں قصہ اور واقعہ کی تحلیل و تجزیہ' نیز اس پر تعلیق و تبصرے کا اہتمام کرتے ہیں چنانچہ قول باری : ﴿ **ان عرضنا الامانۃ علی السماوات و الارض ○ سورۃ احزاب** آیت ۷۲ ﴾ ہم نے امانت آسمانوں اور زمین پر پیش کی' کی تفسیر میں حسن بصریؒ فرماتے ہیں : "اللہ نے مذکورہ امانت سات طبق آسمانوں پر جنہیں ستاروں کے ساتھ مزین کر رکھا تھا' نیز حاملان عرش عظیم پر پیش کی اور فرمایا : "کیا تم یہ امانت اس کی تمام ذمہ داریوں کے ساتھ اٹھاؤ گے؟" انہوں نے عرض کیا : "وہ ذمہ داریاں کیا ہیں؟ اللہ نے فرمایا : "وہ یہ ہیں کہ اگر تم نیکی کروگے تو جزاء پاؤ گے اور اگر بدی کرو گے تو سزا پاؤ گے"۔ یہ سن کر انہوں نے جواب دیا : "ہم یہ امانت نہیں اٹھاتے"۔ پھر اللہ نے یہ امانت زمین پر پیش کی' زمین نے بھی اسے اٹھانے سے انکار کردیا۔ پھر اسے اونچے اونچے ٹھوس اور سخت پہاڑوں پر پیش کیا اور ان سے امانت کی ذمہ داریوں یعنی جزاء و سزا کا ذکر کرکے اسے اٹھانے کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے بھی انکار کردیا۔ پھر اللہ نے یہ امانت انسان پر پیش کردی۔ انسان نے اسے اٹھالیا' انسان یقیناً اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اور اپنے رب کے معاملے کا علم نہ

---

[۱۵] تفسیر القرطبی - جلد ۹' ص ۲۶۱۔

رکھنے والا تھا"۔ {١٦} اس طرح حسن بصریؒ بیان میں اتنی طوالت اختیار کرتے ہیں کہ ایک چیز پر قصے کا رنگ چڑھا دیتے ہیں اور پھر اس پر تبصرہ کرکے اس سے نتیجہ نکالتے ہیں۔

قول باری : ﴿ وشاورهم فی الامر ○ سورہ آل عمران آیت ١٥٩ ﴾ اور معاملات میں ان سے مشورہ لے لیا کرو، کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے فرمایا : "حضور ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ مشاورت سے مستغنی تھے لیکن اللہ سبحانہ نے چاہا کہ بعد میں آنے والے حکام کے لئے ایک سنت قائم ہو جائے اس لئے کہ جو لوگ بھی مشاورت سے کام لیتے ہیں انہیں بہترین راستے کی ہدایت حاصل ہو جاتی ہے"۔ {١٧}

حسن بصریؒ قول باری : ﴿ ولا تمنن تستکثر ○ سورہ مدثر آیت ٦ ﴾ کی تفسیر میں فرماتے : "اور اپنے عمل کا احسان نہ جتلاؤ تو اپنے رب سے بہت زیادہ جزاء پاؤ گے"۔ {١٨}

تیسرا مبحث

تفسیر میں حسن بصریؒ کے حلقے

حسن بصریؒ کی تفسیر کی ایک خصوصیت شاید یہ بھی ہے کہ عوام الناس کے ساتھ وہ مربوط تھی۔ حسن بصریؒ کی مجلس دراصل علمائے اسلام کے تبادلۂ خیالات و مذاکرات کی مجلس ہوتی تھی۔ یہ گویا ایک علمی مجلس تھی جس میں تفسیر اور فقہ کے مسائل زیر بحث

{١٦} احیاء العلوم - جلد ٣، ص ٧٦۔

{١٧} تفسیر الطبری - جلد ٧، ص ٣٤٤ - تفسیر القرطبی - جلد ٩، ص ٢٤٥۔

{١٨} ابن کثیر - جلد ٨، ص ٢٩٠۔

آتے اور وعظ وارشاد کا سلسلہ بھی جاری رہتا اور اس طرح حسن بصریؒ قرآن پر تدبر اور اس کی تفسیر کے راستے علم کے اندر ایک انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ ان کی تفسیر کا ایک خاص طریقہ تھا۔ وہ خود یا ان کا کوئی شاگرد ایک آیت تلاوت کرتا اور وہ خود اس کی تفسیر بیان کرتے۔ حماد بن سلمہ' حمید سے روایت کرتے ہیں کہ : "میں حسن کے سامنے قرآن کی تلاوت کرتا اور حسن بصریؒ اس کی تفسیر بیان کرتے"۔ [۱۹] جب آیت کی تلاوت ختم ہو جاتی تو حسن بصریؒ شان نزول بیان کرتے' قرطبی کے قول کے مطابق حسن تفسیر کے سلسلے میں یہ طریقہ اختیار کرتے کہ ایک آیت کی تلاوت کے بعد اس وقت تک آگے نہ بڑھتے جب تک اسے سامعین کو پڑھا نہ دیتے اور شان نزول بیان نہ کر دیتے' نیز آیت کی مراد پر روشنی نہ ڈال دیتے۔ [۲۰]

شان نزول بیان کرنے کے بعد حسن سامعین کو اپنے ساتھ شریک کرنے یا ان کے ساتھ شریک ہو جانے کی کوشش کرتے۔ مثلاً وہ یہ آیت تلاوت کرتے : ﴿ **و من الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللّٰه واللّٰه رؤف بالعباد ○ سورہ بقرۃ آیت ۲۰۷** ﴾ (لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اپنی جان فروخت کر دیتے ہیں اور اللہ تو اپنے بندوں پر بہت شفقت کرنے والا ہے۔ اور فرماتے : "لوگو' تمہیں معلوم ہے کہ یہ آیت کس سلسلے میں نازل ہوئی؟ اس کا نزول اس سلسلے میں ہوا ہے کہ مسلمان کافر سے ملے اور اس سے کوئی سوال پوچھے اور خود ہی اس کا جواب دے۔ اس طرح وہ کافروں کے سامنے جا کر انہیں سمجھاتا ہے اور پھر ان سے سوال پوچھتا اور اس کا جواب خود ہی دیتا ہے اور تفہیم دین کا یہ طریقہ اختیار کرتا ہے پھر ان کی طرف سے ہونے والے سوالات کو سنتا اور ان کا جواب دیتا ہے۔ قول باری ہے : ﴿ **بلی من کسب سیئة و احاطت به خطیئته**

---

[۱۹] تہذیب التہذیب - جلد ۲' ص ۲۶۳ تا ۲۷۰۔

[۲۰] تفسیر القرطبی - جلد ۱' ص ۲۶۔

فا ؤلئک اصحاب النار ○ سورۃ بقرہ آیت ۸۱ ﴾ کیوں نہیں، جو لوگ بدی کمائیں اور ان کی برائیاں ان کا احاطہ کرلیں، تو ایسے ہی لوگ آگ میں پڑنے والے ہیں)۔ اسکے سلسلے میں ایک شخص نے حسن بصریؒ سے دریافت کیا کہ **واحاطت به خطیئتهٗ** کا کیا مفہوم ہے۔ حسن بصریؒ نے جواب میں فرمایا : ہم نہیں جانتے کہ خطیئہ کیا ہے، بیٹے، بس قرآن پڑھتے رہو اور دیکھو کہ جس آیت میں اللہ نے جہنم کی آگ کی وعید سنائی ہے وہی خطیئہ ہے۔ {۲۱} درج بالا آیت کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے ایک دفعہ فرمایا : اس کا شرک اسے گھیر لے۔ {۲۲} حسن نے فرمایا "کبیرہ گناہ جہنم واجب کردیتا ہے"۔ {۲۳}

بعض دفعہ علماء کی طرف سے حسن بصریؒ کو سوال پیش کیا جاتا۔ کثیر بن سہل کہتے ہیں کہ : "میں نے حسن بصریؒ سے حنیفیت کے بارے میں پوچھا جس کا ذکر قرآن کی اس آیت ہیں ہے۔ : ﴿ **وقالوا کونوا هودا او نصارى تهتدوا قل بل ملة ابراهيم حنيفا وما كان من المشركين ○ سورہ بقرہ آیت ۱۳۵** ﴾ یہ کہتے ہیں کہ یہودی یا نصرانی ہوجاؤ ہدایت پاؤ گے، آپ کہہ دیجئے بلکہ ابراہیم کا دین اختیار کرو جو حنیف تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے۔ حسن بصریؒ نے جواب میں فرمایا : بیت اللہ کا حج حنیفیت ہے"۔ {۲۴}

اس تفسیر میں اسماعیل سے مروی ہے کہ :

"میں نے حسن بصریؒ سے اس ارشاد باری کا مفہوم پوچھا : ﴿ **ومن كان منكم**

{۲۱} **تفسیر القرطبی** - جلد ۲، ص ۲۸۵۔

{۲۲} **ابن کثیر** - جلد ۱، ص ۱۷۱۔ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ اور عطاء کا بھی یہی قول ہے۔

{۲۳} **ابن کثیر** - جلد ۱، ص ۱۷۱۔ ابو العالیہ، مجاہد، قتادہ اور ربیع بن انس کا یہی قول ہے۔

{۲۴} **التفسیر الطبری** - جلد ۳، ص ۱۰۴۔

مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر ○ سورۃ بقرہ آیت ۱۸۴ ﴾ تم میں سے جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے)۔ میں نے ان سے پوچھا کہ روزے دار روزے رکھنا کب چھوڑ دے؟ انہوں نے جواب دیا : جب روزہ اسے نڈھال کردے"" نیز فرمایا : "جب اس میں اتنی طاقت باقی نہ رہے کہ فرض نمازوں کی ادائیگی اس طرح نہ کرسکے جس طرح اسے حکم دیا گیا ہے"۔ {۲۵}

بعض دفعہ عوام الناس بھی حسن بصریؒ سے کوئی حکم پوچھتے تو وہ اس حکم سے متعلقہ آیت کی تفسیر کرکے انہیں ان کے سول کا جواب دے دیتے۔ طبری کہتے ہیں کہ حسن بصریؒ سے ایک شخص کے متعلق مسئلہ پوچھا گیا جس کی بیوی ایک بچی کو اپنا دودھ پلایا کرتی تھی' اس نے قسم کھائی کہ جب تک اس کی بیوی بچی کا دودھ نہیں چھڑائے گی اس وقت تک وہ اس کے ساتھ ہم بستری نہیں کرے گا۔ حسن بصریؒ نے جواب میں فرمایا : میں اسے غصے کی حالت میں ایلاء نہیں سمجھتا' ایلاء صرف غصے کی حالت میں ہوتا ہے"۔ حسن کا یہ قول آیت : ﴿ **للذین یولون من نسائھم تربص اربعۃ اشھر ○ سورۃ بقرۃ آیت ۲۲۶** ﴾ (جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کرلیتے ہیں ان کے لئے چار ماہ کا انتظار ہے کی تفسیر میں ان سے منقول ہے۔ {۲۶} اسی آیت کی تفسیر کے سلسلے میں ان سے منقول ہے کہ ایک شخص کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا کہ وہ اپنی بیوی سے کہتا ہے : "اگر میں نے تم سے قربت کی تو تمہیں تین طلاق" جواب میں حسن بصریؒ نے فرمایا : جب بیوی چار ماہ گزار لے تو اس پر ایک طلاق بائن واقع ہوجائے گی اور ایلاء ساقط ہوجائے گا۔ حسن بصریؒ سے آیت : ﴿ **واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ○ سورۃ توبہ آیت ۳** ﴾ حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کے لئے اعلان ہے' میں مذکورہ

{۲۵} التفسیر الطبری - جلد ۳' ص ۴۰۵۔

{۲۶} التفسیر الطبری - جلد ۴' ص ۴۲۰ / ۴۶۲۔

حج اکبر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا : **مجھے حج اکبر سے کیا کام**' یہ وہ سال تھا جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا تھا' انہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنا نائب مقرر کیا تھا اور انہوں نے **لوگوں کو حج کرایا تھا۔** {۲۷}

بعض علماء یہ سوالات اور ان کے جوابات سنتے اور پھر دوسروں تک یہ باتیں منتقل کر دیتے تاکہ لوگ حسن بصریؒ کی تفسیر کے ان عمدہ اقوال سے مستفید ہوں جن کا سماع حسن بصریؒ نے بعض صحابہ سے کیا تھا۔

قول باری ہے : ﴿ **حتی اذا بلغ مطلع الشمس وجدها تطلع علی قوم لم نجعل لهم من دونها سترا** ○ **سورۃ کهف آیت ۹۰** ﴾ یہاںتک کہ وہ سورج کے طلوع ہونے کے مقام پر پہنچ گیا تو اس نے سورج کو ایسے لوگوں پر طلوع ہوتے ہوئے دیکھا جن کے لئے ہم نے سورج سے کوئی پردہ نہیں بنایا تھا۔ ابوداؤد الطیالسی کہتے ہیں کہ ہمیں سہل بن ابی السلط نے بیان کیا کہ حسن بصریؒ سے جب **لم نجعل لهم من دونها سترا** کے متعلق پوچھا گیا تو میں نے انہیں فرماتے ہوئے سنا کہ :

> "ان لوگوں کی سرزمین میں کوئی عمارت نہیں تھی' جب سورج طلوع ہوتا تو یہ پانی کے اندر چلے جاتے' پھر جب سورج غروب ہو جاتا تو یہ پانی سے نکل کر اس طرح چرنا شروع کر دیتے جس طرح چوپائے چرتے ہیں"۔

پھر حسن بصریؒ نے فرمایا : "یہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے"۔ {۲۸}

بہت سے تابعین نے علم تفسیر میں حسن بصریؒ سے روایتیں کی ہیں۔ علوم قرآن کے اندر حسن بصریؒ کے بہت اثرات ہیں اور بڑے بڑے علماء ان سے متاثر ہوئے ہیں۔ ان علماء نے حسن بصریؒ سے علم تفسیر کے سلسلے میں بہت سے **اقوال** نقل کئے ہیں "**الوجوه والنظائر القرآنیه**" کے مصنف ہاروں الحجازی نے حسن بصریؒ سے

{۲۷} ابن کثیر - جلد ۴' ص ۵۲۔

{۲۸} ابن کثیر - جلد ۵' ص ۱۹۰۔

قرآنی آیات کے بہت سے وجوہ نقل کرکے انہیں اپنے مخطوطہ میں درج کیا ہے۔ {۲۹}

ہارون نے لفظ "اعمی" کے معانی کی تیسری وجہ اور صورت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے "دلیل اور حجت سے چشم پوشی کرنے والا" یعنی اندھا مراد ہے۔ یہی قول باری: ﴿ونحشرہ یوم القیامۃ اعمی○ سورہ طہ آیت ۱۲۴﴾ اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے' سے مراد ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا: "تو دنیا میں حجت کی بناء پر بصیر یعنی بینا تھا' اللہ نے فرمایا (کذالک) یعنی اس طرح دنیا میں ہماری آیتیں تیرے پاس آئیں تو نے انہیں بھلا دیا یعنی ترک کردیا۔ اسی طرح آج تجھے عذاب کے اندر بھلا دیا جائے گا یعنی تیری کوئی خبرگیری نہیں کی جائے گی۔ قول باری ہے: ﴿وکذالک نجزی ما اسرف○ سورۃ طہ آیت ۱۲۵﴾ اسی طرح ہم اسراف یعنی زیادتی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ یعنی شریک کرنے والوں کو۔ اہل علم کو خدشہ تھا کہ کہیں یہ آیت توحید پرستوں یعنی موحدین کے بارے میں نہ ہو' لیکن حسن کی تفسیر سے ان کا خدشہ دور ہوگیا اس لئے کہ (من اسرف) سے مراد شریک کرنے والے ہیں۔ ہارون نے لفظ (حسنا) کے معانی میں سے پہلی وجہ بیان کی ہے۔ قول باری ہے: ﴿وقولوا للناس حسنا○ سورہ بقرۃ آیت ۸۳﴾ اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔ یعنی بھلائی کی بات' یعنی یہ کہ نہ تو تم ان کے نام رکھو اور نہ ہی انہیں ایذا دو کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذمہ داری میں ہیں۔ {۳۰}

ہارون کہتے ہیں کہ ہمیں اس آیت کے سلسلے میں حسن کا یہ قول پہنچا ہے کہ: "تمہارا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کرنا الحسنیٰ میں سے ہے اور پھر فرمایا: لوگوں سے اچھی بات کہنے کا مفہوم یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بارے میں یہ سچی بات کہو کہ آپ نبی تھے۔

{۲۹} ہارون الحجازی قرن ثانی کے علمائے تابعین میں سے ہیں اور ان کا مخطوطہ مکتبہ قطر میں موجود ہے' ص ۱۱۷۔

{۳۰} المخطوطہ' ص ۱۲۔

ہارون نے "موت" کے معنی کے سلسلے میں یہ چوتھی صورت بیان کی ہے۔ موت سزا کے طور پر روح کے چلے جانے کا نام ہے بغیراس کے کہ مرنے والے دنیا سے اپنا اپنا رزق مکمل کر سکیں۔ سورہ بقرہ میں بنی اسرائیل کے بارے میں قول باری کا یہی مفہوم ہے : ﴿ ثم بعثناکم من بعد موتکم لحلکم تشکرون ○ سورہ بقرہ آیت ۵۶ ﴾ پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تمہیں زندہ کیا تاکہ تم شکر کرو۔ انہیں یہ موت حضرت موسیٰؑ سے بے جا سوال کرنے کی سزا کے طور پر دی گئی تھی۔

حسن بصریؒ نے فرمایا : "ہمیں بنی اسرائیل کے متعلق جو باتیں پہنچی ہیں ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ انہوں نے حضرت موسیٰؑ سے کہا : "ہمیں اللہ کھلم کھلا دکھاؤ" حضرت موسیٰؑ نے جواب میں فرمایا : اے بنی اسرائیل، کوئی شخص بھی اللہ کو دنیا میں نہیں دیکھ سکتا" یہ سن کر انہوں نے کہا : پھر اس کا کلام ہمیں سناؤ" اس کے جواب حضرت موسیٰؑ نے فرمایا : "میں بشر ہوں اور میرا کلام بشر کا کلام ہے۔ {۳۱}

"طاغوت" کے معنی کے سلسلے میں ہارون نے تیسری صورت بیان کی ہے۔ طاغوت سے مراد کعب بن اشرف یہودی ہے۔ سورہ بقرہ میں قول باری ہے : ﴿ والذین کفروا اولیاء هم الطاغوت سورہ بقرۃ آیت ۲۵۷ ﴾ جو لوگ کافر ہیں ان کے اولیاء طاغوت ہیں، یعنی کعب بن الاشرف جو انہیں نور ہدایت سے نکال کر ظلمات کفر کی طرف لے جاتا ہے اس کی نظیر سورہ نساء کی یہ آیت ہے۔ : ﴿ الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب ○ سورہ نساء آیت ۵۱ ﴾ یعنی یہود (یومنون بالجبت والطاغوت)، یعنی کعب بن الاشرف۔ البتہ ہارون نے یہاں حسن بصریؒ کا ایک خاص قول نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ حسن کے قول کے مطابق "جبت" سے مراد شیطان ہے۔ {۳۲}

{۳۱} الوجوہ والنظائر، ص ۱۲۰۔

{۳۲} الوجوہ والنظائر، ص ۳۹۔

"سعی" کے معنی میں ہارون نے پہلی صورت بیان کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ :
"سعی سے مراد "مشی" یعنی چلنا ہے۔ سورہ بقرہ میں یہی قول باری ہے : ﴿ ثم ادعهن یاتینک سعیا ○ سورہ بقرۃ آیت ۲۶۰ ﴾ پھر تم انہیں بلاؤ تمہارے پاس چل کر آئیں گے۔ یعنی اپنے پاؤں سے چل کر۔ اسی طرح قول باری : ﴿ فلما بلغ معه السعی سورہ الصافات آیت ۱۰۲ ﴾ یعنی مشی (قدموں سے چلنا)۔

حسن بصریؒ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا : "یعنی عمل، اور پھر حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ مل کر حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ کی تعمیر کی"۔ (الوجوہ والنظائر ص۳۲)

"خیر" کے معنی کے سلسلے میں ہارون نے ساتویں صورت کے اندر طعام کا ذکر کیا ہے یعنی خیر سے مراد طعام ہے۔ سورہ القصص میں قول باری ہے : ﴿ انی لما انزلت الی من خیر فقیر ○ سورۃ القصص آیت ۲۴ ﴾ حسن بصریؒ نے کہا ہے کہ تاویل کے اعتبار سے انی لما انزلت الی یعنی رسالت اور نبوت (فقیر) یعنی بھوکا۔ حضرت موسیٰؑ نے صرف طعام طلب کیا تھا جسے وہ کھا سکیں۔ (۳۳)

درج بالا مثالوں سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ بصرہ کی علمی زندگی پر حسن بصریؒ کا کس قدر اثر تھا۔ خاص طور پر تفسیر اور علوم قرآن پر اور "الوجوہ والنظائر" کے اندر مذکور ان کے اقوال کی پختگی ہمارے سامنے پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔

---

(۳۳) الوجوہ والنظائر، ص۲۶۔

چوتھا مبحث

تحقیق اسانید ..

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فصل ایک اہم ترین فصل ہے اس لئے کہ متقدمین سے روایت کی تحقیق ہی وہ ذریعہ ہے جس کی مدد سے ہم معلوم کرسکتے ہیں کہ کون سی باتیں ان حضرات سے درست طریقے سے روایت ہوئی ہیں اور کون سی باتیں غلط طریقے سے ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ میں نے محدثین و مفسرین کی کتابوں سے ان طرق کا استقصاء کیا ہے۔ میں نے ان طرق کی تخریج ان کے مصادر اصلیہ سے کی ہے اور بحث و تخریج کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اکثر طرق درست ہیں۔ حسن بصریؒ کی بارہ طریقوں سے تفسیری روایات درست ہیں اور باقی اسانید ضعیف ہیں یعنی درست نہیں ہیں۔ میں نے ان طرق میں سے ہر طریق سے حسن بصریؒ کی تفسیر کے نمونے بیان کئے ہیں۔ ان کی تمام مرویات کا احاطہ نہیں کرسکا ہوں کیونکہ یہ بات ہمیں اپنے مقصد کے دائرے سے خارج کردے گی۔ میرے سامنے حسن بصریؒ کے ان اقوال کی وجاہت واضح ہوگئی ہے جو درست اسانید کے ذریعے مروی ہیں اور اس کے ساتھ اس تفسیر کا رکیک ہونا بھی واضح ہوگیا ہے جس کی روایت ضعیف اسانید کے ذریعے کی گئی ہے۔ یہ بات ان اسانید کے ضعف کو اور بھی مؤکد کردیتی ہے۔ واللہ اعلم۔

اب میں یہاں "المطلب الاول" کے عنوان کے تحت صحیح اسانید بیان کروں گا اور ان اسانید کے بارے میں علماء کے اقوال بھی ذکر کروں گا اور اس کے بعد ان اسانید کے ذریعے حسن بصریؒ کی بعض تفسیری مرویات بھی نقل کروں گا۔ پھر میں "المطلب الثانی" کے عنوان کے تحت ضعیف اسانید کا ایک ایک کرکے جائزہ لوں گا اور علماء کی تنقید کا بھی تذکرہ کروں گا اور پھر ان اسانید کے ذریعے حسن بصریؒ کی تفسیری مرویات بھی بیان کروں گا۔

المطلب الاول

صحیح اسانید

* الحجاج بن المنہال کی جریر بن حازم سے روایت' ان کی المبارک بن فضالہ سے اور ان کی حسن بصریؒ سے روایت۔ {۱}{۲}

{۱} یہ اسناد درست ہے' حجاج بن منہال ثقہ اور فاضل ہیں (التقریب ج ا' ص ۱۵۴) جریر بن حازم ثقہ ہیں البتہ ان کے کچھ اوہام بھی ہوتے ہیں جب وہ اپنے حفظ سے روایت کرتے ہیں ان کا تعلق راویوں کے طبقہ سادسہ سے ہے۔ (التقریب ج ا ص ۱۲۷) مبارک بن فضالہ بصریؒ ثقہ ہیں لیکن تدلیس و تسویہ کرتے ہیں البتہ حسن بصریؒ سے ان کی روایتیں قابل احتجاج ہیں (التہذیب ج ۱۰ ص ۲۹) یہ اسناد عمدہ ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

{۲} اس اسناد کے ذریعے قول باری : ﴿انی جاعلک فی الارض خلیفۃ الخ سورہ بقرۃ آیت ۳۰﴾ کی تفسیر میں حسن نے فرمایا : "یعنی نائب' ان میں سے بعض بعض کے نائب ہوں گے۔ یہ اولاد آدم ہیں جو اپنے جدامجد حضرت آدمؑ کے نائب ہوں گے۔ ہر قرن اپنے ما قبل کے قرن کا نائب اور قائم مقام ہوگا۔ (الطبری ج ا' ص ۴۵۱)۔

* **بشر بن معاذ** نے کہا کہ ہمیں **یزید بن زریع** نے **سعید** سے روایت بیان کی' انہوں نے **قتادہ** سے اور انہوں نے **حسن بصریؒ** سے {۳}{۴}

* **علی بن سہل** نے کہا کہ ہمیں **مومل** نے روایت بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں **مودود بحر بن موسیٰ** نے اور انہوں نے کہا کہ میں نے **حسن بصریؒ** کو سنا۔ {۵}{۶}

* **الحسن بن محمد بن الصباح** نے **سعید بن سلیمان** سے روایت کی' انہوں نے **مبارک بن فضالہ** سے اور انہوں نے **حسن بصریؒ** سے۔ {۷}{۸}

* **(الف) ابو مسعود اسماعیل بن مسعود الجحدری** نے کہا کہ ہمیں **نوح بن قیس** نے روایت بیان کی' انہوں نے **محمد بن سیف** سے اور انہوں نے **حسن بصریؒ** سے {۹}

(ب) : ابو زائدہ زکریا بن یحیٰ بن ابی زائدہ اور المثنی بن ابراہیم نے کہا کہ : ہمیں **مسلم بن ابراہیم** نے روایت بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں **نوح بن قیس** نے **ابو رجاء محمد بن سیف** سے اور انہوں نے **حسن بصریؒ** سے۔ {۱۰}{۱۱}

{۳} بشر بن معاذ العقدی ابو سہل البصری' یہ صدوق ہیں۔ ان کا تعلق طبقہ عاشرہ سے ہے۔ ان سے امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایتیں لی ہیں۔ (التقریب ج ۱ ص ۱۰۱) یزید بن زریع البصری ابو معاویہ ثقہ اور ثبت ہیں۔ ان کا تعلق آٹھویں طبقہ سے ہے۔ ایک جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ (التقریب ج ۲ ص ۳۶۴)۔

{۴} اس اسناد کے ساتھ قول باری : ﴿ فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ ○ **سورہ بقرۃ آیت ۳۷** ﴾ آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لئے اور پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کرلی' کی تفسیر حسن بصریؒ سے ان الفاظ میں مروی ہے " آدم و حواء نے عرض کیا . ﴿ **ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین** ﴾ اے ہمارے رب' ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ اور اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں فرمائے گا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ یہ تفسیر الشوکانی نے "فتح القدیر ج ۱ ص ۷۲) میں عبد بن حمید کے واسطے سے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے۔

بقیہ حواشی ملاحظہ فرمائیں۔

---

[۵] علی بن سہل قادم کے بیٹے ہیں۔۔ صدوق ہیں اور گیارہویں طبقہ کے بڑے راویوں میں شمار ہوتے ہیں۔ امام ابوداؤد نے ان سے روایتیں لی ہیں **التقریب ج ۲ ص ۳۸**)۔ سہل اسماعیل کے بیٹے ہیں۔ یہ صدوق ہیں لیکن ان کا حفظ اچھا نہیں ہے' ان کا تعلق نویں طبقہ کے چھوٹے راویوں میں ہوتا ہے۔ امام بخاری نے تعلیق کے طور پر ان کی روایتیں لی ہیں۔ امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے **التقریب ج ۲ ص ۲۹۰**)۔ ابوداؤد کا نام بحر بن موسیٰ البصری ہے۔ یہ سفیان ثوری سے روایت کرتے ہیں اور سفیان ثوری ان کی ماں کے والد ہیں۔ ابن المدینی نے ان کے متعلق کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں۔ **الکنیٰ والاسماء للدوالیبی ج ۲** ص ۱۳۴)۔

[۶] اس اسناد کے ذریعے قول باری : ﴿ **فالآن باشروھن وابتغوا ماکتب اللہ لکم** ○ **سورہ بقرہ آیت ۱۸۷**﴾ اب تم اپنی بیویوں سے مباشرت کرو اور اللہ نے جو تمہارے لئے لکھ دیا ہے 'اسے تلاش کرو' کی تفسیر حسن بصریؒ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا : "وابتغوا **ما کتب اللہ لکم**" سے اولاد مراد ہے" (**الطبری** ج ۳ ص ۵۰۶)۔

[۷] حسن بصریؒ تک یہ اسناد صحیح ہے کیونکہ حسن بن محمد بن الصباح جو الزعفرانی کے نام سے مشہور ہیں ثقہ اور مامون ہیں۔ یہ امام شافعی کے شاگرد ہیں۔ اور عراق میں ان کی کتابوں کے راوی ہیں۔ سعید بن سلیمان سعدویہ الضبی الواسطی ہیں۔ وہ ثقہ اور مامون ہیں۔ نیز امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں اور امام احمد بن حنبل کے اقران میں سے شمار ہوتے ہیں۔ مبارک بن فضالہ ثقہ ہیں اور حسن بصریؒ کے **خاص الخاص** رفقاء میں سے ہیں۔ انہوں نے حسن بصریؒ کے ساتھ تیرہ یا چودہ برسوں تک مجالست رکھی ہے (**الطبری** تحقیق احمد شاکر ج ۱ ص ۴۶۴)۔

* الحسن بن یحییٰ نے کہا کہ ہمیں عبدالرزاق نے روایت سنائی' اور انہیں معمر نے حسن بصریؒ سے۔ {۱۲} {۱۳}

{۸} اس سند کے ذریعے قول باری : ﴿**واعلم ماتبدون وما کنتم تکتمون**﴾ اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپا رہے تھے سورہ بقرہ آیت ۳۰) کی تفسیر حسن بصریؒ سے ان الفاظ میں مروی ہے : "فرشتوں نے جو کچھ ظاہر کیا تھا وہ یہ تھا کہ اے اللہ' تو اپنا خلیفہ ایسے شخص کو بنا رہا ہے جو زمین میں فساد مچائے گا اور خون بہائے گا' اور جو کچھ انہوں نے چھپایا تھا وہ یہ تھا کہ فرشتوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا تھا کہ ہم آدم سے بہتر اور ان سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں"۔

{۹} نوح بن قیس پر تشیع کا الزام تھا' ان کا تعلق آٹھویں طبقہ سے ہے۔ یہ بات ابن حجر نے کہی ہے۔ **التقریب** ج ۲ ص ۳۰۸) محمد بن سیف الازدی الحدانی ثقہ ہیں اور طبقہ سادسہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ (**التقریب** ج ۲ ص ۱۶۹)۔ ابو مسعود کا نام اسماعیل بن مسعود الجحدری ہے۔ یہ ثقہ ہیں اور ان کا تعلق دسویں طبقہ سے ہے (**التقریب** ج' ص ۷۴)۔

{۱۰} ابو زائدہ زکریا بن یحییٰ الوادعی صدوق ہیں اور گیارہویں طبقہ میں سے ہیں۔ المثنی بن ابراہیم' ابن جریر الطبری کے شیخ ہیں۔ مسلم بن ابراہیم الازدی کی کنیت ابو عمرو ہے۔ یہ بصریؒ ہیں اور نویں طبقہ کے چھوٹے راویوں میں سے ہیں۔ **التقریب** ج ۲ ص ۲۴۴)۔

{۱۱} مذکورہ بالا دونوں سندوں کے واسطے سے قول باری : ﴿**صفراء فاقع لونها سورہ بقرۃ آیت ۶۹**﴾ کی تفسیر حسن بصریؒ سے ان الفاظ میں مروی ہے : "گہرے سیاہ رنگ کی" (**الطبری** ج ۲ ص ۱۹۹)۔

{۱۲} الحسن بن یحییٰ بن الجعد العبدی صدوق ہیں اور گیارہویں طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ امام ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے۔ **التقریب** ج۱' ص ۱۷۲) عبدالرزاق بن ہمام بن نافع ثقہ' حافظ الحدیث اور مشہور مصنف ہیں۔ ان کا تعلق نویں طبقہ سے ہے **التقریب** ج ۱ ص ۵۰۵) اس سند کے رجال ثقہ ہیں اور یہ سند ایک صحیح سند ہے۔

* محمد بن عبد الاعلیٰ نے کہا کہ ہمیں المعتمر بن سلیمان نے اپنے والد سے اور انہوں نے حسن بصریؒ سے روایت بیان کی {۱۴} {۱۵}

ابن علیہ نے ابو رجاء سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا :

"میں نے حسن سے پوچھا"۔ {۱۶} {۱۷}

* محمد بن بشار نے کہا کہ ہمیں حماد بن مسعدہ نے عوف سے اور انہوں نے حسن بصریؒ سے روایت بیان کی۔ {۱۸} {۱۹}

* سوار بن عبد اللہ العنبری نے کہا کہ ہمیں خالد بن الحارث نے روایت بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں عوف نے حسن بصریؒ سے بیان کیا۔ {۲۰} {۲۱}

{۱۳} اس سند کے ذریعے قول باری :

﴿ وقولوا حطة الخ سورہ بقرۃ آیت ۵۸ ﴾ کی تفسیر حسن بصریؒ سے ان الفاظ میں مروی ہے: "یعنی مغفرت' استغفار کرو" (الطبری ج ۲ ص ۵۸)۔

{۱۴} اس اسناد کے رجال سب کے سب ثقہ ہیں (التقریب جلد ا' ص ۲۶۳) جلد ۲' ص ۳۲۶' جلد ا' ص ۲۶۷ میں ان کے حالات زندگی مذکور ہیں۔

{۱۵} اس اسناد کے ذریعے قول باری :

﴿ ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصاری والصابئین ... الخ سورہ بقرۃ آیت ۶۲ ﴾ کی تفسیر حسن بصریؒ سے منقول ہے۔ انہوں نے (الصابئین) کی تفسیر کی ہے کہ یہ لوگ مجوسی تھے (الطبری ج ا ص ۲۵۳) حسن سے اس کی ایک اور تفسیر اس سند سے مروی ہے۔ عبد الرحمٰن بن مھدی نے معاویہ بن عبد الکریم سے اور انہوں نے حسن سے روایت کی ہے۔ کہ حسن نے فرمایا : "یہ لوگ فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں" معاویہ بن عبد الکریم الثقفی کی کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے اور بصریؒ ہیں' یہ صدوق ہیں اور چھٹے طبقہ کے چھوٹے راویوں میں سے ہیں۔ امام بخاری نے ان سے تعلیقاً روایت کی ہے (التقریب ج ۲ ص ۲۶۰)۔

* یعقوب بن ابراہیم نے کہا کہ ہمیں ہشیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں حمید نے حسن بصریؒ سے خبر دی۔ {۲۲}

بقیہ حواشی ملاحظہ فرمائیں۔

{۱۶} اس سند کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ ابو رجاء کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ ابن معین' ابن سعد اور امام نسائی وغیرہم نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔

{۱۷} اس سند کے ذریعے حسن بصریؒ سے قول باری : ﴿ **ولقد آتیناک سبعا من المثانی والقرآن العظیم**' **سورۃ الحجر آیت ۸۷** ﴾ کی تفسیر مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا :

"سورہ فاتحہ کو المثانی اس لئے کہا گیا ہے کہ ہر نفل اور فرض نماز میں اس کی قراءت دہرائی جاتی ہے"۔ (**الطبری ج ۱ ص ۱۰۹**)۔

{۱۸} یہ اسناد صحیح اور متصل ہے۔۔ حسن بصریؒ سے روایت کرنے والے راوی عوف بن ابی جمیلہ العبدی ہیں جو ابن الاعرابی کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ ثقہ اور ثبت ہیں۔ (**التقریب ج ۲ ص ۱۸۹**)

{۱۹} اس سند سے حسن بصریؒ کی تفسیر متعلقہ قول باری (**الرحمن الرحیم**) مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا : "الرحمٰن ایک ممنوع اسم ہے یعنی اس کا تعلق اللہ کے ان اسماء سے ہے جن پر بندوں کے نام رکھنے کی ممانعت کر دی گئی ہے (**الطبری ج ۱ ص ۱۳۴**)۔

{۲۰} سوار بن عبد اللہ العنبری ثقہ اور دسویں طبقہ سے ہیں۔ ابو داؤد' ترمذی اور نسائی نے ان سے روایت کی ہے۔ (**التقریب ج ۱ ص ۳۳۶**) خالد بن الحارث بن رافع الجہنی المدنی صدوق اور طبقہ سابعہ سے ہیں۔ امام بخاری اور ابو داؤد نے ان سے روایت کی ہے۔ (**التقریب ج ۱ ص ۲۱۰**)۔

* عبداللہ بن کثیر ابو صدیق الآملی نے کہا کہ ہمیں ہاشم بن قاسم نے کہا کہ ہمیں حمزہ بن المغیرہ نے عاصم سے روایت بیان کی' انہوں نے ابوالعالیہ سے اور انہوں نے اس روایت کا سلسلہ حسن بصریؒ تک پہنچایا۔ {۲۳}

{۲۱} اس اسناد کے ذریعے قول باری (ما ننسخ من آیۃ او ننسھا ... سورہ بقرۃ آیت ۱۰۶ کی تفسیر حسن بصری سے ان الفاظ میں مروی ہے: "یعنی ہم ایک آیت کے حکم کو منتقل کر کے اسے بدل دیتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ حلال کو حرام' حرام کو حلال' مباح کو محظور اور محظور کو مباح کردیتے ہیں۔ یہ بات صرف امرونہی' حظر و اطلاق اور منع و اباحت کے اندر ہوتی ہے۔ رہ گئے اخبار تو ان میں نہ تو ناسخ ہوتا ہے اور نہ ہی منسوخ (الطبری ج ۲ ص ۴۷۲)۔

{۲۲} اس اسناد کے رجال تمام کے تمام ثقہ ہیں۔ اس سند کے ذریعے قول باری :

﴿ان ترک خیرات الوصیۃ للوالدین والاقربین ...... الخ سورہ بقرۃ آیت ۱۸۰ ﴾ کی تفسیر حسن بصریؒ سے اس طرح منقول ہے:۔

"حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص اپنے قرابت داوں کے سوا کسی اور شخص کے حق میں تہائی ترکے کی وصیت کرے تو اس صورت میں اس تہائی کے دو تہائی حصے اسے دیئے جائیں گے اور ایک تہائی حصہ قرابت داروں کے لئے ہوگا"۔

{۲۳} یہ اسناد صحیح ہے۔ اس کے واسطے سے حسن بصریؒ سے قول باری :

﴿اھدنا الصراط المستقیم ﴾ کی تفسیر ان الفاظ میں منقول ہے :

"اس سے حضور ﷺ اور آپ کے بعد آپ کے دو صحابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مراد ہیں"۔ (الطبری ج ۱ ص ۱۷۵)۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔

[پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔]

الحاکم نے "المستدرک" (ج ۲ ص ۲۵۹) میں یہ تفسیر ابو النضر کے واسطے سے مذکورہ بالا اسناد کے ذریعے بیان کی ہے۔ یہ اسناد ابو العالیہ کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تک ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ صحیح الاسناد روایت ہے لیکن امام بخاری اور امام مسلم نے اس روایت کی تخریج نہیں کی ہے۔ ذہبی نے بھی الحاکم کی موافقت کی ہے اور سیوطی نے اس اسناد کے ذکر میں اختصار سے کام لیا ہے۔ اس اسناد کی نسبت صرف الحاکم نے کی ہے۔ ابن کثیر نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۳) اور اس کی نسبت ابن ابی الحاتم کی طرف ہے۔

المطلب الثانی

ضعیف اسانید

* یعقوب بن ابراہیم نے کہا کہ مجھے ہشیم نے کہا کہ ہمیں جویبر نے کثیر بن زیاد سے اور انہوں نے حسن بصریؒ سے خبر دی ہے۔ {۱}{۲}

{۱} ابو سہل کثیر بن زیاد البرسانی الازدی العتکی ثقہ ہیں اور حسن بصریؒ کے کبار رفقاء میں سے ہیں۔ "التھذیب ج ۴ ج۲۶۱ ص ۴۱۵) اور "التاریخ الکبیر" ابن ابی حاتم ج ۳ ج۲۶۲ ص ۱۵۱) میں ان کا ترجمہ (یعنی حالات زندگی) مذکور ہے۔ یہ اسناد جویبر بن سعد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ابن حجر نے "التقریب" میں اس کے متعلق کہا ہے کہ یہ بہت ضعیف راوی ہے)۔

{۲} اس سند کے ذریعے قول باری :

﴿ قالوا ادع لنا ربک یبین لنا ماھی قال انه یقول انها بقرة ○ سورہ بقرة آیت ۶۸ ﴾ کی تفسیر حسن بصریؒ سے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا : "یہ نیل گائے تھی" (الطبری ج ۲ ص ۱۹۹)۔

بقیہ حواشی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔

* ابن وکیع نے کہا کہ ہمیں ابو اسامہ نے یزید بن ابراہیم سے اور انہوں نے حسن بصریؒ سے بیان کیا ہے۔ {۳}{۴}

* المثنی بن ابراہیم نے کہا کہ ہمیں الحجاج الانماطی نے بیان کیا کہ ہمیں مہدی بن میمون نے بتایا کہ میں نے الحسن بن دینار کو کہتے سنا تھا کہ حسن بصریؒ نے فرمایا۔ {۵}{۶}

* القاسم نے کہا کہ ہمیں الحسین نے کہا کہ ہمیں حجاج نے جریر بن حازم اور ابو بکر سے اور انہوں نے حسن سے روایت کی۔ {۷}{۸}

* المثنی نے کہا کہ ہمیں سوید بن نصر نے بتایا کہ ہمیں ابن المبارک نے اسماعیل المکی سے اور انہوں نے حسن بصریؒ سے روایت کی۔ {۹}{۱۰}

* القاسم نے کہا کہ ہمیں الحسین نے بتایا کہ ہمیں عباد نے ہشام بن حسان سے اور انہوں نے حسن بصریؒ سے روایت کی۔ {۱۱}{۱۲}

* الحسن بن عرفہ نے کہا کہ ہمیں روح بن عبادہ نے کہا کہ ہمیں اشعث نے حسن بصریؒ سے روایت کی {۱۳}{۱۴}

{۳} ابن وکیع سفیان بن وکیع بن الجراح ہیں' ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ یہ صدوق تھے۔ پھر ان کی طرف وہ روایتیں منسوب کردی گئیں جو انہوں نے نہیں کی تھیں' اس لئے انہیں قبول نہیں کیا گیا اور ان کی روایت ساقط ہوگئی۔ ان کا تعلق دسویں طبقہ سے ہے۔ امام ترمذی نے ان سے روایت کی ہے۔ اور امام ابن ماجہ نے بھی (التقریب ج ا ص ۳۱۲)۔ ابو اسامہ حماد بن اسامہ القرشی ہیں۔ یہ ثقہ اور ثبت ہیں۔ بعض دفعہ تدلیس کرجاتے ہیں۔ آخر میں یہ نویں طبقہ کے بڑے بڑے راویوں کی کتابوں سے روایت کرتے تھے۔ ایک بڑی جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ (التقریب ج ا ص ۱۹۶)۔ زیر بحث اسناد ابن وکیع کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔

{۴} اس اسناد کے ذریعے حسن بصریؒ سے "الشجرۃ" کی تفسیر منقول ہے۔ جس کا ذکر اس آیت میں ہوا ہے۔ : ﴿ **ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظلمين** ○ **سورہ بقرۃ آیت ۳۵** ﴾ (تم دونوں اس درخت کے قریب بھی مت جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے)۔ حسن نے فرمایا کہ یہ درخت سنبلہ (ایک خوشبودار گھاس) کا پودا تھا"۔ (**الطبری ج ا ص ۵۱۹**)۔

{۵} الحجاج الانماطی حجاج بن المنہال ہیں۔ یہ ثقہ اور فاضل ہیں اور ان کا تعلق نویں طبقہ سے ہے (**التقریب ج ا ص ۱۵۴**)۔ مہدی بن میمون معروف ثقہ راوی ہیں۔ انہوں نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے۔ زیر بحث اسناد میں وہ اس بات کی تصریح کرتے ہیں کہ انہوں نے حسن بن دینار کے سوال کا جواب حسن بصریؒ سے خود سنا تھا۔ حسن بن دینار ایک کذاب راوی ہے اور قابل اعتماد نہیں ہے۔ "کتاب المجروحین" میں ابن حبان نے اس کے حالات بیان کئے ہیں (رقم ۲۰۸) اس کا ذکر منکرات و موضوعات سے بھرا ہوا ہے۔ "**المیزان**" اور "**لسان المیزان**" میں بھی اس کا ذکر ہے۔

{۶} اس اسناد کے ساتھ حسن بصریؒ کی تفسیر متعلقہ قول باری : ﴿ **واعلم و ما تبدون وما كنتم تكتمون' سورہ بقرۃ آیت ۳۳** ﴾ بیان ہوئی ہے۔ اس تفسیر کے مطابق فرشتوں نے کہا تھا :

"ہمارے رب نے جو بھی مخلوق پیدا کی ہم اس سے زیادہ علم والے اور اللہ کی نظروں میں اس سے زیادہ عزت والے ہیں"۔ (**الطبری ج ا ص ۴۹۹**)۔

{۷} اس اسناد میں ابوبکر الہذلی ہیں۔ ان کا نام سلمٰی بن عبداللہ بن سلمٰی ہے۔ انہوں نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے۔ یہ ضعیف راوی ہیں (**التہذیب ج ۱۲ ص ۴۵'۴۶**)۔

{۸} اس اسناد کے واسطے سے قول باری : ﴿ **و علم آدم الاسماء كلها** ○ **سورہ بقرۃ آیت ۳۱** ﴾ اور اللہ نے آدم کو تمام اسماء سکھا دیئے' کی تفسیر حسن بصریؒ سے ان الفاظ میں منقول ہے۔ "اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا نام سکھا دیا' مثلاً یہ گھوڑے ہیں' یہ خچر ہیں

بقیہ حواشی ملاحظہ فرمائیں۔

اور اسی طرح دیگر اشیاء کے نام' پھر حضرت آدم علیہ السلام نے ہر چیز کی نشاندہی اس کے نام سے کرنا شروع کردی' پھر حضرت آدم علیہ السلام پر تمام ابتیں ایک ایک کرکے پیش کی گئیں"۔ (الطبری ج ۱ ص ۸۸' ۸۴۱)۔

{۹} اس اسناد میں اسماعیل المکی ہے۔ اس کی کنیت ابو اسحاق ہے۔ ابن حجر نے (التقریب (ج ۱ ص ۴۴۵) میں اس کے متعلق کہا ہے کہ یہ ضعیف الحدیث ہے' اس کا تعلق راویوں کے پانچویں طبقہ سے ہے۔ امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے اس سے روایت کی ہے۔

{۱۰} اس اسناد کے ذریعے قول باری : ﴿ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین ○ سورہ بقرۃ آیت ۱۸۰ ﴾ جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے اور وہ کوئی مال چھوڑ رہا ہو تو تم پر والدین اور قرابت داروں کے لئے وصیت کرنا فرض کردیا گیا۔ کی تفسیر حسن بصریؒ سے ان الفاظ میں مروی ہے : "والدین کو منسوخ کردیا گیا اور ان رشتہ داروں کو برقرار رکھا گیا جو محروم قرار پاتے ہیں اور وارث نہیں ہوتے۔ (الطبری ج ۳ ص ۳۹۱)۔

{۱۱} اس اسناد کے ساتھ یہ روایت ضعیف ہے اس میں ہشام بن حسان الازدی ہے۔ "التقریب ج ۲ ص ۳۱۸" میں ابن حجر نے اس کے متعلق کہا ہے کہ یہ ابن سیرین سے روایت کرنے میں ثقہ اور ثبت قرار پایا ہے لیکن حسن بصریؒ سے اس کی روایت محل نظر ہے۔

{۱۲} اس سند کے ساتھ قول باری : ﴿ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ ○ سورہ بقرۃ آیت ۲۰۱ ﴾ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی نیکی عطا کر اور آخرت میں بھی نیکی عنایت کر' کی تفسیر حسن بصریؒ سے ان الفاظ میں مروی ہے کہ : "اس سے مراد عبادت ہے"۔

{۱۳} یہ اسناد **ضعیف** ہے۔ اس لئے کہ اس میں ایک راوی اشعث ہے۔ یہ ابن سوار الکندی ہے۔ یہ بڑھئی تھا۔ اس کے دانت جدا جدا اور ٹوٹے ہوئے تھے۔ ابن حجر نے "**التقریب** (ج ۱ ص ۷۹) میں اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ **ضعیف** ہے۔

{۱۴} اس اسناد کے واسطے سے قول باری : ﴿**حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود** ○ **سورہ بقرۃ آیت** ۱۸۷﴾ یہاں تک کہ تمہارے لئے سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے الگ ہوکر واضح ہوجائے "کی تفسیر حسن بصری" سے ان الفاظ میں منقول ہے: "یعنی رات دن سے الگ ہوکر واضح ہوجائے"۔ (**الطبری** ج ۳ ص ۵۰۱)۔

باب سوم

تفسیر کے اندر حسن بصریؒ کا منہج

- فصل اول - تفسیر بالاثر پر حسن بصریؒ کے اعتماد کی حد
- فصل ثانی - حسن بصریؒ کی تفسیر بالرائے
- فصل ثالث - مسائل کی تخریج و ترجیح کے سلسلے میں حسن بصریؒ کا طریق کار
- فصل رابع - ناسخ اور منسوخ کے بارے میں حسن بصریؒ کی رائے
- فصل خامس - انواع نسخ کے بارے میں حسن بصریؒ کا مسلک
- فصل سادس - اسباب و مکان نزول کی طرف حسن بصریؒ کی توجہ

فصل اول

تفسیر بالاثر پر حسن بصریؒ کے اعتماد کی حد

تفسیر بالماثور کی سب سے اچھی تعریف غالباً علامہ ابن تیمیہؒ نے کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں : "قرآن کی تفسیر کا سب سے درست طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن کے ذریعے کی جائے۔ قرآن میں ایک مقام پر جو بات مجمل بیان ہوتی ہے دوسرے مقام پر اس کی تفصیل و تفسیر کردی جاتی ہے۔ اسی طرح جو بات ایک مقام پر اختصار کے ساتھ بیان ہوتی ہے دوسرے مقام پر اسے پھیلا دیا جاتا ہے۔۔ اگر تمہیں تفسیر کے سلسلے میں یہ صورت نظر نہ آئے تو پھر سنت کے ذریعے قرآن کی تفسیر کرو کیونکہ سنت قرآن کی شارح ہوتی ہے اور اس کی وضاحت کرتی ہے"۔ {*}

ہم جب حسن بصریؒ کی تفسیر کا تتبع کرتے ہیں تو ہمیں ان کی تفسیر کا ایک بڑا حصہ مذکورہ بالا طریقے کا حامل نظر آتا ہے اور ان کی بہت تھوڑی تفسیری مرویات ایسی ہیں جن پر تفسیر بالرائے کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں ہم ان کی مرویات کا کچھ حصہ بیان کریں گے جن کے ذریعے ہمارے سامنے تفسیر میں انکا منہج و مسلک واضح ہو جائے گا۔ میں نے ان مرویات کا ذکر تین مباحث کے تحت کیا ہے۔

{*} مقدمہ فی اصول التفسیر لابن تیمیہ ص ۹۳۔

پہلا مبحث

قرآن کے ذریعے قرآن کی تفسیر ..

حسن بصریؒ کی تفسیری مرویات کے تتبع کے دوران مجھے ان کی ایسی مرویات بہت تھوڑی تعداد میں ملی ہیں جن میں قرآن کے ذریعے قرآن کی تفسیر کی گئی ہے۔ شاید اس کی وجہ وہ لوگ ہوں جنہوں نے ان کی مرویات نقل کی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تفسیر میں ان کے اقوال نقل کرنے یا صحابہ کرامؓ سے تفسیر نقل کرنے کی طرف ہی توجہ دی ہے اور تفسیری روایت میں ان کے پیش نظر یہی بات رہی ہے۔

ذیل میں حسن بصریؒ کی تفسیر قرآن بذریعہ قرآن کی چند مثالیں بیان ہوں گی۔ یہ مثالیں میں نے اس دوران جمع کی ہیں جب میں نے کتب تفسیر میں حسن بصریؒ کی تمام مرویات کا مطالعہ کیا تھا۔ مثلاً تفسیر ابن جریر طبری، تفسیر ابن الجوزی اور تفسیر ابن کثیر وغیرہ۔ میں نے ان کتابوں کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا لیکن مجھے اس سلسلے میں بہت ہی قلیل تعداد میں ایسی روایات ملیں جن میں حسن بصریؒ نے قرآن کی تفسیر بذریعہ قرآن کی ہے۔ انہیں میں ذیل میں پیش کروں گا۔

* قول باری ہے : ﴿ **فتلقى آدم من ربه كلمات فتاب عليه** ○ **سورہ بقرۃ آیت ۳۷** ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت آدمؑ نے عرض کیا" ۔ اے پروردگار اگر میں توبہ کرکے اصلاح کرلوں تو؟" اللہ نے فرمایا : پھر میں تمہیں جنت کی طرف لوٹا دوں گا" ۔ اس پر آدم و حوا دونوں نے کہا : "اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں فرمائے گا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔[1]

---

[1] ہر حاشیہ ذیلی صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔

* قول باری ہے: ﴿ واستعینوا بالصبر والصلوۃ وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین ○ سورہ بقرۃ آیت ۴۵ ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا: "صبر کی دو قسمیں ہیں۔ مصیبت کے وقت صبر کرنا اچھی بات ہے لیکن اس سے زیادہ اچھی بات اللہ کے محارم سے صبر کرنا یعنی اپنے آپ کو ان سے بچا کے رکھنا ہے"۔ حسن بصریؒ نے آیت کے لفظ (انھا) کی تفسیر میں فرمایا: "یہ نماز ہے" "الکبیرۃ" کے معنی الثقیلۃ (بوجھل اور بھاری) کے ہیں جس طرح یہ قول باری ہے: ﴿ کبر علی المشرکین ماتدعوھم الیہ ○ سورۃ الشوری آیت ۱۳ ﴾ مشرکین پر وہ بات بہت بھاری ہے جس کی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں، یعنی بوجھل ہے۔ لغت میں خشوع کے معنی تواضع اور تضامن (سمٹ کر اکٹھے ہو جانا) کے ہیں۔ ایک قول کے مطابق اس کے معنی سکون کے ہیں"۔ [۲]

* قول باری ہے: ﴿ بلی من کسب سیئۃ و احاطت بہ خطیئتہ فاؤلئک اصحاب النار الخ سورۃ بقرہ آیت ۸۱ ○ ﴾ ایک شخص نے حسن بصریؒ سے دریافت کیا کہ قول باری: واحاطت بہ خطیئتہ کا کیا مفہوم ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: "ہمیں نہیں معلوم کہ خطیئہ کیا ہے؟ بیٹے! قرآن کی تلاوت کرو، جس آیت میں اللہ کی طرف سے جہنم کی آگ کی وعید ہو وہی خطیئہ ہے"۔ [۳]

* قول باری ہے: ﴿ و علی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین سورہ

---

[۱] تفسیر الطبری۔ ج ۱ ص ۵۴۳، یہ قول حسن بصریؒ کا ہے۔ ہمیں بشر بن معاذ نے روایت بیان کی۔ انہیں یزید بن زریع نے سعید سے، انہوں نے قتادہ سے، جس آیت کا اوپر ترجمہ تحریر کیا گیا ہے وہ سورہ اعراف آیت ۲۳ کا ترجمہ ہے۔

[۲] زاد المسیر لابن الجوزی۔ ج ۱ ص ۷۶۔

[۳] تفسیر الطبری۔ ج ۲ ص ۲۸۵۔

بقرۃ آیت ۱۸۴ ﴾ حسن بصریؒ نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا : "صورت" یہ تھی کہ جو شخص چاہتا روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا ایک مسکین کو فدیہ کے طور پر کھانا کھلا دیتا اور اس کا روزہ پورا ہو جاتا۔ پھر اللہ نے فرمایا : ﴿ **فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ** ○ **سورہ بقرۃ آیت ۱۸۴** ﴾ تم میں سے جو شخص رمضان کا مہینہ دیکھ لے وہ اس میں روزے رکھے۔ پھر اللہ نے اس حکم سے استثناء کے لئے فرمایا : ﴿ **ومن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر** ○ سورہ بقرۃ آیت ۱۸۴ ﴾ اور تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو وہ دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرلے۔ {۴}

دوسرا مبحث

❑ سنت کے ذریعے قرآن کی تفسیر ..

تفسیر بالماثور کے مصادر میں سے یہ دوسرا مصدر ہے۔ میں نے حسن بصریؒ سے منقول وہ روایات جمع کی ہیں۔ جن کی نسبت کسی حدیث شریف کی طرف ہے۔ خواہ یہ حدیث حسن بصریؒ کے طریق سے حضور ﷺ سے روایت کی گئی یا حسن کے قول سے موافقت رکھتی ہو۔ یہ موافقت کوئی اتفاقی موافقت نہیں ہوگی بلکہ اس موافقت کا استناد حضور ﷺ سے مروی کسی حدیث کی طرف ہوگا۔ میرے پاس اس قسم کی احادیث کی اچھی خاص تعداد موجود ہے۔ میں ان میں سے بعض کا یہاں ذکر کروں گا۔

* ارشاد باری ہے : ﴿ **ان البقر تشابہ علینا و انا ان شاء اللہ لمھتدون** ○ **سورہ بقرۃ آیت ۷۰** ﴾ حسن بصریؒ سے روایت ہے' انہوں نے

{۴} **تفسیر الطبری** - ج ۳ ص ۴۲۰۔

ابو رافع سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا :

"اگر بنی اسرائیل (و انا ان شاء الله لمهتدون نہ کہتے تو کبھی نہ دیتے لیکن انہوں نے استثناء کر لیا تھا {۵}"۔

حسن بصریؒ سے ابو رافع کے واسطے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سے فرمایا :

"اگر بنی اسرائیل انا ان شاء الله لمهتدون نہ کہتے تو کبھی بھی نہ دیتے یعنی گائے کی قربانی نہ کرتے۔ اگر وہ کوئی سی گائے لیکر اسے ذبح کر دیتے تو یہی گائے ان کے لئے کافی ہو جاتی لیکن انہوں نے شدت اور سختی دکھائی جس کے جواب میں اللہ نے بھی ان پر شدت کر دی"۔

ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر {۶} میں کہا ہے کہ یہ حدیث اس سند سے غریب حدیث ہے اور اس کی تاویل کی سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام قرار دیا جائے۔

* قول باری ہے : ﴿ فمن اعتدى بعد ذلك فله عذاب اليم ○ سورہ بقرۃ آیت ۱۷۸ ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "جو شخص دیت وصول کرنے یا اسے قبول کر لینے کے بعد قاتل کو قتل کردے تو اس پر اللہ کا دردناک اور شدید عذاب ہوگا۔

سعید بن ابی عروبہ سے روایت ہے انہوں نے قتادہ سے انہوں نے حسن بصریؒ سے اور انہوں نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا :

"میں اس شخص کو نہیں چھوڑوں گا جو دیت وصول کرنے کے بعد قاتل کو قتل کردے یعنی میں اس سے دیت قبول نہیں کروں گا بلکہ اسے قتل کر دوں گا"۔ {۷}

{۵} تفسیر ابن کثیر - ج ۱ ص ۱۵۹۔

{۶} تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۵۹۔ حاشیہ {۷} آگے ہے۔

* ارشاد باری ہے : ﴿فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره○سورہ بقرۃ آیت ۲۳۰﴾ حسن بصریؒ نے یہ شرط لگائی ہے کہ دوسرا شوہر اس سے ہم بستری کرے اور اس کا انزال بھی ہو، حسن سے یہ بات الشیخ عمر بن عبدالبر نے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ : حسن بصریؒ نے گویا اس سلسلے میں حضور ﷺ کے اس ارشاد سے تمسک کیا ہے کہ : یہاں تک کہ تم اس کا شہد چکھ لو اور وہ تمہارا شہد چکھ لے۔ {۸}

* ارشاد باری ہے : ﴿ولا تتخذوا آیات الله هزوا○سورہ بقرۃ آیت ۲۳۱﴾ حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا : "جس شخص نے سنجیدگی کے ساتھ یا مذاق کے طور پر طلاق دی یا آزاد کیا یا نکاح کیا یا نکاح کرایا تو اس کا یہ عقد اس پر نافذ ہو گیا۔ {۹}

* قول باری ہے : ﴿واعلموا انما غنمتم من شئی فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی والیتامی○سورہ انفال آیت ۴۱﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حصہ ایک ہے"۔ {۱۰} اس قول کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام ابوبکر بیہقی {۱۱} نے صحیح اسناد کے ذریعے عبداللہ

{۷} تفسیر ابن کثیر - ج ۱ ص ۳۰۱، اس اسناد کے صحیح ہونے کا امکان ہے اگر ہمیں سعید بن ابی عروبہ تک اسناد کا علم ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ کن راویوں نے اس سند کے واسطے سے سعید سے یہ روایت کی ہے۔ طویل تلاش کے بعد مجھے یہ سند نہیں مل سکی، حاشیہ تفسیر الطبری، تحقیق محمود شاکر ج ۳ ص ۳۷۷۔

{۸} تفسیر ابن کثیر - ج ۱ ص ۴۱۔

{۹} تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۰۴۔

{۱۰} تفسیر ابن کثیر - ج ۴ ص ۴۔

{۱۱} البیہقی - ج ۶ ص ۳۲۴۔

بن ابی شفیق سے اور انہوں نے بلقین کے ایک شخص سے نقل کیا ہے۔ وہ شخص کہتے ہیں کہ : "میں حضور ﷺ کے پاس آیا۔ آپ اس وقت وادی القریٰ میں تھے اور ایک گھوڑے کا جائزہ لے رہے تھے۔ میں نے عرض کیا : "اللہ کے رسول" آپ مال غنیمت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟" آپ نے جواب دیا : "اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے ہے اور باقی چار حصے فوج کے لئے" میں نے عرض کیا : "کیا کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے اولیٰ ہوگا" آپ نے نفی میں جواب دیتے ہوئے فرمایا : "اگر کوئی مسلمان تمہارے پہلو میں پیوستہ تیر کھینچ کر باہر نکال لے تو تم اپنے اس مسلمان بھائی سے بڑھ کر اس تیر کے حقدار نہیں ہوگے"۔

* قول باری ہے : ﴿ان الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ والذین آووا ونصروا اولئک بعضھم اولیاء بعض ○ سورہ انفال آیت ۷۲ ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "حضور ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے مابین مواخات کرادی' ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنادیا۔ پھر یہ بھائی آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے رہے اور ان کی وراثت قرابتداری کی وراثت پر مقدم ہوتی تھی حتی کہ اللہ سبحانہ نے آیت مواریث کے ذریعے یہ حکم منسوخ کردیا۔ [۱۲] یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں مروی ہے۔ [۱۳]

* قول باری ہے : ﴿اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم آخر وجاھد فی سبیل اللہ' لا یستوون عند اللہ' واللہ لا یھدی القوم الظالمین ○ سورۃ التوبہ آیت ۱۹ ﴾ حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عباس رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

---

[۱۲] تفسیر ابن کثیر - ج ۴ ص ۳۸'۳۹۔

[۱۳] البخاری کتاب الفرائض' باب ذوی الارحام - ج ۵ ص ۱۹۰۔

اور شیبہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ ان کے درمیان اس بارے میں گفتگو ہوئی۔ حضرت عباس رضی اللہ نے کہا تھا کہ : میں تو اپنے آپ کو سقایت چھوڑتا ہوا دیکھ رہا ہوں" اس پر حضور ﷺ نے فرمایا : "تم لوگ اپنی سقایت (حاجیوں کو پانی پلانا) پر قائم رہو اس میں تمہارے لئے خیر ہے"۔ {۱۴}

* قول باری ہے : ﴿ **تسبح له السماوات السبع والارض ومن فیهن و ان من شیئی الا یسبح بحمده ولکن لا تفقهون تسبیحهم انه کان حلیما غفورا ○ سوره اسراء آیت ۴۴** ﴾ حسن بصریؒ نے قول باری : ﴿ **وان من شیئی الا یسبح بحمدة** ﴾ کی تفسیر میں فرمایا : "ہر ایسی چیز جو ذی روح ہے"۔ ابن جریر نے کہا {۱۵} "ہمیں محمد بن حمید اور زید بن حباب نے روایت بیان کی' انہیں ابوالخطاب جریر نے کہ ہم یزید الرقاشی کے ساتھ ایک کھانے پر مدعو تھے' ان کے ساتھ حسن بصریؒ بھی تھے۔ کھانے کا تھال سامنے رکھا گیا تو یزید الرقاشی نے حسن بصریؒ سے دریافت کیا : "ابو سعید' کیا یہ تھال بھی تسبیح کرتا ہے؟" انہوں نے جواب دیا : یہ کبھی تسبیح کرتا تھا" ابن کثیر کہتے ہیں : "تھال یعنی خوان لکڑی کا ہوتا ہے حسن بصریؒ نے گویا فرمایا کہ : خوان جب زندہ اور سبز تھا تو یہ تسبیح کرتا تھا' لیکن جب اسے درخت سے کاٹ لیا گیا اور یہ خشک لکڑی بن گیا تو اس کی تسبیح منقطع ہو گئی' حسن اپنے اس قول کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استفادہ کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کا گزر دو قبروں پر ہوا۔ آپ نے فرمایا : "ان قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ انہیں کسی بڑے جرم کی بناء پر عذاب نہیں ہو رہا ہے' بلکہ ان میں سے ایک شخص پیشاب کے قطرات سے اپنے آپ کو نہیں بچاتا تھا اور دوسرا شخص چغلیاں کیا کرتا تھا"۔ پھر آپ نے ایک تر شاخ لے کر اس کے دو ٹکڑے

{۱۴} تفسیر ابن کثیر۔ ج ۴ ص ۶۵' تفسیر الطبری۔ ج ۱۴ ص ۱۷۲۔

{۱۵} تفسیر الطبری۔ ج ۱۵ ص ۶۵۔

کر دیئے اور ایک ایک ٹکڑا ایک ایک قبر پر گاڑ دیا اور فرمایا : شاید ان کے عذاب میں اس وقت تک تخفیف رہے جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہو جائیں۔ [۱۶]

* قول باری ہے : ﴿ **ولا تجهر بصلاتک ولا تخافت بها وابتغ بین ذالک سبیلا** ○ **سورہ اسراء آیت ۱۱۰** ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "یہ آیت نماز کے اندر قراءت کے بارے میں نازل ہوئی"۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نماز کے اندر جب اونچی آواز میں قراءت کرتے تو لوگ یعنی مشرکین آپ سے دور چلے جاتے اور آپ کی قراءت نہ سنتے' اگر کوئی شخص نماز کے اندر آپ کی قراءت سننا چاہتا تو ان لوگوں سے ڈرتے ہوئے چوری چھپے سنتا۔ لیکن جب وہ دیکھتا کہ ان لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ وہ آپ کی قراءت سن رہا ہے تو ان کی ایذا رسانی سے ڈر کر وہاں سے چلا جاتا اور پھر آپ کی قراءت نہ سن سکتا۔ جب آپ دھیمی آواز میں قراءت کرتے تو آپ کی قراءت سننے کے خواہش مند کچھ نہ سن سکتے اس پر اللہ نے آیت نازل فرمائی کہ : ﴿ **ولا تجهر بصلو تک** ﴾ اور اپنی نماز میں آواز اونچی نہ کیجئے) کہ لوگ آپ سے بکھر جائیں **ولا تخافت بها** اور نہ ہی آواز پست کیجئے) کہ جو شخص چوری چھپے آپ کی قراءت سننا چاہے اسے آپ نہ سنائیں' شاید وہ آپ کی قراءت سن کر کوئی فائدہ حاصل کر لے بلکہ (**وابتغ بین ذلک سبیلا** ان دونوں باتوں کے درمیان کوئی راہ تلاش کیجئے)۔ [۱۷]

---

[۱۶] تفسیر ابن کثیر ج ۴۔ ص ۸۷' اس حدیث کا ذکر امام بخاری نے **کتاب الوضوء** ۔ ج ۱ ص ۶۴ اور **کتاب الجنائز** ۔ ج ۲ ص ۱۱۹ پر اور امام مسلم نے **کتاب الطهارة** ۔ ج ۱ ص ۱۶۶ پر کیا ہے۔

[۱۷] تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۱۲۷' یہ حدیث امام بخاری نے **کتاب التوحید** ۔ ج ۹ ص ۱۷۴/۱۷۵ پر' امام مسلم نے **کتاب الصلوة** ۔ ج ۲ ص ۳۴ پر اور امام احمد نے "**المسند**" ۔ ج ۱ ص ۲۳' ۲۱۵ پر درج کی ہے۔

* قول باری ہے : ﴿اولئک یسارعون فی الخیرات وھم لھا سابقون ○ سورہ مومنون آیت ۶۱ ﴾ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا : "اللہ کے رسول' کیا قول باری : ﴿والذین یوتون ماآتوا وقلوبھم وجلہ ○ سورہ مومنون آیت ۶۰ ﴾ اور جن کا حال یہ ہے کہ دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں اور دل ان کے کانپتے رہتے ہیں، میں وہ شخص مراد ہے جو چوری کرتا' اور شراب پیتا اور بدکاری کرتا ہے اور وہ اللہ عزوجل سے ڈرتا رہتا ہے؟" آپ نے جواب میں فرمایا : "نہیں' اے ابوبکر کی بیٹی' اے صدیق کی دختر' بلکہ وہ شخص مراد ہے جو نماز پڑھتا' روزے رکھتا اور صدقہ کرتا ہے لیکن اللہ سے ڈرتا رہتا ہے۔ [۱۸] حسن بصریؒ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی کچھ فرمایا ہے۔ [۱۹]

* قول باری ہے : ﴿الذین یحشرون علی وجوھھم الی جھنم اولئک شر مکانا واضل سبیلا ○ سورہ فرقان آیت ۳۴ ﴾ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا : "اللہ کے رسول' قیامت کے دن کافر کس طرح اپنے چہرے کے بل اٹھایا جائے گا؟" آپ نے جواب میں فرمایا : "جس ذات نے اسے دو ٹانگوں پر چلایا ہے وہ قیامت کے دن اسے اس کے چہرے کے بل چلانے پر بھی قدرت رکھتی ہے"۔ [۲۰] حسن بصریؒ اور دیگر مفسرین نے اس بات کی تفسیر اسی طرح کی ہے۔ [۲۱]

* قول باری ہے : ﴿ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ○ سورہ عنکبوت آیت ۴۵ ﴾ حسن بصریؒ سے روایت ہے' انھوں نے حضرت عمران

---

[۱۸] مسند امام احمد ج ۶ ص ۱۵۹، ۲۰۵۔

[۱۹] تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۴۷۴۔

[۲۰] صحیح بخاری تفسیر سورۃ الفرقان۔ ج ۶ ص ۱۳۷۔

[۲۱] تفسیر ابن کثیر۔ ج ۶ ص ۱۱۸۔

بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ سے درج بالا آیت کا مفہوم پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا : "جس شخص کی نماز اسے بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے نہ روکے تو ایسی نماز کی وجہ سے اس کی اللہ سے دوری میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ {۲۲}

* قول باری ہے : ﴿ **فاما نذهبن بک فانا منهم منتقمون ○ سورة زخرف آیت ۴۱** ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضور ﷺ کو وہ تمام باتیں دکھادی گئیں جو آپ کے بعد آپ کی امت کو پیش آنے والی تھیں۔ اس کے بعد آپ کو کبھی بھی کھل کر ہنستے نہیں دیکھا گیا یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو اپنے پاس بلالیا۔ {۲۳}

* قول باری ہے : ﴿ **فارتقب یوم تاتی الشماء بدخان مبین یغشی الناس هذا عذاب الیم ○ سورة دخان آیت ۱۰،۱۱** ﴾ حسن سے مروی ہے انہوں نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا : "یہ دھواں لوگوں کو بے دم کردے گا۔ رہا مومن تو اس پر زکام کی طرح اثر کرے گا اور کافر کو پھلا کر رکھ دے گا حتی کہ وہ اس کی ناک اور کان سے خارج ہونے لگے گا"۔ {۲۴}

{۲۲} **تفسیر ابن کثیر** - ج ۶ ص ۲۸۹، ۲۹۰، اسی طرح کی روایت طبرانی نے ابو معاویہ سے کی ہے۔

{۲۳} **تفسیر الطبری** - ج ۲۵ ص ۴۵، **تفسیر ابن کثیر** - ج ۷ ص ۲۱۶، اس حدیث کی روایت ابن جریر نے حسن بصریؒ سے کی ہے۔ دیکھیے **تفسیر الطبری** - ج ۲۵ ص ۴۵۔

{۲۴} **تفسیر ابن کثیر** - ج ۷ ص ۲۳۴، ۲۳۵، ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن بصریؒ سے ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ پر موقوف صورت میں روایت ہوئی ہے۔ عوف نے اسے حسن سے ان کے قول کے طور پر روایت کیا ہے۔ اس جیسی اور اسی کی ہم معنی حدیث طبرانی نے ہاشم بن یزید سے، انہوں نے محمد بن اسماعیل بن عباس سے روایت کی ہے۔ یہ اسناد عمدہ ہے۔

* قول باری ہے : ﴿ان انشاناهن انشاء فجعلناهن ابکارا○ سورہ واقعہ آیت ۳۵، ۳۶﴾ حسن سے مروی ہے کہ ایک بڑھیا حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اور درخواست کی کہ : "اللہ کے رسول، میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے جنت میں داخل کردے"۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا : "اے فلاں کی ماں، جنت میں کوئی بڑھیا داخل نہیں ہوگی"۔ یہ سن کر وہ بڑھیا روتی ہوئی واپس جانے لگی۔ آپ نے فرمایا : اسے جاکر بتادو کہ وہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی"۔ پھر آپ نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔

* قول باری ہے : ﴿یاایها الذین امنوا لا تتخذوا بطانه من دونکم○ سورہ آل عمران، آیت ۱۱۸﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا : "اہل شرک کی آگ سے روشنی حاصل نہ کرو اور اپنی انگوٹھیوں پر کوئی عربی لفظ کندہ نہ کراؤ"۔ [۲۵] لوگوں کو اس حدیث کا مفہوم سمجھ میں نہ آیا۔ چنانچہ وہ حسن بصریؒ کے پاس آئے۔ حسن بصریؒ نے انہیں بتایا کہ حدیث کے دوسرے فقرے کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی انگوٹھیوں پر اسم "محمد" کندہ نہ کراؤ۔ اور پہلے فقرے کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے کسی معاملے میں مشرکین سے مشورہ نہ لو۔ پھر فرمایا "اس کی تصدیق اللہ کی کتاب سے ہوتی ہے اور اس کے ساتھ درج بالا آیت تلاوت کی۔ [۲۶]

* ارشاد باری ہے : ﴿زین للناس حب الشهوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرة ○ سورہ آل عمران آیت ۱۴﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "قناطیر قنطار کی جمع ہے اور قنطار بارہ سو اوقیہ (نصف رطل کا چھٹا حصہ اور ایک رطل ۴۰ تولے کا ہوتا ہے) کے برابر ہوتا ہے۔

---

[۲۵] نسائی شریف کتاب الزینۃ بشرح سیوطی۔ ج ۸ ص ۱۷۶، ۱۷۷، مسند احمد ج ۳ ص ۹۹۔

[۲۶] تفسیر الطبری۔ ج ۷ ص ۱۴۲۔

ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ حسن کا قول ہے اور حضرت ابی بن کعب نے حضور ﷺ سے اس کی روایت کی ہے۔ {۲۷}

* ارشاد باری ہے : ﴿ و من کان غنیا فلیستعفف و من کان فقیرا فلیاکل بالمعروف ۞ سورہ نساء آیت ۶ ﴾ حسن کہا کرتے تھے کہ جب اسے ضرورت پیش آجائے تو وہ اپنی سرپرستی میں موجود یتیم کے مال میں سے معروف طریقے سے کھائے' یہ گویا اللہ کی طرف سے اسے کھلایا جائے گا"۔ حسن بصریؒ نے یہ بھی فرمایا : "ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ : "میری پرورش میں ایک یتیم ہے کیا میں اس کی پٹائی کر سکتا ہوں؟" آپ نے جواب دیا : "ہاں' ان باتوں میں جن کے اندر تم اپنے بیٹے کی پٹائی کرتے ہو"۔ اس نے پوچھا : "کیا میں اس کے مال میں سے کچھ لے سکتا ہوں؟" آپ نے فرمایا : ہاں معروف طریقے سے' اس طرح کہ تم اس کا مال ہڑپ کر جانے والے نہ ہو اور نہ ہی اس کا مال خرچ کر کے اپنا مال بچانے کی کوشش کرو"۔ {۲۸}

* ارشاد باری ہے : ﴿ کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسه ۞ سورہ آل عمران آیت ۹۳ ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "اسرائیل یعنی حضرت یعقوبؑ نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ حرام کر لیا تھا"۔ {۲۹}

* ارشاد باری ہے : ﴿ یایها الذین امنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون ۞ سورہ آل عمران آیت ۱۰۲ ﴾ حسن بصریؒ نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ :

{۲۷} زاد المسیر لابن الجوزی۔ ج ۱ ص ۳۵۹۔

{۲۸} تفسیر الطبری۔ ج ۷ ص ۵۹۲' ۵۹۳۔

{۲۹} ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ قول حسن بصریؒ کا ہے اور حضور ﷺ سے بھی مروی ہے۔ زاد المسیر لابن الجوزی۔ ج ۱ ص ۴۲۳۔

"اللہ کی اطاعت کی جائے اور اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اسے یاد کیا جائے' اسے بھلایا نہ جائے' اس کا شکر ادا کیا جائے اور اس کی ناشکری نہ کی جائے"۔

ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ بات حسن بصریؒ نے کہی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے بھی اس کی روایت کی ہے۔ {۳۰}

تیسرا مبحث

اقوال صحابہؓ کے ذریعے حسن بصریؒ کی تفسیر قرآن ..

اقوال صحابہؓ کے ذریعے حسن بصریؒ کی تفسیر بہت زیادہ ہے اور یہاں ان سب کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔ تاہم میں نے قرآن کے بعض اجزاء سے متعلق تفسیری مرویات جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ میرے مجموعے کا غالب حصہ اقوال صحابہؓ سے نسبت رکھتا ہے۔ میں صحابہ کرامؓ سے ان مرویات کا ذکر بعض صحابہؓ سے کثرت روایات کے تحت مرتب صورت میں کروں گا۔ یعنی اگر ایک صحابی سے حسن بصریؒ کی مرویات دوسرے صحابی سے مرویات کی بہ نسبت زیادہ ہوں گی تو میں پہلے ان مرویات کا ذکر کروں گا۔ یہ ترتیب ہمیں اپنے امام حسن بصریؒ کو اس مدرسہ تفسیر کی صنف کے اندر داخل کرنے میں مدد دے گی جس کی طرف حسن کا انتساب ہے۔ ہماری یہ ترتیب بعض اجزائے قرآن کے سلسلے میں مرویات جمع کرنے اور ان کے استقراء پر مبنی ہے اور ہم نے صرف اس پر اکتفاء کیا ہے تاکہ جمع کے اس عمل سے ایک نسبتی مداول حاصل ہو جائے اور اس پر باقی ماندہ اجزائے قرآن کی تفسیر کو قیاس کر لیا جائے۔ یہ ترتیب درج ذیل صورت کی حامل ہے۔

{۳۰} زاد المسیر لابن الجوزی۔ ج' ص ۴۳۱۔

حضرت ابن عباسؓ سے حسن بصریؒ کی تفسیری مرویات ..

* ارشاد باری ہے : ﴿فلما جاء ھا نودی ان بورک من فی النار و من حولھا ○ سورہ نمل آیت ۸ ﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے فرمایا : "یہ آگ نہیں بلکہ ضیا بار نور تھا اور (و من حولھا) سے فرشتے مراد ہیں"۔ یہی تفسیر حسن بصریؒ اور دیگر حضرات نے بھی کی ہے۔ {۳۱}

* قول باری ہے : ﴿بلی قادرین علی ان نسوی بنانہ ○ سورہ قیامہ آیت ۴ ﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ : "ہم اس کے پوروں کو خف (اونٹوں کی ٹاپ) یا کھر بنادیں"۔ حسن بصریؒ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ {۳۲}

* قول باری : ﴿بل یرید الانسان لیفجر امامہ ○ سورہ قیامہ آیت ۵ ﴾ کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے فرمایا : "ابن آدم یہ نہیں دیکھتا کہ اس کا نفس اسے قدم بقدم معصیت کی طرف کھینچ کرلے جاتا ہے سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ بچالے"۔ {۳۳}

* قول باری ہے : ﴿و فرعون ذی الاوتاد ○ سورۃ الفجر آیت ۱۰ ﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "اوتاد" سے مراد وہ فوج ہے جو فرعون کے اقتدار کی پشت پناہی کرتی تھی۔ ایک قول کے مطابق فرعون اپنے مخالفین کے ہاتھ

{۳۱} تفسیر ابن کثیر - ج ۶ ص ۱۹۰۔

{۳۲} تفسیر ابن کثیر - ج ۸ ص ۳۰۱، اس بات کا تعلق انگلیوں کے پوروں کے نشانات کے ساتھ ہے لیکن اس زمانے میں یہ معروف نہیں تھے۔ شاید یہ بات قرآن کے اعجاز علمی سے تعلق رکھتی ہے۔

{۳۳} تفسیر الطبری - ج ۱۹ ص ۱۱۱۔

پاؤں لوہے کی میخوں کے ساتھ ٹھونک کر انہیں لٹکا دیتا تھا۔ {۳۴} حسن بصریؒ کا بھی یہی قول ہے۔ {۳۵}

* قول باری ہے : ﴿وکاسا دھاقا ○سورۃ النبا آیت ۳۴ ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "دھاقا، یعنی بھرے ہوئے اور پر۔ {۳۶}

* قول باری : ﴿یوم یقوم الروح والملائکہ صفا لا یتکلمون ○سورۃ النبا آیت ۳۸ ﴾ کی تفسیر میں یہاں روح سے مراد کے اندر مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔

پہلا قول ہے کہ یہ ارواح بنی آدم ہیں۔ العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کی ہے۔

دوسرا قول ہے کہ یہ بنی آدم ہیں۔ حسن اور دیگر حضرات کا یہی قول ہے۔

تیسرا قول ہے کہ یہ اللہ کی کوئی مخلوق ہے جس کی شکل و صورت انسانوں جیسی ہوگی۔ {۳۷}

* قول باری ہے : ﴿کلما اضاء لھم مشوا فیہ و اذا اظلم علیھم قاموا ○سورۃ بقرۃ آیت ۲۰ ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "یعنی وہ حق کو جانتے اور زبان سے اس کا اقرار بھی کرتے ہیں اور انہیں اپنے قول پر استقامت ہوتی ہے لیکن جب وہ حق کو چھوڑ کر کفر میں پڑ جاتے ہیں تو حیرانی اور پریشانی میں کھڑے رہ جاتے ہیں۔ {۳۸} حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی قول ہے ۔

{۳۴} تفسیر الطبری - ج ۳۰، ص ۱۱۴۔

{۳۵} تفسیر ابن کثیر - ج ۸ ص ۳۱۹۔

{۳۶} تفسیر ابن کثیر - ج ۸ ص ۳۳۲، ۳۳۳۔

{۳۷} تفسیر ابن کثیر - ج ۸ ص ۳۳۲، ۳۳۳۔

{۳۸} تفسیر ابن کثیر - ج ۱ ص ۸۳، ابو العالیہ، قتادۃ، الربیع بن انس اور سدی نے بھی یہی کہا ہے اور صحیح سند کے ذریعے صحابہ کرامؓ سے اسے نقل کیا ہے۔

* قول باری ہے : ﴿واذ قلنا ادخلوا هذه القرية فكلوا منها حيث شئتم رغدا وادخلوا الباب سجدا وقولو حطة نغفرلكم خطاياكم و سنزيد المحسنين ○ سورہ بقرة آيت ۵۸ ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : وقولوا حطة، یعنی مغفرت' استغفار کرو۔ {۳۹}

* قول باری ہے : ﴿وادخلوا الباب سجدا وقولوا حطة سورہ بقرة آیت ۵۸ ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "یعنی ایک چھوٹے سے دروازے سے جھکتے ہوئے داخل ہو' لیکن وہ اپنی سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور زبان سے "حنطة" (گندم) کہتے رہے' یہی بات اس قول باری میں کہی گئی ہے کہ : ﴿فبدل الذين ظلموا قولا غيرالذى قيل لهم ○ سورہ بقرة آیت ۵۹ ﴾ {۴۰}

* قول باری ہے : ﴿فانزلنا على الذين ظلموا رجزا من السماء بماكانوا يفسقون ○ سورہ بقرة آیت ۵۹ ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "کتاب اللہ میں جہاں کہیں "رجز" کا لفظ آیا ہے اس سے مراد عذاب ہے"۔ {۴۱}

* قول باری ہے : ﴿واذ قلتم يا موسى لن نصبر على طعام واحد فادع لنا ربك يخرج لنا مما تنبت الارض من بقلها وقثاءها وفومها وعدسها وبصلها ○ سورہ بقرة آیت ۶۱ ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : (فومها) کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ لہسن ہے"۔ {۴۲}

{۳۹} تفسیر ابن کثیر - ج ۱ ص ۱۴۰۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ قول حسن بصریؒ سے مروی ہے اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

{۴۰} ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ اور حسن بصریؒ' نیز دیگر مفسرین سے بھی اسی طرح منقول ہے (تفسیر ابن کثیر - ج ۱ ص ۱۴۲۔

{۴۱} ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ تفسیر ابن کثیر - ج ۱ ص ۱۴۲۔

{۴۲} تفسیر ابن کثیر - ج ۱ ص ۱۴۴' زادالمسیر لابن الجوزی - ج ۱ ص ۸۸۔

* قول باری ہے : ﴿قال انه یقول انها بقرة لا فارض ولا بکر .....الخ سورہ بقرة آیت ۶۸ ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "نہ تو ایسی گائے جو بوڑھی ہو یا بہت ہی بوڑھی ہو چکی ہو اور نہ ایسی گائے جو اتنی چھوٹی عمر کی ہو کہ ابھی سانڈ اس سے جفتی نہ کر پایا ہو"۔ {۴۳}

* قول باری ہے: ﴿اهدنا الصراط المستقیم○ سورہ فاتحه آیت ۶﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "صراط مستقیم سے مراد دین اسلام ہے"۔ {۴۴}

* قول باری ہے : ﴿او کصیب من السماء فیه ظلمات ورعد وبرق یجعلون اصابعهم فی اذانهم من الصواعق حذر الموت' والله محیط بالکافرین ○ سورہ بقرة آیت ۱۹ ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : رعد ایک فرشتہ ہے جو تسبیح کے ذریعے بادلوں کو ہانکتا ہے جس طرح حدی خواں حدی کے ذریعے اونٹوں کو ہانکتا ہے"۔ {۴۵}

* قول باری ہے : ﴿واذ قال ربک للملائکه انی جاعل فی الارض خلیفه۔ سورہ بقرة آیت ۳۰ ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "یعنی وہ زمین میں اس سے پہلے گزر جانے والوں کا خلیفہ اور قائم مقام ہو گا"۔ {۴۶}

{۴۳} تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۵۸۔ حضرت ابن عباس کا بھی یہی قول ہے۔

{۴۴} ابن الجوزی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس کا قول بھی یہی ہے۔ زاد المسیر لابن الجوزی۔ ج ۱ ص ۱۵۔

{۴۵} ابن جریر نے کہا ہے کہ یہ حسن بصریؒ کا قول ہے اور ہمیں اس کی روایت ابو عوانہ نے موسیٰ البزار سے کی ہے۔ انہوں نے شمر بن حوشب سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسے نقل کیا ہے۔ تفسیر الطبری۔ ج ۱ ص ۳۴۰۔

{۴۶} ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ حسن بصریؒ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ زاد المسیر لابن الجوزی۔ ج ۱ ص ۶۰۔

* قول باری ہے : ﴿و مثل الذین کفروا کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الا دعاء و نداء صم بکم عمی فہم لا یعقلون ○ سورہ بقرۃ آیت ۱۷۱﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "مراد یہ ہے کہ یہ لوگ جس گمراہی اور جہالت میں مبتلا ہیں اس کی وجہ سے ان کی حیثیت ان چوپایوں جیسی ہے جنہیں کھلا چھوڑ دیا گیا ہو اور انہیں سمجھ میں نہ آتا ہو کہ ان سے کیا کہا جا رہا ہے۔ بلکہ جب ان کا چرواہا چیخ چیخ کر انہیں سیدھی راہ پر لانا چاہے تو انہیں اس کی بات کی کوئی سمجھ نہ آئے اور وہ صرف اس کی آواز سنتے رہیں"۔ {۴۷}

* قول باری ہے : ﴿و آتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل والسائلین و فی الرقاب...... والصابرین فی الباساء والضراء و حین الباس ○ سورہ بقرۃ آیت ۱۷۷﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : (حین الباس) سے مراد قتال اور دشمنوں سے مقابلے کے وقت"۔ {۴۸} نیز انہوں نے فرمایا : (و فی الرقاب) سے مراد وہ مکاتب ہیں جو اپنی کتابت کی رقم ادا کر کے آزاد ہو جانے کی خاطر تکلیفیں اٹھا رہے ہوں"۔ {۴۹}

* قول باری ہے : ﴿ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بہا الی الحکام' سورہ بقرۃ آیت ۱۸۸﴾ ۔ حسن بصریؒ نے فرمایا : "یہ ایسے شخص کے بارے میں ہے جس پر کسی کا مال واجب الادا ہو لیکن اس کے خلاف کوئی بینہ

{۴۷} ابن کثیرؒ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت کی گئی ہے۔ تفسیر ابن کثیر ۔ ج ۱ ص ۲۹۳۔

{۴۸} ابن کثیرؒ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۹۹۔

{۴۹} ابن الجوزیؒ نے کہا ہے کہ یہ حسن بصریؒ کا قول ہے اور ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی روایت کی ہے۔ زاد المسیر ۔ ج ۱ ص ۱۷۸۔

یعنی گواہی اور ثبوت موجود نہ ہو اور وہ اس مال سے انکار کرجائے اور جھگڑا حکام کے پاس لے جائے جبکہ اسے یہ معلوم ہو کہ اس پر حق ثابت ہے اور وہ گنہگار، نیز حرام کھانے والا ہے"۔ {۵۰}

* قول باری ہے : ﴿ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنة و یکون الدین للہ ○ سورہ بقرة آیت ۱۹۳ ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "یہاں فتنہ سے مراد شرک ہے"۔ {۵۱}

* قول باری ہے : ﴿ فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام ○ سورہ بقرة آیت ۱۹۸ ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "یہ دونوں پہاڑوں کے درمیان ہے"۔ {۵۲}

* قول باری ہے : ﴿ واذکروا اللہ فی ایام معدودات فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ و من تاخر فلا اثم علیہ ○ سورہ بقرة آیت ۲۰۳ ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "ایام معدودات" یعنی ایام تشریق، یہ چار دن ہیں۔ یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) اور اس کے بعد کے تین دن"۔ {۵۳}

* ارشاد باری ہے : ﴿ یسالونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما ویسالونک ماذا

{۵۰} ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج ۱ ص ۲۲۵۔

{۵۱} ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ زاد المسیر لابن الجوزی۔ ج ۱ ص ۲۰۰۔

{۵۲} ابن کثیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کی ہے۔ ابن کثیر۔ ج ۱ ص ۲۵۳۔

{۵۳} ابن کثیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کی ہے۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج ۱ ص ۴۸۵۔

ینفقون قل العفو ○ سورہ بقرۃ آیت ۲۱۹ ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا :
"میسر" قمار کو کہتے ہیں"۔ {۵۴}

* قول باری ہے : ﴿ **ولا تنکحوا المشرکات حتیٰ یومن ○ سورہ بقرۃ آیت ۲۲۱** ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "اللہ نے اس حکم سے اہل کتاب کی عورتوں کو مستثنیٰ کر کے انہیں مسلمانوں کے لئے حلال کردیا ہے"۔ {۵۵}

* قول باری ہے : ﴿ **لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم ○ سورہ بقرۃ آیت ۲۲۵** ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "یہ وہ شخص ہے جو کسی بات کی قسم کھاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ بات اسی طرح ہے حالانکہ وہ بات اس طرح نہیں ہوتی"۔ {۵۶}

* قول باری ہے : ﴿ **فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ ○ سورہ بقرۃ آیت ۲۲۹** ﴾ اس سوال پر کہ آیا مرد اس عورت کی عدت کے آخر پر اسے ایک اور طلاق دے سکتا ہے، حسن بصریؒ نے فرمایا : "مرد کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوگا کیونکہ مذکورہ عورت اپنی ذات کی مالک بن کر اس سے بائن ہو چکی ہے"۔ {۵۷}

{۵۴} ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ حسن بصریؒ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ **زاد المسیر** - ج ۱ ص ۲۴۰، **تفسیر الطبری** - ج ۴ ص ۳۲۳۔

{۵۵} ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی ہے۔ **ابن کثیر** - ج ۱ ص ۳۷۵، **تفسیر الطبری** - ج ۴ ص ۳۶۳۔

{۵۶} ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حسن بصریؒ کا قول ہے۔ **زاد المسیر** - ج ۱ ص ۲۵۴، **تفسیر الطبری** - ج ۴ ص ۴۳۳۔

{۵۷} ابن کثیر نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ **تفسیر ابن کثیر** - ج ۱ ص ۲۰۷۔

* قول باری ہے : ﴿الا ان یعفون سورہ بقرۃ آیت ۲۳۷﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : الّا یہ کہ ثیبہ (ایسی عورت جو باکرہ نہ ہو) معاف کردے، اور اپنا حق چھوڑ دے"۔ {۵۸}

* قول باری ہے : ﴿مصدقا بکلمة من الله سورہ ' آل عمران آیت ۳۹﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "یعنی حضرت عیسیٰؑ بن مریم"۔ {۵۹}

* ارشاد باری ہے : ﴿یلوون السنتهم بالکتاب ○ سورہ آل عمران آیت ۷۸﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "یعنی وہ کتاب میں تحریف کرتے ہیں"۔ {۶۰}

* قول باری ہے : ﴿ولله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا ○ سورہ آل عمران آیت ۹۷﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "سبیل سے کیا مراد ہے؟" پھر خود ہی جواب دیا : "اس سے مراد توشہ اور سواری ہے"۔ {۶۱}

* قول باری ہے : ﴿وما کان لنبی ان یغل ○ سورہ آل عمران آیت ۱۶۱﴾ حسن بصریؒ نے تفسیر کی : "کسی نبی کے شایان شان نہیں کہ وہ خیانت کرے"۔ {۶۲}

{۵۸} ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی قول ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۲۵۔

{۵۹} ابن کثیر نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۰۔

{۶۰} ابن کثیر نے کہا ہے کہ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کی روایت کی ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۴۔

{۶۱} ابن کثیر نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۸۔

{۶۲} ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حسن بصریؒ کا قول ہے۔

* قول باری ہے : ﴿ذلک ادنیٰ الا تعولوا ○ سورہ نساء آیت ۳﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "کہ تم مائل نہ ہو جاؤ"۔ {۶۳}

* قول باری ہے : ﴿وابتلوا الیتامی ○ سورہ نساء آیت ۶﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "یعنی انہیں آزماؤ"۔ {۶۴}

* قول باری ہے : ﴿فاذا احصن ○ سورہ نساء آیت ۲۵﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "یہاں تزویج مراد ہے"۔ {۶۵}

* قول باری ہے : ﴿ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ ○ سورہ نساء آیت ۳۱﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "کبائر' یعنی ہر ایسا گناہ جس پر اللہ نے دوزخ کی آگ کی دھمکی دی ہے کبیرہ گناہ ہے۔ {۶۶}

* قول باری ہے : ﴿ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم وعلی بعض ○ سورہ نساء آیت ۳۲﴾ حسن بصریؒ نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا : "ایک شخص تمنا کرتے ہوئے یہ الفاظ اپنی زبان سے نہ کہے کہ : "کاش! مجھے فلاں کا مال اور اس کی بیوی ہاتھ آجاتی! اللہ نے ایسا کہنے سے منع فرمایا : بلکہ اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے اس کا فضل مانگے"۔ {۶۷}

{۶۳} ابن کثیر نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۸۵۔

{۶۴} ابن کثیر نے کہا ہے کہ حسن بصریؒ نے اس کی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ سے کی ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۸۷۔

{۶۵} ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی قول ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۳۸۔

{۶۶} ابن کثیر نے کہا ہے کہ ابن ابی حاتم نے کہا کہ ہمیں علی بن حرب الموصلی نے بیان کیا' انہیں ابن فضل نے' انہیں شبیب نے عکرمہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۷۔ حاشیہ {۶۷} آگے ملاحظہ فرمائیں۔

* قول باری ہے : ﴿واضربوهن ○ سورہ نساء آیت ۳۴﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "ایسی پٹائی جو غیر مبرح ہو یعنی بدن پر اس کے نشانات نہ پڑیں"۔ {۶۸}

* قول باری ہے : ﴿ولا يظلمون فتيلا ○ سورہ اسراء آیت ۷۱﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "فتیل وہ ریشہ ہے جو کھجور کی گٹھلی کے درمیان پھٹن کے اندر ہوتا ہے"۔ {۶۹}

* قول باری ہے : ﴿قل كل من عند الله ○ سورہ نساء آیت ۷۸﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "یعنی نیکی اور بدی"۔ {۷۰}

* قول باری ہے : ﴿وان امراة خافت من بعلها نشوزا او اعراضا فلا جناح عليهما ... الخ سورہ نساء آیت ۲۸﴾ حسن بصریؒ نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا : "مرد کے عقد میں کوئی عورت ہوتی ہے جس کی بدصورتی' یا بڑی عمر یا بد خلقی یا گندے پن کی وجہ سے مرد اس سے آنکھیں پھیر لیتا ہے لیکن عورت اس سے علیحدگی کو پسند نہیں کرتی۔ ایسی صورت میں اگر عورت اپنے مہر کا کچھ حصہ مرد کو دے دے تو یہ مال مرد کے لئے حلال ہوگا اور اگر عورت اپنی باری مرد کے حوالے کر دے تو بھی اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا"۔ {۷۱}

{۶۷} ابن کثیر نے کہا کہ یہی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔ تفسیر ابن کثیر ۔ ج ۲ ص ۲۵۱۔

{۶۸} ابن کثیر نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔ تفسیر ابن کثیر ۔ ج ۲ ص ۲۵۸۔

{۶۹} ابن کثیر نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ تفسیر ابن کثیر ۔ ج ۲ ص ۲۹۳۔

{۷۰} ابن کثیر نے کہا ہے کہ حسن بصریؒ نے یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ تفسیر ابن کثیر ۔ ج ۲ ص ۳۱۸)۔ حاشیہ {۷۱} آگے ملاحظہ فرمائیں۔

** قول باری ہے: ﴿فاما تثقفنهم فی الحرب فشرد من خلفهم...... الخ سورہ انفال آیت ۵۷﴾ حسن بصریؒ نے (فشرد بهم من خلفهم) کی تفسیر میں فرمایا: "ان کے ذریعے عبرتناک سزا دیجئے۔" (۷۲)

** قول باری ہے: ﴿انفروا خفافا و ثقالا...... الخ سورہ التوبہ آیت ۴۱﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا: "ادھیڑ عمر کے اور جوان۔" (۷۳)

** قول باری ہے: ﴿فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا جزاء بما كانوا يكسبون○ سورہ التوبہ آیت ۸۲﴾ حسن بصریؒ نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: "دنیا قلیل ہے۔ اس میں لوگ جتنا چاہیں ہنس لیں' پھر جب دنیا ختم ہو جائے گی اور لوگ اللہ کے پاس پہنچ جائیں گے تو وہ ایسا رونا شروع کریں گے جو کہیں ختم ہونے کو نہیں آئے گا۔" (۷۴)

** قول باری ہے: ﴿سرابيلهم من قطران و تغشى وجوههم النار○ سورہ ابراهیم آیت ۵۰﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا: "قطران پگھلے ہوئے تانبے کو کہتے ہیں۔" حسن بصریؒ اس آیت کی بعض دفعہ اس طرح قرائت کرتے تھے۔ (سرابيلهم من قطران) یعنی گرم تانبا جس کی حرارت انتہا کو پہنچی ہوئی ہو۔ (۷۵)

---

(۷۱) ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے بھی اسی طرح کی تفسیر کی ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲' ص ۳۸۰۔

(۷۲) ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہی حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴' ص ۲۲۔

(۷۳) ابن کثیر نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴' ص ۹۷۔

(۷۴) ابن کثیر نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی قول ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴' ص ۱۳۰ تفسیر الطبری ج ۴' ص ۴۰۱۔ حاشیہ (۷۵) آگے ہے۔

* قول باری ہے : ﴿کما انزلنا علی المقتسمین الذین جعلوا القرآن عضین٥ سورہ حجر آیت ۹۰، ۹۱﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جو کتاب کے کچھ حصوں پر ایمان لے آئے اور کچھ حصوں کے ساتھ کفر کیا۔''(۷٦)

* قول باری ہے : ﴿واذا اردنا ان نهلك قريه امرنا متر فيها ففسقوا فيها...... الخ سورہ اسراء آیت ١٦﴾ حسن بصریؒ نے قول باری امرنا مترفیھا) کی تفسیر میں فرمایا:

''ہم ان کی تعداد بہت زیادہ کر دیتے ہیں۔''(۷۷)

* قول باری ہے : ﴿لاتجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا٥ سورہ نور آیت ٦۳﴾ حسن بصریؒ نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ نہ سمجھو کہ کسی پر نبی ﷺ کی بددعا نبی کے غیر کی دعا کی طرح ہوتی ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ کی دعا مستجاب ہے اس لئے ڈرتے رہو کہ کہیں نبی ﷺ تم پر بددعا نہ کریں کہ پھر تم ہلاک ہو جاؤ۔''(۷۸)

---

(۷۵) ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ بھی یہی فرمایا کرتے تھے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴، ص ۴۴۰۔

(۷٦) ابن کثیر نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴، ص ۴٦۷، نیز دیکھئے صحیح بخاری تفسیر سورہ الحجر۔ ج ٦، ص ۱۰۲۔

(۷۷) تفسیر الطبری ج ۱۵ ص ۴۲، تفسیر ابن کثیر ج ۵، ص ۵۸، ابن کثیر نے کہا ہے کہ العوفی نے حضرت ابن عباسؓ سے اسی طرح کی روایت کی ہے۔

(۷۸) تفسیر ابن کثیر ج ۵، ص ٦۱۔ ابن کثیر نے یہ بھی کہا ہے کہ ''ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ تفسیر نقل کی ہے۔'' سیوطی نے ''المنثور'' میں ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے۔

* قول باری ہے : ﴿وکم اھلکنا قبلھم من قرن ھل تحس منھم من احد اوتسمع لھم رکزاO سورہ مریم آیت ۹۸﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا :"یعنی کوئی آواز۔"(۷۹)

* قول باری ہے : ﴿ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحونO سورہ انبیاء آیت ۱۰۵﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "زبور حضرت داؤد پر نازل کی گئی اور "الذکر" سے مراد تورات ہے۔"(۸۰)

* قول باری ہے : ﴿الذین ھم فی صلوتھم خاشعونO سورۃ المومنون آیت ۲﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا :ڈرنے والے اور ساکن (۸۱)

* قول باری ہے : ﴿الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات' اولئك مبرئون مما یقولونO ..... الخ' سورہ نور آیت ۲۶﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "یہ آیت حضرت عائشہؓ اور اہل افک کے بارے میں نازل ہوئی۔"(۸۲)

* قول باری ہے : ﴿فی بیوت اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیھا اسمہ

---

(۷۹) ابن کثیر نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی قول ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۵' ص ۳۶۵۔

(۸۰) ابن کثیر نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ کا بھی قول یہی ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۵' ص ۳۷۹۔

(۸۱) تفسیر الطبری۔ ج ۱۸' ص ۳' تفسیر ابن کثیر۔ ج ۵' ص ۴۵۶' حضرت ابن عباسؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

(۸۲) تفسیر الطبری۔ ج ۸' ص ۸۴' ابن کثیر نے اپنی تفسیر ج ۶' ص ۳۵ میں کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔

يسبح له فيها بالغدو و الآصال رجال...... الخ سوره نور آیت ۳۶﴾
حسن بصریؒ نے فرمایا: ''الغدو'' سے صبح کی نماز اور ''الاصال'' سے عصر کی نماز مراد ہے۔ یہ دونوں نمازیں سب سے پہلے فرض ہوئی تھیں اس لئے اللہ سبحانہ و تعالی نے ان دونوں کا ذکر کرنا' نیز اپنے بندوں کو ان دونوں کی یاد دلانا پسند فرمایا۔'' (۸۳)

* قول باری ہے: ﴿واجعلنا للمتقين اماماo سوره فرقان آیت ۷۴﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا: ''یعنی ہمیں ایسے ائمہ بنادے کہ نیکیوں کے اندر ہماری پیروی کی جائے۔'' (۸۴)

* قول باری ہے: ﴿انا عرضنا الامانة على السماوات والارض والجبال فابين ان يحملنها واشفقن منها و حملها الانسان۔ انه كان ظلوما جهولاo سوره احزاب آیت ۷۲﴾ حسن بصریؒ نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ امانت حضرت آدم پر پیش کی گئی اور ان سے کہا گیا کہ: ''یہ امانت تم اس کی تمام ذمہ داریوں کے ساتھ اٹھالو' اگر تم فرمان برداری کرو گے تو میں تمہیں بخش دوں گا اور اگر تم نافرمانی کرو گے تو میں تمہیں عذاب دوں گا۔'' حضرت آدم نے جواب میں عرض کیا: ''میں نے قبول کرلیا۔'' پھر اس دن عصر سے لے کر رات تک کا وقفہ نہیں گزرا تھا کہ حضرت آدم غلطی میں مبتلا ہو گئے۔'' (۸۵)

---

(۸۳) تفسیر الطبری ج ۸' ص ۲۱۳' ابن کثیر ج ۶' ص ۷۱' ابن کثیر نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی قول تھا۔

(۸۴) تفسیر ابن کثیر ج ۶' ص ۱۴۱۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی قول ہے۔

(۸۵) تفسیر الطبری ج ۲۲' ص ۳۸' تفسیر ابن کثیر ج ۶' ص ۴۷۷' ابن کثیر نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی قول ہے۔

* قول باری ہے: ﴿یس ٥ سورہ یٰس آیت۔ ۱﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا: یٰس بمعنی "اے انسان" کے ہے۔" (۸۶)

* قول باری ہے: ﴿قل لااسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی ٥ سورہ شوری آیت ۲۳﴾ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میں نے تمہارے سامنے جو بینات پیش کی ہیں اور جس ہدایت کی طرف تمہیں بلایا ہے اس کے بدلے میں میں تم سے کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا بس اتنی بات تم سے کہتا ہوں کہ اللہ سے مودت اور لگاؤ رکھو اور اس کی فرمان برداری کر کے اس کا قرب حاصل کرو۔" (۸۷)

* قول باری ہے: ﴿ذواتا افنان ٥ سورہ رحمن آیت ۴۸﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا: "مختلف رنگوں والیاں"۔ (۸۸)

* قول باری ہے: ﴿مدھامتان ٥ سورہ رحمن آیت ۶۴﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا: "سرسبز"۔ (۸۹)

* قول باری ہے: ﴿اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا ٥ سورہ مجادله آیت ۱۱﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا۔ "یعنی مجالس حرب میں۔" (۹۰)

---

(۸۶) تفسیر الطبری۔ ج ۲۲، ص ۹۷، تفسیر ابن کثیر ج ۶، ص ۵۴۸، انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ نے بھی یہی فرمایا ہے۔

(۸۷) تفسیر ابن کثیر ج ۷، ص ۱۸۸، مسند امام احمد۔ ج ۱، ص ۲۶۸۔

(۸۸) تفسیر الطبری۔ ج ۲۷، ص ۸۵، ابن کثیر ج ۷ ص ۴۸۷۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ بات حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

(۸۹) تفسیر ابن کثیر۔ ج ۷، ص ۴۸۲، انہوں نے کہا ہے کہ یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

(۹۰) تفسیر الطبری۔ ج ۲۸، ص ۱۳، تفسیر ابن کثیر۔ ج ۸، ص ۴۷، انہوں نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے یہ تفسیر مروی ہے۔

* قول باری ہے : ﴿ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا و یتیما و اسیراo سورہ دھر آیت ۸﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : ان دنوں مسلمانوں کے پاس مشرک قیدی تھے' اس بات کی تصدیق اس امر سے ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے جنگ بدر کے موقع پر صحابہ کرامؓ کو قیدیوں کے اکرام کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کھانے پینے کی چیزوں میں ان قیدیوں کو اپنی ذات پر مقدم رکھتے تھے۔"(۹۱)

□ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے حسن بصریؒ کی تفسیری مرویات..

* قول باری ہے : ﴿والصابرین فی الباساء والضراء و حین الباسo سورہ بقرۃ آیت ۱۷۷﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : (حین الباس) سے مراد قتال اور دشمنوں سے مقابلے کی حالت ہے۔"(۹۲)
* قول باری ہے : ﴿الحج اشھر معلوماتo بقرۃ آیت ۱۹۷﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "شوال' ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے دس روز۔"(۹۳)
* قول باری ہے : ﴿ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم الباساء والضراءo سورہ بقرۃ آیت ۲۱۴﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "الباساء" سے مراد فقر ہے۔"(۹۴)

---

(۹۱) تفسیر الطبری۔ ج ۲۶' ص ۱۳' تفسیر ابن کثیر۔ ج ۸' ص ۳۱۲' ۳۱۴' ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ بات حضرت ابن عباسؓ نے فرمائی ہے۔
(۹۲) ابن کثیر نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج ۱' ص ۲۹۹۔
(۹۳) ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ' حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے یہی مروی ہے۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج ۱' ص ۳۴۲۔ حاشیہ (۹۴) آگے ہے۔

* قول باری ہے: ﴿فلاجناح علیهما فیما افتدت به○ سوره بقرة آیت ۲۲۹﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا: یہ خلع کے بارے میں ہے اور خلع ایک طلاق بائن ہے الا یہ کہ شوہر ایک سے زائد کی نیت کرے۔"(۹۵)

* قول باری ہے: ﴿اقم الصلوات لدلوك الشمس الی غسق اللیل و قرآن الفجر' ان قرآن الفجر كان مشهودا○ سوره اسراء آیت ۷۸﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا: "دلوک سے زوال شمس یعنی سورج کا ڈھل جانا مراد ہے۔"(۹۶)

* قول باری ہے: ﴿فنادی فی الظلمات ان لااله الا انت سبحانك انی كنت من الظالمین○ سوره انبیاء آیت ۸۷﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا: تین تاریکیاں تھیں، مچھلی کے پیٹ کی تاریکی، سمندر کی تاریکی اور رات کی تاریکی۔"(۹۷)

* قول باری ہے: ﴿والقواعد من النساء التی لایرجون نكاحا فلیس علیهن جناح ان یضعن ثیابهن غیر متبرجات بزینة و ان یستعففن خیر لهن و الله سمیع علیم ○ سوره نور آیت ۲۸﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا

---

(۹۴) ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہی تفسیر حضرت ابن مسعودؓ سے بھی مروی ہے۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج ا، ص ۳۶۶۔

(۹۵) ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے اسی طرح مروی ہے۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج ا، ص ۴۰۵۔

(۹۶) ابن کثیر نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج ۴، ص ۹۸، ۹۹۔

(۹۷) ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے یہ تفسیر کی ہے۔ ابن کثیر۔ ج ۵، ص ۳۶۴۔

(ثیابھن) سے جلباب یعنی قمیص یا چادر مراد ہے۔"(۹۸)

* قول باری ہے: ﴿یوم نبطش البطشة الکبریٰ٥ سورہ دخان آیت ۱۶﴾ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: (البطشة الکبریٰ) سے جنگ بدر مراد ہے۔" حسن بصریؒ کا بھی یہی قول ہے۔"(۹۹)

☐ حضرت عمرؓ سے حسن بصریؒ کی تفسیری مرویات..

* قول باری ہے: ﴿واستعینوا بالصبر والصلوة و انها لکبیرة الا علی الخاشعین٥ سورہ بقرة آیت ۴۵﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا: "صبر کی دو قسمیں ہیں' مصیبت کے وقت صبر کرنا اچھی بات ہے یعنی اس سے زیادہ اچھی بات اللہ کے محارم سے صبر کرنا یعنی ان سے بچنا ہے۔"(۱۰۰)

* قول باری ہے: ﴿والله فضل بعضکم علی بعض فی الرزق' فما الذین فضلوا برادی رزقهم علی ماملکت ایمانهم فهم فیه سوآء افبنعمه الله یجحدون٥ سورہ نحل آیت ۷۱﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا: "حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو تحریر کیا کہ: دنیا میں سے جو رزق تمہیں ملے اس پر قناعت کرو کیونکہ رحمٰن نے رزق کے اندر اپنے بعض بندوں کو

---

(۹۸) حضرت ابن مسعودؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ تفسیر ابن کثیر۔ج ۶ ص ۱۹۱۔ تفسیر الطبری۔ج ۱۸' ص ۱۲۷۔

(۹۹) ابن کثیر نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے یہ صحیح الاسناد روایت ہے۔ تفسیر ابن کثیر۔ج ۷' ص ۲۳۷۔

(۱۰۰) ابن کثیر نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ کا بھی یہی قول ہے۔ تفسیر ابن کثیر۔ج ۱' ص ۱۲۴۔

بعض پر فضیلت دی ہے اور اللہ ہر ایک کو آزماتا ہے، جس کے رزق میں کشائش دیتا ہے اسے اس طرح آزماتا ہے کہ وہ اس بات کا شکر کس طرح ادا کرتا ہے اور کس طرح اس حق کی ادائیگی کرتا ہے جسے اس پر اس نے اس کے رزق کے اندر فرض کر دیا ہے۔" (۱۰۱)

□ حضرت علیؓ سے حسن بصریؒ کی تفسیری مرویات..

* قول باری ہے : ﴿والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروءo سورہ بقرۃ آیت ۲۲۸﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "قروء" حیض کو کہتے ہیں۔ (۱۰۲)

* قول باری ہے : ﴿ونزعنا مافی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلینo سورہ حجر آیت ۴۷﴾ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ انہوں نے اسرائیل سے روایت کی، انہوں نے ابو موسیٰ سے کہ انہوں نے حسن بصریؒ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا : "خدا کی قسم، یہ آیت ہمارے یعنی اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی۔" (۱۰۳)

* قول باری ہے : ﴿وقدمنا الی ماعملوا من عمل فجعلنه ھباء منثوراo سورہ فرقان آیت ۲۳﴾ حسن بصریؒ نے "ھباء" کی تفسیر میں فرمایا : "یہ وہ شعاع ہے جو تم میں سے کسی کے روزن دیوار میں ہوتی ہے اور اگر وہ

---

(۱۰۱) ابن ابی حاتم نے اس کی روایت کی ہے۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج ۴، ص ۵۰۵۔

(۱۰۲) ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج ۱، ص ۳۹۷۔

(۱۰۳) تفسیر ابن کثیر۔ ج ۴، ص ۴۵۷۔

اسے پکڑنے کی کوشش کرے تو اسے پکڑ نہیں سکتا۔"(۱۰۴)

* قول باری ہے: ﴿واذا وقع القول علیهم اخرجنا لهم دابة من الارض تکلمهم ان الناس کانوا بآیاتنا لایومنونo سوره نمل آیت ۸۲﴾ حسن بصریؒ نے کہا کہ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ مذکورہ دابہ لوگوں سے مخاطبت کرے گا اور ہمکلام ہوگا۔"(۱۰۵)

* قول باری ہے: ﴿وانتم سامدونo سوره نجم آیت ۶۱﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا: "اور تم غافل ہو۔" (۱۰۶)

* قول باری ہے: ﴿ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة مبارکا و هدی للعالمینo سوره آل عمران آیت ۹۶﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا: "یہ پہلا گھر تھا جسے لوگوں کے لئے عبادت کی خاطر بنایا گیا تھا۔ اس سے پہلے بیوت یعنی کئی گھر تھے۔"(۱۰۷)

* قول باری ہے: ﴿ بلی ان تصبروا و تتقوا و یاتوکم من فورهم هذا یمددکم ربکم بخمسه آلاف من الملائکة مسومینo سوره آل عمران آیت ۱۲۵﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا: "ان کی تعداد پانچ ہزار ہے۔"(۱۰۸)

---

(۱۰۴) ابن کثیر نے کہا ہے کہ حضرت علیؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۶، ص ۱۱۱۔

(۱۰۵) تفسیر ابن کثیر ج ۶، ص ۲۲۔

(۱۰۶) ابن کثیر نے کہا ہے کہ حضرت علیؓ سے بھی یہ ایک روایت ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۷، ص ۴۴۳۔

(۱۰۷) ابن الجوزی نے کہا کہ حسن بصریؒ نے یہ بات حضرت علیؓ سے نقل کی ہے۔ (زادالمیسر لابن الجوزی۔ ج۱، ص ۴۲۵)۔

* قول باری ہے : ﴿یایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی O سورہ بقرۃ آیت ۱۷۸﴾ حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کے مقدمے میں جس نے اپنی بیوی کو قتل کر دیا تھا فیصلہ دیا کہ اگر مقتولہ کے ورثاء چاہیں تو قاتل کو قتل کر کے نصف دیت کا تاوان بھر دیں، حسن بصریؒ نے کہا کہ "مرد کو عورت کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا تاوقتیکہ مقتولہ عورت کے ورثاء نصف دیت نہ بھر دیں۔"(۱۰۹)

حضرت ابوہریرہؓ سے حسن بصریؒ کی تفسیری مرویات..

* قول باری ہے : ﴿احاطت به خطیئته O سورہ بقرۃ آیت ۸۱﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "اس کا شرک اسے گھیر لے۔"(۱۱۰)

حضرت ابن عمرؓ سے حسن بصریؒ کی تفسیری مرویات..

* قول باری ہے : ﴿الوصیة للوالدین والاقربین O سورہ بقرۃ آیت ۱۸۰﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "یہ آیت منسوخ ہے اسے آیت میراث نے منسوخ کر دیا ہے۔"(۱۱۱)

---

(۱۰۸) ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ بات حضر جبیر بن مطعمؓ سے مروی ہے اور انہوں نے حضرت علیؓ سے اس کی روایت کی ہے۔ (زاد المیسر لابن الجوزی۔ ج۱، ص ۴۵۳)۔

(۱۰۹) تفسیر ابن کثیر۔ ج۳، ص ۳۶۲۔

(۱۱۰) ابن کثیر نے کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ، ابووائل اور عطاء کا یہ قول ہے۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج۱، ص ۱۷۱۔ حاشیہ (۱۱۱) آگے ہے۔

* قول باری ہے: ویسألونك ماذا ینفقون قل العفوo سورہ بقرة آیت ۲۱۹﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا: "عفو یعنی فضل (زائد)۔ (۱۱۲)

* قول باری ہے: ﴿فکذبوہ فاخذھم عذاب یوم الظلہo سورہ شعراء آیت ۱۸۹﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان پر سات دنوں تک دھوپ مسلط کر رکھی حتی کہ اس دھوپ سے انہیں سایہ دینے والی کوئی چیز نہیں رہی۔ پھر اللہ نے ان کے لئے بادل کا ایک ٹکڑا بھیج دیا اور ان میں سے ایک شخص اس بادل کے سائے میں آگیا اور اسے وہاں ٹھنڈک اور راحت محسوس ہوئی۔ اس نے دوسرے لوگوں کو یہ بات بتائی۔ چنانچہ تمام لوگ اس بادل کے سائے میں آگئے۔ پھر اس بادل نے ان پر ایک آگ بھڑکا دی۔" (۱۱۳)

□ دیگر صحابہ کرامؓ سے حسن بصریؒ کی تفسیری مرویات..

جن صحابہ کرامؓ کا ذکر گزرا ہے ان سے حسن بصریؒ کی تفسیری مرویات کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ تاہم انہوں نے دیگر صحابہ کرامؓ سے بھی روایت کی ہے اگرچہ ان سے حسن کی تفسیری مرویات بہت ہی قلیل ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

* قول باری ہے: ﴿احل لکم صید البحر و طعامه﴾ کی تفسیر میں

---

(۱۱۱) تفسیر ابن کثیر۔ ج ۱، ص ۳۰۲، ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت ہے۔

(۱۱۲) ابن کثیر نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اور مجاہد سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔ ابن کثیر نے اس روایت کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ (دیکھئے تفسیر ابن کثیر۔ ج ۱، ص ۳۷۳۔

(۱۱۳) ابن کثیر نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر نے یہ تفسیر کی ہے تفسیر ابن کثیر ج ۶۔

حسن بصریؒ نے فرمایا: سمندر کے شکار سے مراد وہ جانور ہے جسے سمندر سے زندہ پکڑ لیا جائے اور سمندر کے طعام سے مراد وہ جانور ہے جسے سمندر مردہ صورت میں باہر پھینک دے۔" (۱۱۴)

* قول باری ہے: ﴿حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطی﴾ کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے فرمایا: صلوۃ وسطی عصر کی نماز ہے۔" (۱۱۵)

* قول باری ہے: ﴿فان خفتم فرجالا او رکباناO سورہ بقرۃ آیت ۲۳۹﴾ اس کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے کہا ہے کہ: اگر میدان جنگ میں تلواریں چل رہی ہوں تو جنگ میں مصروف مجاہد اپنے چہرے کے رخ سر کے اشارے سے نماز ادا کرے گا۔" (۱۱۶)

* قول باری ہے: ﴿والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروءO سورہ بقرۃ آیت ۲۲۸﴾ کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے بیان کیا کہ: "ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اپنے اہل میں سے کسی شخص کو یہ معاملہ سپرد

---

(۱۱۴) یہ تفسیر حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے حسن بصریؒ کی مرویات میں شمار ہوتی ہے (ابن کثیر۔ ج ۱، ص ۱۸۹)۔

(۱۱۵) یہ تفسیر حضرت ابو سعید خدریؓ سے حسن بصریؒ کی مرویات میں داخل ہے۔(الطبری۔ ص ۱۷۳)۔

طبری نے کہا ہے کہ یہ حسن بصریؒ کا قول ہے اور پھر طبری نے محمد بن بشار سے اس روایت کا ذکر کیا ہے انہوں نے عفان بن مسلم سے انہوں نے ہمام سے، انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے حسن بصریؒ سے اور انہوں نے حضرت ابو سعید خدری سے یہ روایت کی ہے۔

(۱۱۶) حسن بصریؒ کی یہ تفسیر حضرت جابر بن عبداللہؓ کی مرویات میں شامل ہے۔(تفسیر ابن کثیر ج ۱، ص ۲۳۶)۔

کر دیا لیکن اس شخص کے ذہن سے یہ بات نکل گئی تھی حتی کہ مطلقہ تیسرے حیض میں داخل ہو گئی اور تیسرے حیض سے غسل کرنے کے لئے پانی لے آئی' اتنے میں مذکورہ شخص کو بات یاد آئی اور وہ شوہر کی طرف چل پڑا۔ جب شوہر آیا تو عورت غسل کرنے جارہی تھی' اس نے عورت کو آواز دی عورت نے پوچھا کہ اب کیا چاہتے ہو؟ شوہر نے جواب دیا کہ: میں نے تم سے رجوع کر لیا ہے" عورت کہنے لگی: "خدا کی قسم تمہیں اب اس کا اختیار نہیں رہا۔" شوہر نے کہا: "کیوں نہیں؟ بخدا مجھے اس کا اختیار ہے۔" پھر دونوں اپنا یہ معاملہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس لے گئے' انہوں نے عورت سے خدا کی قسم دے کر دریافت کیا کہ آیا جب شوہر نے اسے آواز دی تھی تو وہ اس وقت غسل کر چکی تھی؟ عورت نے اس کا جواب نفی میں دیا: "خدا کی قسم میں نے غسل نہیں کیا تھا البتہ غسل کے لئے صرف پانی اپنے قریب رکھا تھا۔" یہ سن کر حضرت ابو موسیٰؓ نے عورت کو اس کے شوہر کی طرف لوٹا دیا اور شوہر سے فرمایا: "تم سب سے بڑھ کر اس عورت کے حقدار تھے جب تک اس نے تیسرے حیض سے غسل نہیں کر لیا تھا۔"

حسن بصریؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "جب تک مطلقہ عورت تیسرے حیض سے غسل نہ کر لے اس وقت تک اس کا شوہر سب سے بڑھ کر اس کا حقدار ہے۔"

حسن بصریؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "جب مطلقہ عورت تیسرے حیض میں داخل ہو جائے تو وہ اپنے شوہر سے بائن ہو جاتی ہے اور کسی اور سے اس کا نکاح حلال ہو جاتا ہے: زہری نے کہا ہے کہ عمرہ کہتی تھیں کہ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ: قرء طہر ہے' حیض نہیں ہے۔" (۱۱۷)

(۱۱۷) الطبری ج ۴ ص ۵۰۲۔۵۰۷ حسن بصریؒ کی درج بالا آیت کی یہ تفسیر کئی صحابہؓ کے اقوال سے ماخوذ ہے بلکہ اس کا اسناد ام المومنین حضرت عائشہؓ کے قول سے ہے۔ اور حضرت عائشہ عورتوں کے مسائل کا تمام لوگوں سے بڑھ کر علم رکھتی تھیں۔

فصل ثانی

حسن بصریؒ کی تفسیر بالرائے

تفسیر کے اندر حسن بصریؒ کی مرویات جمع کرنے اور ان کے استقراء کے دوران مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ ان کی تفسیر زیادہ تر تفسیر بالماثور ہے' تاہم میرے سامنے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ تفسیر بالرائے کے تحت ان سے مروی اقوال کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ ذیل میں تفسیر بالرائے کے تحت ان کے زیادہ مشہور اقوال درج کیے جائیں گے۔

* قول باری: ﴿واذ اخذ الله میثاق النبیین لما آتیتکمO سورہ آل عمران آیت ۸۳﴾ کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے یہ میثاق لیا کہ وہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں گے اور ایک دوسرے پر ایمان لانے کا حکم دیں گے۔ تصدیق کے ذریعے نصرت کے یہی معنی ہیں۔" (۱)

* قول باری: ﴿وان من اہل الکتاب لمن یومن باللہO سورہ آل عمران آیت ۹۹﴾ کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے فرمایا: "یہ وہ اہل کتاب ہیں جو

---

(۱) تفسیر القرطبی۔ج ۴' ص ۱۲۴۔

حضورؐ سے پہلے تھے۔ انہوں نے آپ کی پیروی کی اور اسلام کو پہچانا۔ اللہ تعالٰی نے انہیں دو اجر عطا کئے' ایک اجر تو حضورؐ سے قبل ان کے ایمان کی بناء پر انہیں ملا اور دوسرا اجر انہیں حضورؐ کی پیروی کی بناء پر حاصل ہوا"۔(۲)

☆ قول باری : (وشاورھم فی الامر سورہ آل عمران آیت۱۵) کی تفسیر کے سلسلے میں حسن بصری سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا : "اللہ سبحانہ وتعالٰی نے اپنے نبیؐ کو مشاورت کا حکم اس لئے نہیں دیا کہ آپ کو لوگوں کی رائے کی کوئی حاجت تھی۔ اللہ نے تو صرف یہ چاہا تھا کہ لوگوں کو مشاورت کی فضیلت کی تعلیم دے نیز یہ کہ آپ کے بعد آپ کی امت اس معاملے میں آپ کی اقتداء کرے۔(۳)

☆ قول باری : (یاایھاالذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللّٰہ سورۃ جمعہ آیت۔۹) کی تفسیر میں حسن بصری نے فرمایا : "خدا کی قسم' اس سے مراد قدموں کے ذریعے دوڑ کر جانا نہیں ہے۔ انہیں تو نماز کے لئے وقار اور سکینت کے بغیر جانے سے روکا گیا تھا بلکہ خشوع و خضوع کے ساتھ اور دل سے جانا مراد ہے۔"(۴)

تفسیر بالرائے کے تحت حسن بصری کے اقوال سے یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ اس تفسیر کا استناد محمود و مقبول رائے کی طرف ہے۔ نیز یہ کہ علماء نے تفسیر قرآن کے سلسلے میں اسے جائز قرار دیا ہے جہاں تک اس تفسیر بالرائے کا تعلق ہے جس کا استناد مذموم و قابل رد رائے کی طرف ہے' نیز جس کی بنیاد ہوا و ہوس ہے اور جس کے تحت کوئی بات کسی دلیل کے بغیر کہی جاتی ہے تو ایسی تفسیر سے حسن بصری کا دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ درج بالا چند مثالیں تفسیر بالرائے کے تحت حسن بصری کے اقوال کے مجموعے میں سے ہیں جن کا ذکر ہم نے ناظرین کے ملاحظہ کے لئے یہاں کردیا ہے۔

---

(۲) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۶۹
(۳) تفسیر القرطبی ج ۴ ص ۲۵۰
(۴) تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۱۴۶'۱۴۹

فصل ثالث

مسائل کی تخریج و ترجیح کے سلسلے میں حسن بصری ؒ کا طریق کار

پہلا مبحث

فقہی احکام ..

امام حسن بصری ؒ کی فقہ پر گفتگو کرنے سے پہلے ہم ان کے عصر کی فقہ پر مختصراً کلام کرنا پسند کریں گے قرن اول میں دو فقہی منہاج نمایاں تھے۔

اول : ظواہر نصوص پر ٹھہراؤ : یعنی اگر شارع کی طرف سے کسی حکم کے بارے میں نص موجود ہو تو اس حکم کی تطبیق اس کی اصل صورت میں کی جاتی اور اس حکم کی تشریع کی علت یا اس کی حکمت سے بحث نہ کی جاتی اور نہ ہی مسائل کے درمیان ایک دوسرے کے ساتھ ربط کی کوشش کی جاتی۔

دوم : احکام کی علتوں اور ان کی تشریع کی حکمت پر غور و فکر : یعنی اگر کوئی نص کسی حکم کے ساتھ وارد ہوتا تو فقیہ پر لازم ہوتا کہ وہ اس حکم کی علت اور اس کی تشریع کی حکمت تلاش کرے۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہو جاتا تو مذکورہ نص کی دلالت اس کے سامنے وسیع ہو جاتی اور اس کے فائدے کا دائرہ پھیل جاتا۔ پھر صورت یہ ہوتی کہ اگر

فقیہ کے سامنے کوئی ایسا مسئلہ پیش ہوتا جس میں کوئی نص وارد ہوچکا ہو تو وہ نص کی تطبیق کردیتا اور پھر جب کوئی ایسا مسئلہ سامنے آتا جس میں نص موجود نہ ہوتا لیکن حکم کی علت میں یہ مسئلہ اس مسئلے کے مساوی ہوتا جس میں نص وارد ہوچکا ہو تو وہ نئے مسئلے کو منصوص علیہ مسئلے سے ملحق کردیتا اور اس پر وہی حکم عائد کردیتا۔ یہ طریق کار علمائے اصول کے نزدیک قیاس کے نام سے مشہور ہے اور اس طرح ایسے مجموعے وجود میں آجاتے جن میں انصاف کا تقاضا یہ ہوتا کہ ان سب کا حکم ایک ہو۔ نیز اس سے یہ ممکن ہوجاتا کہ متناہی نصوص والے احکام کے ذریعے غیر متناہی واقعات کے احکام معلوم کرلئے جائیں، تاہم درج بالا دونوں فریق چند باتوں میں ایک دوسرے سے اتفاق کرتے تھے اور چند باتوں میں اختلاف۔

ان کے مابین اس امر پر اتفاق تھا کہ جب نص پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو پھر عمل بالرائے کی صرف اس حد تک گنجائش رہ جاتی ہے جس حد تک مذکورہ نص اس کی اجازت دے۔ اسی طرح اس امر پر بھی اتفاق تھا کہ اگر کسی واقعہ کے سلسلے میں کوئی نص موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں رائے پر عمل واجب ہوجاتا ہے۔

البتہ دونوں فریقوں کے درمیان اس امر میں اختلاف تھا کہ وہ کونسی حد ہے جس کے اندر رہتے ہوئے رائے سے کام لیا جائے۔ اس حد کی وسعت اور تنگی کا دارومدار سنت کے ان نصوص پر تھا جو ہر فریق کی نظروں میں صحیح تھے۔ یہ بات ان قواعد پر مبنی تھی جو ہر فریق نے احادیث قبول کرنے کے سلسلے میں وضع کئے تھے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ احادیث قبول کرنے کے لئے جس فریق کی شرائط نرم ہوتیں اس کے پاس احادیث کا بڑا ذخیرہ جمع ہوجاتا اور پھر اس کے نتیجے میں رائے سے کام لینے کا دائرہ تنگ ہوجاتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس فریق کو "اہل الحدیث" کے نام سے موسوم کیا گیا لیکن جو فریق احادیث قبول کرنے کی شرائط سخت کردیتا اس کے نزدیک اجتہاد بالرائے کا دائرہ وسیع ہوجاتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ حضرات احکام کے علل معلوم کرنے کے لئے اپنی عقل اور فکر کو گردش میں لاتے۔ [1] فقہ کے اندر امام حسن بصریؒ کے طریق کار کے مطالعہ کے دوران مجھے پتہ

چلا کہ اگر کسی زیر بحث فقہی مسئلے کے اندر انہیں کوئی ماثور حکم نہ ملتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فقہی حس اور مقاصد شرع نیز اس کی غایات کے عرفان اور شریعت کی کلیات سے متعلق و دیعت کردہ ادراک سے کام لینے میں ذرہ برابر بھی تردد نہ کرتے اور مسائل کے بارے میں درج بالا امور کی روشنی میں فتوے دیتے اور انہیں حل کرتے حتی کہ بعض حضرات نے انہیں اسی طریق کار کی بنا پر اصحاب الرائے میں شمار کیا ہے اس کی گواہی درج ذیل مسائل دیتے ہیں۔

* انہوں نے بچی کے پیشاب کو بچے کے پیشاب پر قیاس کرتے ہوئے فتویٰ دیا تھا کہ دونوں کے پیشاب پر پانی چھڑکنے سے طہارت ہو جاتی ہے اور بچی کے پیشاب کو دھونے کی ضرورت نہیں ہے حالانکہ انہوں نے اپنی والدہ کے واسطے سے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی تھی کہ انہوں نے بچے کے پیشاب پر پانی بہایا تھا اور بچی کے پیشاب کو دھویا کرتی تھیں۔ {۲}

* وہ وضو کے اندر بازوؤں میں باقی رہ جانے والے پانی سے سر کے مسح کے جواز کے قائل تھے خواہ یہ وضو نماز کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ انہوں نے اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول پر اعتماد کیا تھا کہ: "اگر تم وضو کے اندر

{۱} تاریخ التشریع الاسلامی للدکتور حسن الشاذلی ص ۲۲۹، ۲۳۰۔

{۲} شرح السنہ ج ۲ ص ۹۰، مسلم شریف بشرح النووی ج ۳ ص ۱۹۵، المحلیٰ لابن حزم ج ۱ ص ۱۳۲، عون المعبود ج ۲ ص ۳۷، المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۶۷، الاستذکار للقرطبی ج ۲ ص ۶۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۱، اختلاف الصحابہ والتابعین والائمہ المجتہدین (مخطوطہ) باب النجاسات، الشرح الکبیر ج ۱ ص ۲۹۲۔

بازو دھونے سے پہلے پاؤں دھولو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے"۔ اس مسئلے میں حسن بصریؒ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام ابو حنیفہؒ کے قول کی موافقت کی تھی جبکہ یہ دونوں حضرات اصحاب الرائے کے مکتب فکر کے شیوخ میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ صورت حال فقہ کے اندر حسن بصریؒ کے مسلک کی وضاحت کرتی ہے۔ {۳}

* اگر لونڈی ننگے سر نماز پڑھے تو حسن بصریؒ کے نزدیک اس کی نماز باطل ہوگی"۔ انہوں نے آزاد عورت پر اسے قیاس کرکے یہ قول اختیار کیا تھا اور نماز کے اندر لونڈی کے لئے دوپٹہ ضروری قرار دیا تھا۔ ان کا یہ قول جمہور کے قول کے خلاف ہے۔
* حسن بصریؒ نے عرف کا اعتبار کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے مردوں کے لئے پانی سے استنجاء کو مکروہ قرار دیا تھا کیونکہ عرف اور عادت یہ تھی کہ عورتیں استنجاء کے لئے پانی استعمال کرتی تھیں اور مرد ڈھیلے استعمال کرتے تھے۔ {۴}
* انہوں نے جان بوجھ کر قے کرنے والے پر از خود قے آجانے والے شخص کو قیاس کرتے ہوئے دونوں کے اندر صوم پر بطلان کا حکم عائد کردیا تھا۔ {۵}

حسن بصریؒ کا درج بالا طریق کار انہیں اصحاب الحدیث کے مکتب فکر کی طرف بعض دفعہ مائل ہوجانے سے نہیں روکتا تھا۔ اس سلسلے میں ان کی بے شمار مرویات ہیں جن سے وہ اپنے فتووں میں استدلال کرتے تھے۔ بہت سے مسائل میں وہ جمہور کی آراء سے موافقت کرتے تھے۔ اسی طرح بہت سی آراء میں وہ اہل الحدیث مکتب فکر کے

{۳} الاستذکار للقرطبی ج ۱ ص ۲۵۳، ۲۵۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ، ص ۲۲، الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۳۸، اختلاف الفقہاء لابن المنذر کتاب الطہارۃ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۶، الروض النضیر ج ۱ ص ۱۵۰۔

{۴} اختلاف الفقہاء لابن المنذر (مخطوطہ) باب الاستنجاء، المغنی لابن قدامۃ ج ۱ ص ۱۱۲، نیل الاوطار ج ۱ ص ۱۱۳۔

{۵} حلیہ الاولیاء (مخطوطہ) کتاب الصیام، المجموع ج ۶ ص ۳۶۱۔

قائدین کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ ذیل میں ہم وہ مسائل بیان کریں گے جو اہل الحدیث مکتب فکر کی طرف حسن بصریؒ کے میلان' نیز اس مسلک کو بعض دفعہ اپنا لینے پر دلالت کرتے ہیں۔

* حسن بصریؒ کا قول ہے کہ اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کو سات بار پانی سے دھویا جائے اور آٹھویں مرتبہ اسے مٹی کے ساتھ رگڑا جائے۔ انہوں نے یہ قول اس حدیث کی بناء پر اختیار کیا تھا جس کی روایت امام مسلمؒ نے کی ہے کہ : "آٹھویں مرتبہ اسے مٹی کے ساتھ رگڑو"۔ {٦}

* حسن بصریؒ کا قول ہے کہ صدقہ فطر واجب ہے۔ اس مسئلے میں انہوں نے جمہور علماء کی موافقت کی ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کی روایت انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کی ہے کہ حضور ﷺ نے صدقہ فطر فرض کر دیا تھا۔ {٧}

* انہوں نے فتویٰ دیا تھا کہ جو خاتون اپنے ساتھ حج پر لے جانے کے لئے کوئی محرم یا شوہر نہ پائے اس پر حج فرض نہیں ہوگا کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے : "کسی ایسی خاتون کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے یہ حلال نہیں کہ وہ تین دن یا اس سے زیادہ دنوں کا سفر کرے اور اس کے ساتھ اس کا باپ بیٹا یا شوہر یا بھائی یا کوئی اور محرم نہ ہو"۔ امام مسلمؒ نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ {٨}

* حسن بصریؒ نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے عقد بیع کیا اور چار دنوں کا خیار رکھا' اس پر حضور ﷺ نے فرمایا : "یہ بیع رد کی جاتی ہے' خیار تو صرف تین دنوں کا ہوتا ہے"۔ حسن بصریؒ نے اسی حدیث کی بنیاد پر فتویٰ دیا تھا کہ خیار کی زیادہ سے زیادہ مدت تین دن ہے۔ {٩}

{٦} صحیح مسلم بشرح النووی ج ٣ ص ١٨٤' النظم المستعذب ج ١ ص ٩)۔

{٧} مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٢٢٤۔

{٨} مسلم شریف بشرح النووی ج ٩ ص ١٠٨۔ (٩) آگے ہے۔

* حسن بصریؒ نے جانور کے بدلے گوشت کی بیع کے عدم جواز کا قول اختیار کیا ہے' انہوں نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے جانور کے بدلے گوشت کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کی روایت امام مالکؒ نے کی ہے۔ {۱۰}

درج بالا مثالیں ہماری اس رائے کی تائید کرتی ہیں کہ اگرچہ ناظر کے سامنے اول وہلہ میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسن بصریؒ نے ان مسائل میں رائے کی بنیاد پر لب کشائی کی ہے۔ اثر اور منقول روایت کی بناء پر تکلم نہیں کیا تاہم آپ نے دیکھ لیا کہ وہ ایک مسئلے کو اس کے ان نظائر پر قیاس کرتے تھے جن کے احکام ماثور و منقول روایات سے ثابت شدہ ہوتے۔

قیاس کی بنیاد پر قول رائے کی بنیاد پر قول نہیں شمار ہوتا بلکہ وہ غیر مباشر شکل میں قول بالماثور ہوتا ہے۔ حسن بصریؒ اس وقت قیاس کا سہارا لیتے جب وہ اپنے سامنے پیش ہونے والے جزئی مسئلے کے بارے میں کوئی تفصیلی دلیل نہ پاتے۔ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے جب ان سے پوچھا تھا کہ :

> "آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ لوگوں کو جو فتوے دیتے ہیں ان کی بنیاد کسی ایسی بات پر ہوتی ہے جو آپ نے سنی ہو یا اپنی رائے سے کام لے کر ایسا کرتے ہیں؟"۔

{۹} المحلی لابن حزم ج ۹ ص ۲۳۱۔

{۱۰} نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۲۹' تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۲۰' السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۲۷۶' یہ حدیث بہت سے صحابہ کرام اور تابعین عظام سے مروی ہے۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' فقہائے سبعہ' اوزاعی' لیث بن سعد' شامل ہیں۔ امام شافعی اور امام احمد کا صحیح مسلک یہی ہے' المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص ۲۷' رحمۃ الامہ ۱۳۶' التہذیب ج ۱ ص ۲۷۷۔

انہوں نے جواب میں فرمایا :

"ایسی بات نہیں ہے، خدا کی قسم، ہم جس چیز کا فتویٰ دیتے ہیں وہ ہماری سنی ہوئی بات ہوتی ہے البتہ لوگوں کے لئے ہماری رائے ان کی اپنی رائے سے بہتر ہوتی ہے"۔ {11}

حسن بصریؒ کے درج بالا قول پر ذیل کا نوٹ ملاحظہ فرمائیے :

"حسن کے قول "لوگوں کے لئے ہماری رائے ان کی اپنی رائے سے بہتر ہوتی ہے" سے ان کی مراد شاید یہ ہے کہ : لوگوں کے لئے ہمارا قیاس ان کے اپنے قیاس سے بہتر ہوتا ہے"۔ یہ بات ابن الاثیر نے بھی بیان کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ : "اہل الحدیث جب "اصحاب الرائے" کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد "اصحاب القیاس" ہوتی ہے"۔ {12}

علاوہ ازیں ابو عمر بن عبدالبر نے اپنی کتاب "**جامع بیان العلم و فضلہ**" میں زیر بحث قول کی نسبت ابراہیم نخعی کی طرف کی ہے۔ ابراہیم سے پوچھا گیا : "ہم آپ کی زبان سے جو فتویٰ بھی سنتے ہیں آیا آپ نے بھی اسے کسی سے سنا ہے؟"۔ اس کے جواب میں ابراہیم نخعی نے فرمایا : "نہیں، جو کچھ ہم نے سنا وہ تو سن لیا، پھر ایسے مسائل سامنے آئے جن کے بارے میں ہم نے نہیں سنا تھا اس لئے ہم نے ان مسائل کو اپنے سنے ہوئے مسائل پر قیاس کرلیا"۔ {13}

اگر حسن بصریؒ کو کسی جزئی مسئلے میں کوئی تفصیلی دلیل ہاتھ آجاتی تو وہ مضبوطی سے

{11} طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۲۔

{12} دیکھئے النہایہ فی غریب الحدیث ج ۲ ص ۱۷۸، المفردات للراغب الاصفہانی ص ۲۰۸، ۲۱۰۔

{13} دیکھئے جامع البیان لابن عبدالبر ج ۲ ص ۳۰، ۱۴۲۔

اس پر قائم ہو جاتے۔ سلف کا بھی یہی طریقہ ہے۔

جہاں تک حسن بصریؒ کی فقہ کا تعلق ہے تو نرمی اور شدت کے اعتبار سے اس کی کیفیت یکساں نہیں ہے۔ بعض دفعہ تو ہم انہیں نرمی برتتے ہوئے پاتے ہیں۔ مثلاً وہ صائم کے بارے میں یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ اگر وہ سفر پر جانے کی نیت رکھتا ہو تو سفر شروع کرنے سے پہلے ہی اپنے گھر پر روزہ چھوڑ دے۔ {۱۴} اسی طرح ان کا فتویٰ ہے کہ صدقہ فطر ایسے فرد پر واجب نہیں ہوتا جو روزہ رکھنے کے حکم کا مخاطب نہیں ہے۔ {۱۵} بعض دفعہ ہم انہیں شدت برتتے ہوئے دیکھتے ہیں مثلاً وہ فرماتے ہیں کہ نیند سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے خواہ نیند کی کیفیت کچھ بھی ہو۔ اسی طرح وہ مستحاضہ پر ہر روز ظہر کی نماز کے وقت غسل کرنا اور ہر نماز کے لئے وضوء کرنا لازم قرار دیتے ہیں۔ {۱۶}

اس مختصر سی تمہید کے بعد اب ہم ان فقہی مسائل کا ذکر کریں گے جو آیات قرآنی کی اس تفسیر کے دوران سامنے آئے ہیں اور جنہیں حسن بصریؒ نے پیش کیا ہے۔ یہاں ہم تشریع اسلامی کے دیگر مصادر کی روشنی میں فقہی مسائل کا احاطہ نہیں کریں گے کیونکہ یہ بات ہمیں اپنے مقصد سے دور لے جائے گی۔ بلکہ ہم ان بعض فقہی احکام کے ذکر پر اکتفاء کریں گے جو کتب تفسیر میں حسن بصریؒ سے مروی ہو کر وارد ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمارا طریق کار یہ ہو گا کہ ہم پہلے قرآنی آیت کا ذکر کریں گے اور پھر مذکورہ فقہی حکم پر اس آیت سے حسن بصریؒ کے استدلال کی وجہ بیان کریں گے۔ ہمارے خیال میں اتنی بات ہمارے اس مقالے کی غرض پوری کر دے گی۔

جہاں تک حسن بصریؒ کے استدلال اور ان کی رائے سے مناقشہ کرنے، نیز راجح اور مرجوح اقوال بیان کرنے اور مؤیدین یا معارضین کو جواب دینے کا تعلق ہے تو اس

{۱۴} المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۱۷۔

{۱۵} المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۷۹، نیل الاوطار ج ۴ ص ۲۰۳۔

{۱۶} الاستذکار ج ۱ ص ۱۹۱، نیل الاوطار ج ۱ ص ۲۲۶۔

کا صحیح مقام فقہ کی کتابیں ہیں۔ یہ طریق کار اس شخص کو اختیار کرنا چاہیے جو "فقیہ حسن بصری" " کو اپنا موضوع بحث بنائے۔ یہ کام اس شخص کا نہیں ہے جو "مفسر حسن بصری" کو اپنی بحث کا موضوع بنا رہا ہو۔

فقہی احکام کے سلسلے میں میں اپنی بحث کی ترتیب فقہی کتب کی ترتیب پر رکھوں گا۔ قرآن کی ترتیب پر نہیں رکھوں گا کیونکہ ابواب فقہ پر اس بحث کو مرتب کرنے سے ان موضوعات کو پیش کرنے میں زیادہ حسن پیدا ہو جائے گا جو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں۔ میں اس سلسلے میں چند مثالیں پیش کرنے پر اکتفاء کروں گا۔

❏ سر کے مسح کی واجب مقدار ..

* قول باری ہے : ﴿وامسحوا برؤوسكم ○ سورہ مائدۃ آیت ٦﴾

اس مسئلے میں حسن بصری" کا مسلک یہ ہے کہ سر کے بعض حصے کے مسح پر اقتصار کر لینا جائز ہے۔ ان سے یہ قول ابن حزم اور ابن قدامہ نے نقل کیا ہے۔ {١٧}

درجہ بالا آیت سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ آیت میں مذکورہ حرف باء تبعیض کے لئے ہے۔ گویا یوں ارشاد ہوا : "اپنے سروں کے بعض حصوں کا مسح کر لو"۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی کہے : "اخذت بثوبه" یعنی میں نے اس کے کپڑے کا بعض حصہ پکڑ لیا۔ کوفی نحویوں کا بھی یہی قول ہے۔

❏ پیروں پر مسح ..

* قول باری ہے : ﴿وارجلكم الى الكعبين ○ سورہ مائدۃ آیت ٦﴾

{١٧} المحلی لابن حزم ج ٢ ص ٧٣ ' المغنی ج ١ ص ٩٣۔

حسن بصریؒ پیروں پر مسح کے جواز کے قائل ہیں۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ذریعے حسن سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا : "یہ تو مسح علی القدمین ہے" نیز وہ کہا کرتے تھے کہ وضوء کرنے والا اپنے پیروں کے ظاہر اور باطن دونوں کا مسح کرے گا۔ [۱۸]

درج بالا آیت سے اپنے مسلک پر حسن بصریؒ کے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ آیت میں مذکورہ لفظ (ارجلکم) کی کسرہ کے ساتھ بھی ایک قراءت ہے۔ اس صورت میں یہ لفظ اس سے پہلے لفظ (برووسکم) پر معطوف ہوگا۔ علاوہ ازیں واو عطف جمع اور مشارکت کے معنی دیتا ہے اس لئے مسح کے حکم کے اندر وضو کرنے والے کے پیر اس کے سر کے ساتھ شریک ہوں گے۔ الشوکانی نے کہا ہے کہ زیر بحث لفظ کی کسرہ کے ساتھ قراءت ساتویں اور مستفیض قراءت ہے۔ [۱۹]

❏ وضوء کے اندر ترتیب ..

* قول باری ہے : ﴿ **فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق** ○ **سورۃ مائدہ آیت ۶** ﴾ حسن بصریؒ کی رائے میں وضوء کے اندر ترتیب واجب نہیں ہے۔ ان کے اس استدلال کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے صرف واو کے ذریعے اعضائے وضوء کو جمع کر دیا ہے اور حرف واو جمع اور مشارکت کے معنی دیتا ہے، ترتیب کے معنی نہیں دیتا۔

اس استدلال سے ہمارے سامنے ایک بات ظاہر ہوتی ہے اور وہ یہ کہ حسن بصریؒ احکام کے اندر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موافقت کرتے ہیں کیونکہ یہ قول حضرت

---

[۱۸] مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸، نیل الاوطار ج ۱ ص ۱۸۔

[۱۹] نیل الاوطار ج ۱ ص ۱۹۸۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ : "اگر وضوء میں تم اپنے بازو دھونے سے پہلے اپنے پیر دھولو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے"۔ {۲۰}

❑ عورت کو لمس کرنا ..

* قول باری ہے : ﴿او لامستم النساء ○ سورہ نساء آیت ۴۳، سورہ مائدۃ آیت ۶ ﴾ حسن بصریؒ کا مسلک یہ ہے کہ عورت کو لمس کرنا مطلقاً ناقض وضوء نہیں ہے۔ خواہ یہ لمس شہوت کے تحت ہو یا شہوت کے بغیر، عمداً ہو یا سہواً، وضو بہرحال نہیں ٹوٹے گا۔ حسن بصریؒ سے یہ بات ابن المنذر، نووی اور دیگر حضرات نے نقل کی ہے۔ {۲۱}

حسن بصریؒ نے اپنے اس مسلک کے لئے درج بالا قرآنی آیت سے استدلال کیا ہے اس استدلال کی وجہ یہ ہے کہ آیت میں مذکورہ لمس کو جماع یعنی ہم بستری پر محمول کیا گیا ہے۔

❑ مشرکین کے ساتھ مصافحہ ..

* قول باری ہے : ﴿انما المشرکون نجس ○ سورہ توبہ آیت ۲۸ ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا جو شخص کسی مشرک کے ساتھ مصافحہ کرے وہ وضوء کرلے"۔ مفسر طبری نے ان سے یہ قول نقل کیا ہے۔ {۲۲} استدلال کی وجہ یہ ہے کہ مشرکوں

{۲۰} المغنی لابن قدامہ ج ۱ ص ۱۰۱۔

{۲۱} المغنی لابن قدامہ ج ۱ ص ۱۴۲، الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۸۶، الاستذکار ج ۱ ص ۳۲۲۔ (۲۲) حاشیہ آگے ہے۔

کی نجاست کا قرآن میں بالصراحت ذکر کیا گیا ہے اس لئے ان کے ساتھ مصافحہ کرنے سے وضو دہرانا لازم آئے گا۔

❑ پانی کے بغیر مثلاً نبیذ سے وضوء ..

* قول باری ہے : ﴿ **فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا ○ سورہ مائدۃ آیت ۶، سورہ نساء آیت ۴۳** ﴾ حسن بصریؒ سے منقول ایک روایت کے مطابق وہ نبیذ کے ساتھ وضوء کے عدم جواز کے قائل ہیں۔ عبدالرزاق نے اپنی سند کے ذریعے حسن سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ : {۲۳} دودھ یا نبیذ کے ساتھ وضوء نہ کرو"۔ استدلال کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کے ذریعے حصول طہارت کی تخصیص کردی ہے کیونکہ خاص طور پر پانی کا ذکر ہوا ہے۔ اس لئے پانی کے سوا کسی اور مائع چیز سے طہارت کا حصول نہیں ہوگا۔ {۲۴}

❑ استعاذہ کا حکم

* قول باری ہے : ﴿ **فاستعذ باللہ انہ ھو السمیع العلیم ○ سورہ فصلت آیت ۳۶** ﴾ حسن بصریؒ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے استعاذہ کے لئے یہ الفاظ بیان کرتے ہیں : ﴿ **اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم** ﴾ ہر رکعت میں استعاذہ کے سلسلے میں حسن سے دو روایتیں منقول ہیں۔

{۲۲} تفسیر الطبری ج ۸ ص ۱۰۳۔

{۲۳} المصنف ج ۱ ص ۱۷۹۔

{۲۴} المغنی لابن قدامہ ج ۱ ص ۱۵۷۔

* اول : ہر رکعت میں قراءت سے پہلے استعاذہ' الشوکانی نے حسن بصریؒ سے اس قول کی روایت کی ہے اور آیت : ﴿ **فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشيطان الرجيم○ سوره نحل آيت ٩٨** ﴾ کے عموم سے استدلال کیا ہے۔ {٢٥} اس آیت سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قراءت قرآن کے وقت استعاذہ کا حکم دیا ہے اور نماز میں جب قراءت کی تکرار ہے تو اس کے لئے استعاذہ کی تکرار سے کوئی بات مانع نہیں ہے۔

* دوم : ابن حزم نے حسن سے روایت کی ہے کہ وہ نماز کے اندر صرف ایک مرتبہ استعاذہ کرتے تھے۔ یعنی جب نماز شروع کرتے۔ {٢٦}

❑ خطبۂ جمعہ کا حکم ..

* قول باری ہے : ﴿ **فاسعوا الى ذكر الله○ سوره جمعه آيت ٩** ﴾ اس آیت سے حسن بصریؒ نے استدلال کیا ہے کہ جمعہ کے دونوں خطبے سنت ہیں۔ ان کے بغیر بھی جمعہ کی ادائیگی ہو جاتی ہے۔ یہ بات الشاشی نے حسن بصریؒ سے نقل کی ہے۔ {٢٧} اہل ظاہر نے اس مسئلے میں حسن بصریؒ کے ساتھ موافقت کی ہے۔ حسن کے

{٢٥} نیل الاوطار ج ٢ ص ٢٢١۔

{٢٦} المحلی لابن حزم ج ٣ ص ٣٢١۔

{٢٧} نیل الاوطار ج ٣ ص ٣٠١۔

استدلال کی وجہ یہ ہے کہ آیت میں مذکورہ ذکر سے مقصود نماز ہے، خطبہ نہیں ہے اس لئے کہ جو شخص صرف نماز جمعہ پالے وہ جمعہ پالے گا اور اسے آیت میں مذکورہ نداء کا جواب دینے والا تصور کیا جائے گا۔

❑ قراءت فاتحہ خلف الامام ..

* قول باری ہے : ﴿ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون ○ سورہ اعراف آیت ۲۰۴ ﴾ اس آیت سے حسن بصریؒ نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی قراءت کی کراہت پر استدلال کیا ہے۔ اس استدلال کی وجہ یہ ہے کہ مقتدی کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ امام کی اس قرات کو سنتا رہے جو اس کے لئے بھی قرات ہے۔ حسن کی رائے یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ یہ خاص طور پر نماز کے سلسلے میں اس وقت نازل ہوئی جب صحابہ کرام حضور ﷺ کے پیچھے نماز کے اندر قراءت کرتے تھے۔ {۲۸}

❑ نماز کے اندر کلام ..

* قول باری ہے : ﴿ وقوموا لله قانتين ○ سورہ بقرۃ آیت ۲۳۸ ﴾ حسن بصریؒ کے نزدیک نماز کو باطل کر دینے والا کلام وہ ہے جو دو حرفی ہو۔ کیونکہ دو حرفوں کے ذریعے ایک کلمہ کی تشکیل ہو جاتی ہے مثلاً (اب، اخ)۔ ابن قدامہ اور شوکانی نے حسن بصریؒ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ {۲۹}

{۲۸} تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۴۳، تفسیر الطبری ج ۱۲ ص ۳۵۲۔

{۲۹} المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۳۹، نیل الاوطار ج ۲ ص ۳۵۴۔

حسن بصریؒ نے اس آیت سے اپنے قول پر استدلال کیا ہے۔ دلالت کی وجہ یہ ہے کہ قنوت خشوع کو کہتے ہیں اور کلام نہ کرنا قنوت میں شامل ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب اس آیت کا نزول ہوا تو ہم اس وقت نماز کے اندر کلام کرلیا کرتے تھے۔ پھر ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور گفتگو کرنے سے منع کردیا گیا۔ {۳۰}

❑ نمازی کا الفاظ کے ذریعے سلام کا جواب دینا ..

* قول باری ہے : ﴿ **واذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها او ردوها** ○ **سورہ نساء آیت ۸۵** ﴾ حسن بصریؒ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نمازی سلام کا جواب دے سکتا ہے۔ اس سے اس کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ دلالت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دینے کا حکم دیا ہے اور اس حکم میں مصلی (نماز میں مصروف) اور غیر مصلی کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا ہے۔

❑ نصاب زکوٰۃ کی تکمیل کے لئے سونے کو چاندی کے ساتھ ضم کردینا ..

* قول باری ہے : ﴿ **الذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم الخ سورہ توبہ آیت ۳۴** ﴾ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے حسن بصریؒ نے یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ اگر سونا یا چاندی مقدار میں نصاب سے کم ہو تو اس صورت میں نصاب کی تکمیل کی غرض سے سونے کو

{۳۰} المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۳۹۔

چاندی کے ساتھ یا چاندی کو سونے کے ساتھ ضم کر دینا جائز ہے۔ {۳۱}

آیت سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے ارشاد (**ولا ینفقونها**) کے ذریعے سونے اور چاندی کو یکجا کر دیا ہے اور دونوں کے لئے ایک ہی ضمیر کا ذکر فرمایا ہے۔ چونکہ سیاق آیت زکوٰۃ کے بارے میں ہے اس لئے یہ بات حکم کے اندر دونوں کے اشتراک پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ زیورات سونا یا چاندی ہونے کے تحت مندرج ہو جائیں گے' بنابریں جو شخص زیورات کی زکوٰۃ نہیں نکالے گا وہ اللہ کے عذاب کی وعید کی گرفت میں آجائے گا۔

❑ احرام کی حالت میں شکار کو قتل کر دینے کی بناء پر روزے رکھنا۔

* قول باری ہے : ﴿ **یایها الذین امنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتله منکم متعمدا فجزاء مثل ماقتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بالغ الکعبة او کفارة طعام مساکین او عدل ذلک صیاما** ○ **سورہ مائدۃ آیت ۵**) ﴾ حسن بصریؒ کی رائے ہے کہ جو شخص حالت احرام میں شکار کو قتل کر دے وہ اس کا کفارہ مثل کے ذریعے یا کھانا کھلانے کے ذریعے یا روزے رکھنے کے ذریعے ادا کرے گا۔ اسے تینوں صورتوں میں سے کوئی بھی صورت اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ اگر وہ روزے رکھنے کی صورت اختیار کر لے تو ہر دو مد (ایک پیمانے کا نام) کے بدلے ایک روزہ رکھے گا۔ {۳۲} دلالت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایسے شخص کو مثل' اطعام اور صیام کے درمیان اختیار دیا ہے۔

{۳۱} المجموع ج ۶ ص ۱۸' المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۳۶۔

{۳۲} المهذب ج ۷ ص ۴۲۰۔

❐ اگر پورا گروہ مل کر ایک شخص کو عمداً قتل کردے تو اس کا حکم ..

* قول باری ہے : ﴿من اجل ذلک کتبنا علی بنی اسرائیل فی الکتاب انہ من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ○ سورہ مائدۃ آیت ۳۲ ﴾ اس آیت سے حسن بصری ؒ نے استدلال کیا ہے کہ اگر چند لوگ مل کر ایک شخص کو قتل کردیں تو ان سب کو اس کے قصاص میں قتل کردیا جائے گا اور مقتول کے اولیاء کو اختیار ہوگا کہ ان میں سے جسے چاہیں قتل کردیں اور جسے چاہیں معاف کردیں، انہیں تمام کو قتل کردینے کا بھی اختیار ہوگا۔ حسن بصری ؒ نے فرمایا : "آیت کا اطلاق ان پر اور عمومی طور پر تمام لوگوں پر ہے۔ ایک شخص کو قتل کرنے والا اسی طرح جہنم میں پڑے گا جس طرح اگر وہ تمام لوگوں کو قتل کردیتا"۔ {۳۳}

دلالت کی وجہ یہ ہے کہ ایک جان تمام جانوں کی طرح ہے۔ اس لئے اگر ایک گروہ مل کر کسی شخص کو قتل کردے تو اس صورت میں گروہ کا ہر فرد قاتل کے حکم میں ہوگا۔ اس لئے مذکورہ مقتول کے بدلے ان سب کو قتل کردیا جائے گا۔ {۳۴}

حسن بصری ؒ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے : ﴿یا یھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی ○ سورہ بقرۃ آیت ۱۷۸ ﴾

{۳۳} فتح الباری ج ۱۲ ص ۱۹۲۔

{۳۴} الجنایات فی الفقہ الاسلامی حسن علی الشاذلی ج ۱ ص ۱۴۷۔

❑ کیا ایک مسلمان کسی کتابیہ لونڈی سے نکاح کرسکتا ہے؟ ..

* قول باری ہے : ﴿ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المومنات فمما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنات ○ سورہ نساء آیت ۲۵ ﴾ حسن بصریؒ کی رائے میں اس آیت کے اندر کتابی لونڈی کے ساتھ مسلمان کے نکاح کے عدم جواز کی دلیل موجود ہے۔{۳۵} حسن بصریؒ نے آیت : ﴿احل لکم ماوراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم..... الخ سورہ نساء آیت ۲۴ ﴾ سے زانیوں کے نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ بدکاری کا ارتکاب کرلے تو اس کے لئے مذکورہ عورت سے نکاح کرلینا جائز ہوگا۔{۳۶}

❑ زکوۃ کی رقم سڑکوں اور پلوں پر لگانا ..

* قول باری ہے : ﴿انما الصدقات للفقراء والمساکین ○ سورہ توبہ آیت ۶۱ ﴾ حسن بصریؒ کی رائے میں مال زکوۃ سڑکوں اور پلوں کی تعمیر، نیز فلاحی منصوبوں پر خرچ کرنا جائز ہے۔{۳۷} انہوں نے اس آیت سے اپنے قول پر استدلال کیا ہے۔ دلالت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے (و فی سبیل اللہ) کو مصارف زکوۃ میں شمار کیا ہے اور ہر وہ کار خیر جس کے ذریعے اللہ کی خوشنودی حاصل کی جائے "فی

{۳۵} المغنی لابن قدامہ ج ۷ ص ۱۳۵۔

{۳۶} المغنی لابن قدامہ ج ۷ ص ۱۴۲۔

{۳۷} المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۴۹۷۔

سبیل اللہ " میں شمار ہوتا ہے ' سڑکوں ' پلوں اور مساجد کا تعلق بھی اسی قبیل سے ہے

❑ غلام کے قصاص میں آزاد کو قتل کردینا ..

* قول باری ہے : ﴿ **یایھاالذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ الحر بالحر والعبد بالعبد .....الخ سورہ بقرۃ آیت ۱۷۸** ﴾ حسن بصریؒ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ آزاد کو غلام کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ دلالت کی وجہ یہ ہے کہ حر اور عبد کے دونوں کلمات میں الف لام تعریف حصر کے معنی ادا کرتا ہے۔ اس لئے مفہوم یہ ہوگا کہ :

> " آزاد کو صرف آزاد کے بدلے قتل کیا جائے گا اور غلام کو صرف غلام کے بدلے قتل کیا جائے گا"۔ پھر آزاد بمقابلہ آزاد اور غلام بمقابلہ غلام دراصل جنس بمقابلہ اس کی مثل جنس ہے اور اس بالمقابل تعبیر کا تقاضا اور اس کی ضرورت یہ ہے کہ جنس کو اس کی غیر جنس کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔ {۳۸} حسن بصریؒ سے ایک اور روایت ہے جس کے مطابق غلام کا قصاص آزاد سے لیا جائے گا اور اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ **(وکتبنا علیہم فیھا ان النفس بالنفس .....الخ (سورہ مائدۃ آیت ۴۵)**

❑ قربانی کے گوشت کی تقسیم ..

* قول باری ہے : ﴿ **فکلوا منھا واطعموا القانع والمعتر ○ سورہ**

{۳۷} المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۴۹۷۔

{۳۸} الجنایات فی الفقہ الاسلامی ' حسن الشاذلی ج ۱ ص ۱۹۴ ' ۱۹۵۔

حج آیت ۳۶ ﴾ حسن بصریؒ کی رائے ہے کہ قربانی کے گوشت کی اس طرح تقسیم مستحب ہے کہ اس کے تین حصے کئے جائیں' ایک حصہ قربانی کرنے والا خود کھائے' ایک حصہ دوستوں اور رشتہ داروں کو دے دے اور ایک حصہ صدقہ کردے۔ حسن بصریؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ : "قانع وہ ہے جو تم سے سوال کرے اور معترّ وہ ہے جو تمہارے سامنے آئے کہ تم اسے کھلاؤ لیکن سوال نہ کرے"۔ {۳۹}

❑ طلوع فجر کے شک کی صورت میں کھانا پینا ..

* قول باری ہے : ﴿ **وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض** ..... **الخ سورہ بقرۃ آیت ۱۸۷** ﴾ اس آیت سے حسن بصریؒ نے استدلال کیا ہے کہ جو شخص کھاپی لے اور پھر یہ ظاہر ہو کہ طلوع فجر ہو چکا تھا تو اس کا روزہ درست ہوگا اور اس پر روزے کی قضا لازم نہیں ہوگی۔ دلالت کی وجہ یہ ہے کہ شارع نے اس شخص کے لئے کھانے پینے کی اباحت کردی ہے جس کے سامنے طلوع فجر واضح نہ ہو۔ اس معاملے میں اس شخص کی کیفیت بھی اسی طرح ہوگی جسے طلوع فجر کے بارے میں شک ہو۔

❑ صدقہ فطر کی تقسیم ..

* قول باری ہے : ﴿ **انما الصدقات للفقراء** ..... **الخ سورہ توبہ آیت ۶۰** ﴾ حسن بصریؒ نے اس آیت سے صدقہ فطر ایک صنف کو یا ایک شخص کو دینے کے جواز پر استدلال کیا ہے، البتہ ایک سے زائد اصناف پر اسے تقسیم کردینا مستحب ہوگا۔ {۴۰} اس استدلال کی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ آیت میں تعداد اصناف کی تخصیص نہیں کی گئی۔

{۳۹} المغنی لابن قدامہ ج ۹ ص ۴۴۸' ۴۴۹۔

عمرہ کا حکم ..

* قول باری ہے : ﴿ واتموا الحج والعمرة لله ○ سورہ بقرۃ آیت ۱۹۶ ﴾ حسن بصریؒ نے اس آیت سے عمرہ کے وجوب پر استدلال کیا ہے۔ آیت سے اس پر دلالت کی وجہ یہ ہے کہ شارع نے حج اور عمرہ کا حکم دیا ہے اور شارع کا حکم یعنی امر وجوب کے معنی دیتا ہے۔ اس لئے جب حج فرض ہے تو عمرہ بھی اسی طرح ہو گا۔ نیز اصول یہ ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں یکسانیت ہوتی ہے۔

حسن بصریؒ نے قول باری : ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا ○ سورہ آل عمران آیت ۹۷ ﴾ میں مذکورہ سبیل یا استطاعت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس سے وہ استطاعت مراد ہے جو زاد اور راحلہ کے ساتھ مشروط ہو۔ {۴۱}

محرم کے شکار کے تعدد کا حکم ..

* قول باری ہے : ﴿فمن عاد فينتقم الله منه ○ سورہ مائدۃ آیت ۹۵ ﴾ اس آیت سے حسن بصریؒ نے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ ایسے محرم پر صرف ایک کفارہ واجب ہو گا یعنی پہلے شکار کا کفارہ۔ {۴۲} دلالت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سزا کا تو ذکر کیا ہے جو ایسے شخص کے لئے اس کے پاس ہے لیکن شکار کے بدلے کا ذکر نہیں کیا۔

{۴۰} ابن قدامہ' المقنع ج ۱ ص ۳۵۲۔

{۴۱} المحلیٰ' لابن حزم ج ۷ ص ۳۳' ۳۴۔

{۴۲} المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۴۵۱۔

☐ روزہ چھوڑنے کے سلسلے میں اصحاب اعذار کا ذکر ..

* قول باری ہے : ﴿ وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين ○ سورہ بقرۃ آیت ۱۸۴ ﴾ اس آیت سے حسن بصریؒ نے اپنے اس مسلک پر استدلال کیا ہے کہ "شیخ کبیر (انتہائی بوڑھے شخص) کے لئے اس صورت میں روزہ چھوڑ دینا جائز ہوگا جب روزہ اسے نڈھال کردے اور اس پر بہت شاق گزرے' اسی طرح بڑھیا کا بھی حکم ہے۔ یہ دونوں ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں گے۔ [۴۳] اسی آیت سے حسن بصریؒ نے حاملہ' نیز دودھ پلانے والی عورت کے لئے روزہ نہ رکھنے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ [۴۴] دلالت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے اس آیت میں مریض اور مسافر کو روزہ چھوڑ دینے کی رخصت دی ہے اور انہیں صرف قضاء کا مکلف بنایا ہے' کفارہ ادا کرنے کا مکلف قرار نہیں دیا۔ حاملہ اور مرضعہ بھی عذر کی بناء پر روزہ چھوڑتی ہیں اس لئے اس حکم کے اندر یہ دونوں بھی ان دونوں افراد یعنی مریض اور مسافر کے ساتھ شریک ہو جائیں گی جن کا حکم اس آیت کے اندر منصوص ہے۔

---

[۴۳] المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۱۵۱۔

[۴۴] المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۱۵۰۔

دوسرا مبحث

عقائد سے تعلق رکھنے والے احکام حسن بصری کی نظر میں، نیز مذہبی فرقوں کے متعلق ان کا موقف

میں نے پہلے باب میں اجمالی طور پر حسن بصریؒ کے زمانے میں اعتقادات سے متعلق صورت حال کی طرف اشارہ کردیا تھا۔ نیز یہ بھی بیان کردیا تھا کہ کس طرح تمام مذہبی فرقے اپنی طرف حسن بصریؒ کے انتساب کے دعوے کیا کرتے تھے۔ جہاں تک حسن بصریؒ کے حقیقی موقف اور ان کے عقیدے کا تعلق ہے تو اس پر روشنی اس مبحث میں بیان ہونے والی تفصیلات کے ذریعے پڑے گی۔

عالم، فقیہ، محدث اور متکلم حسن بصریؒ کی حیثیت ان مختلف اسلامی فرقوں کے دائرے کے مرکز کی طرح تھی جن کا ظہور حسن بصریؒ کے زمانے میں ہوا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ کے بعد انہوں نے اسلامی معاشرے میں اپنا مقام پیدا کرلیا تھا۔ [1] اس صورت حال کے اندر مذکورہ دائرے کا مرکز تو اپنی جگہ قائم رہا لیکن اس کے اردگرد مختلف فرقوں کی چیخ و پکار جاری رہی اور جن مذاہب و مسالک کے وجود کو قائم رکھنے میں اسلامی تعلیمات کے دائرے سے خارج عقائد و افکار ممد و معاون بن کر

---

[1] الحسن البصری للبیومی ص ۸۳ اور مابعد کے صفحات۔

اسلامی سلطنت میں گھس آئے تھے ان مذاہب کا معاملہ سنگین ہوتا چلا گیا اور ان کا جوش و خروش شدت اختیار کرتا رہا۔ جبکہ اہل السنہ یا سلف کا مسلک جس کی نمائندگی حسن بصریؒ کرتے تھے مذکورہ دائرے کے مرکز کی حیثیت سے اپنی جگہ قائم رہا۔ حسن بصریؒ کو جو علمی مرتبہ و مقام حاصل ہو چکا تھا اس کا تقاضا تھا کہ وہ ان فرقوں اور ان مذاہب و مسالک کے بالمقابل ایک امتیازی شان کے ساتھ ٹھہرے رہیں۔ یہ بات اگرچہ درست ہے کہ مذکورہ فرقوں میں سے ہر ایک نے اپنی طرف حسن بصریؒ کی نسبت کا دعویٰ کیا تھا لیکن اس دعوے کی حقیقت صرف اس حد تک تھی کہ اس سے حسن بصریؒ کی علمی حیثیت اور ان کی بھاری بھر کم شخصیت اور نمایاں ہوتی تھی۔

مثلاً حسن بصریؒ کی طرف یہ بات منسوب کی گئی تھی کہ وہ عثمانی تھے یعنی وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حامیوں میں سے تھے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اواخر میں امور سلطنت کے اندر امویوں کا عمل دخل بڑھ جانے سے وہ خوش نہیں تھے لیکن اس کے ساتھ ہی انہیں ان ناساعد حالات کا انتہائی قلق تھا جن کے نتیجے میں تیسرے خلیفہ راشد اور جلیل القدر صحابی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جان سے ہاتھ دھونا پڑے تھے۔

حسن بصریؒ کی طرف یہ بات بھی منسوب ہے کہ وہ شیعہ تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بڑا احترام کرتے تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا احترام کرنے والا ہر شخص شیعہ نہیں ہوتا۔ وہ اموی بھی نہیں تھے کیونکہ انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ دیگر اہل بیت کی شہادت کے واقعہ پر اپنی انتہائی ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا' بلکہ وہ تابعین اور اہل السنہ کے ایک بلند مرتبہ سید اور قائد کی حیثیت سے فتنوں کے اس سلسلے کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتے تھے جس نے اسلامی سلطنت پر بڑی بڑی آفتیں ڈھا دی تھیں۔ حسن بصریؒ کے شیعہ نہ ہونے کے سلسلے میں درج ذیل نوٹ ملاحظہ کیجئے۔

"اگر ہم تشیع کو اس کے لغوی معنوں میں لیں یعنی محبت و احترام میں

اضافہ تو پھر ہر سنی اور سلفی شخص شیعہ کہلا سکتا ہے لیکن اگر ہم تشیع کو اس کے اصطلاحی معنوں میں یعنی ایک فرقہ کے طور پر لیں تو یقیناً حسن بصریؒ شیعہ نہیں تھے، یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کو بھی تشیع کے وصف سے موصوف کیا گیا تھا"۔

خوارج کے بارے میں حسن بصریؒ کا موقف محتاج بیان نہیں ہے۔ خوارج کی رائے میں مرتکب کبیرہ کافر تھا۔ ان کا یہ نظریہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے تحکیم قبول کرنے کے نتیجے میں پیدا ہوا تھا۔ اسی بناء پر انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء پر کفر کا حکم عائد کیا تھا کیونکہ وہ تحکیم کو ایک کبیرہ گناہ تصور کرتے تھے۔ جبکہ حسن بصریؒ کی رائے میں مرتکب کبیرہ منافق تھا۔ حسن بصریؒ کے قول کے مطابق ان کے نزدیک لوگوں کی تین قسمیں تھیں، مومن، کافر اور منافق۔ مومن تو وہ تھا جسے خوف خداوندی نے لگام پہنا رکھی تھی اور رب کے حضور حاضری کے تصور نے اسے سیدھا کر دیا تھا۔ کافر وہ تھا جس کی جڑ تلوار نے اکھاڑ دی تھی اور اسلام کی قوت کے خوف نے اسے تتر بتر کر دیا تھا اور وہ جزیہ ادا کرنے اور ٹیکس دینے میں اپنی عافیت سمجھتا تھا۔ جہاں تک منافقین کا تعلق تھا تو وہ کونوں کھدروں میں چھپتے پھرتے اور گلیوں میں بھٹکتے رہتے۔ ان کے دلوں میں کچھ اور ہوتا اور ظاہر کچھ اور کرتے اور اس طرح اپنے خبیث اعمال کے ذریعے اپنے رب کا انکار کرتے۔ {۲}

معتزلہ کے بارے میں حسن بصریؒ کے موقف کے متعلق اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ یہ لوگ ان ہی سے جدا ہوئے تھے اور ان کی مجلس سے ہی انہوں نے کنارہ کشی اختیار کی تھی۔ {۳}اعتزال کی ابتداء ہی مرتکب کبیرہ کے مسئلے سے ہوئی تھی اور پھر صفات، قدر

{۲} ابو زہرہ، تاریخ الجدل ص ۳۲۱۔

{۳} الملل والنحل للشہرستانی ج ۱ ص ۶۰۔

اور افعال عباد کے مسائل پیدا ہوئے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جن لوگوں نے معتزلہ کا مقابلہ کیا تھا ان کی نظروں میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی حیثیت سب سے اعلیٰ معیار کی تھی۔ اور حسن بصریؒ کے نزدیک بھی یہی معیار سب سے اعلیٰ تھا۔ البتہ قدر کا مسئلہ سب سے بڑا یعنی مسئلۃ المسائل ہے۔ اس کے دو اسباب ہیں :

* اول : اس مسئلے نے عقائد سے تعلق رکھنے والے دیگر تمام اختلافی مسائل سے بڑھ کر لوگوں کے ذہنوں کو متاثر کیا حتیٰ کہ اہل السنۃ کے مابین بھی اس مسئلے کے بارے میں اختلاف کی جھلک نظر آتی تھی۔ الشیخ ابو زہرہ کے قول کے مطابق بہت سے موضوعات پر اختلاف کی بھرمار تھی۔ (۴) لیکن پھر ساری بحث سمٹ کر مسئلہ قدر پر آگئی اور اس کا رخ انسان کے ارادے کی طرف مڑ گیا۔ یعنی انسان جو کچھ کرتا ہے آیا وہ اس کا فاعل، نیز مختار اور اس پر قادر شمار ہو سکتا ہے؟ یا وہ اپنے افعال میں محض ایک کٹی ہوئی پتنگ کی طرح ہے کہ ہوا اسے جس سمت چاہے اڑا لے جائے اور اس کا اپنا کوئی ارادہ نہ ہو جو اسے حرکت میں لائے اور اپنی مرضی کی سمت اسے لے جائے۔ پہلا گروہ فرقہ قدریہ کا تھا اور دوسرا گروہ فرقہ جبریہ کہلاتا تھا۔

* دوم : حسن بصریؒ ابتداء میں قدری تھے لیکن پھر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا (الحسن البصریؒ، احسان عباس ص ۱۶۴ تا ۱۷۷) اس پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے تاہم اس قصے کا

---

(۴) المذاهب الاسلامیه لابی زهره۔

تعلق سیاست سے بھی تھا' کیونکہ اموییین فرقۂ جبریہ کے مسلک پر تھے' حتیٰ کہ وہ عقاب (اعمال کی سزا) کے تصور سے آزاد ہو گئے تھے۔ {۵}

"الملل والنحل" {۶} میں شہرستانی نے اس بات کی نفی کی ہے کہ حسن بصریؒ ابتداء میں قدری تھے اور پھر تائب ہو کر اس سے رجوع کر لیا تھا لیکن الشیخ ابو زہرہ نے اپنی کتاب "تاریخ الجدل" میں شہرستانی کے اس دفاع پر اپنی حیرت کا اظہار کیا ہے۔ ان کی رائے میں اس دفاع کے ذریعے حسن بصریؒ کی اس رائے کا ابطال نہیں ہو سکتا جو وہ افعال عباد کے سلسلے میں رکھتے تھے' کیونکہ ان سے منقول آراء کے مجموعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کے نزدیک افعال شر کا صدور بندے سے ہوتا ہے اللہ سے نہیں ہوتا۔ نیز یہ کہ بندہ برے کام اس قدرت کی بناء پر کرتا ہے جو اللہ نے اسے ودیعت کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قدر کے بارے میں سلف کے عقیدے کے متعلق علماء کے اقوال میں بڑا اختلاف ہے۔ معتزلہ اس عقیدے کو اپنے نظریے کا ممد و معاون تصور کرتے ہیں جبکہ اشاعرہ اسے اپنے مسلک و مذہب کے موافق خیال کرتے ہیں۔

الشیخ ابو زہرہ مزید فرماتے ہیں :

"اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ سلف کا عقیدہ اشاعرہ کے مسلک کی طرح تھا تو بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ ایسا اجماعی عقیدہ تھا کہ اس کی مخالفت کسی نے نہ کی ہو' حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس سلسلے میں جو بات منقول ہے وہ اشاعرہ کے طریقے کے خلاف ہے۔ جبکہ دین کے اندر حضرت علی

{۵} الحسن البصری للبیومی ص ۱۲۰۔

{۶} الملل والنحل للشہرستانی ص ۳۲۱۔

رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ سے سب لوگ واقف ہیں۔ اس لئے یہ کہنے میں کوئی بات مانع نہیں کہ حسن بصریؒ نے قدریہ کی رائے کو اپنالیا ہو اور اس کے ساتھ وہ طریقہ سلف سے بھی متاثر ہوں"۔

ہم نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ حسن بصریؒ کا عقیدہ سلف صالح کا عقیدہ تھا میں یہاں ایک بات کہتا چلوں کہ جب میں عقائد کے بارے میں حسن بصریؒ کا منہج تحریر کرچکا جسے میں نے ان کی تفسیر کی روشنی میں اخذ کیا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ میں ان کا مذکورہ طریق کار واضح انداز میں پیش نہیں کرسکا ' بلکہ اس سلسلے میں میرا قلم اسی طرح اضطراب کا شکار ہوگیا تھا جس طرح ان حضرات کی آراء میں اضطراب تھا جو مجھ سے زیادہ معلومات رکھتے تھے۔ لیکن اتفاق سے مجھے حسن بصریؒ کے بارے میں ایک مخطوطہ ہاتھ آگیا جس پر تحقیقی کام ایک جرمن مستشرق وان۔ ایچ۔ ریٹر نے کیا تھا اور اس کا نام "دراسات حول التصوف والزهد عبر التاريخ" رکھا تھا۔ {۷}

اس کتاب میں مجھے اپنی مطلوبہ چیز مل گئی جو درحقیقت عقائد کے سلسلے میں حسن بصریؒ کا منہج و مسلک معلوم کرنے کے ہر خواہشمند کی مطلوبہ شے ہے۔

میں نے حسن بصریؒ کے عقیدے کے بارے میں جو گفتگو کی تھی وہ ان کی قرآنی آیات کی تفسیر سے ماخوذ تھی۔ پھر اس کے بعد ایک ایسا بیان ہاتھ آگیا جو ان اختلافات کے سلسلے میں حسن بصریؒ کے صحیح موقف کو واضح کررہا تھا جنہوں نے ان کے زمانے میں سر اٹھا رکھا تھا' خاص طور پر قدر کے بارے میں اختلاف۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حسن بصریؒ کے مخالفین نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس جاکر ان کے خلاف کوئی شکایت کی تھی اور خلیفہ کو ان کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی تھی' لیکن عبدالملک چونکہ حسن بصریؒ کے علمی مرتبے' ان کی فقہ اور ان کے زہد و تقویٰ سے ناآشنا نہیں تھا اس لئے اس نے حسن بصریؒ کو ایک مراسلہ تحریر کیا جس میں اس نے ان کے حقیقی

{۷} کتب خانہ برلن' کتاب نمبر ۸۳' ۳۳۳۹ء۔

موقف کے بارے میں استفسار کیا تھا تاکہ کسی اور کے نزدیک نہ سہی کم از کم اس کے نزدیک قدر کے بارے میں حسن بصریؒ کا عقیدہ واضح ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ ان کا عقیدہ بعینہٖ اس امت کے اسلاف یعنی صحابہ کرامؓ کے عقیدے کی طرح ہے یا اس سے مختلف اور اس کے مغایر؟ اس مراسلے کا حسن بصریؒ نے ایک طویل جواب تحریر کیا جس میں انہوں نے اس مسئلے کے پوشیدہ پہلوؤں کو واضح کیا' اس کے غوامض پر روشنی ڈالی اور سالکین کے لئے اس کا راستہ صاف کر دیا۔ انہوں نے سلف کے اعتقادات کی ایسی مکمل شرح کر دی کہ اس پر مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں رہی۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ قدر کے موضوع پر کلام ایک ایجاد نو ہے جس کا حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے زمانے میں کوئی نشان نہیں تھا۔ اس امت کے سلف کے بارے میں ان کے الفاظ یہ تھے :

> "یہ حضرات نہ تو کسی حق بات کو ٹھکراتے تھے اور نہ ہی کسی باطل چیز کو حق قرار دیتے تھے۔ یہ حضرات رب کی ذات کے ساتھ صرف وہی باتیں ملحق کرتے تھے جن کا الحاق خود رب نے اپنی ذات کے ساتھ کیا ہے۔ نیز یہ حضرات حجت کے طور پر صرف وہی باتیں پیش کرتے ہیں جنہیں اللہ تعالی نے اپنی کتاب کے اندر اپنی مخلوق پر بطور حجت پیش کیا ہے"۔

پھر انہوں نے اپنے اس مراسلے میں ان امور کی نشاندہی کر دی جنہیں اہل ہوا و ہوس اور بدعت کے پرستاروں نے لوگوں کو گمراہ کرنے اور ان کے عقائد کو خراب کرنے کے لئے اچھالا تھا۔ یعنی عقائد کے معاملے میں بحث و تمحیص اور سوال و جواب۔ اس کے نتیجے میں کتاب و سنت کے پیروکاروں کے لئے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ قدر کے اس مسئلے میں سلف کے عقیدے کی اس طرح توضیح کر دیں جو کتاب و سنت پر مبنی ہو اور اس میں کوئی تاویل و تحریف نہ ہو تاکہ عوام الناس افتراء پردازی کرنے والے ان اہل اہواء کے دعوؤں سے دھوکا نہ کھائیں' جو اپنے ہر کفر کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہیں۔ حالانکہ ارشاد باری ہے۔ : ﴿ولا یرضی لعبادہ الکفر○ سورہ زمر

آیت ۷) اللہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو کبھی پسند نہیں کرتا۔ یہ کم بخت اپنی ہر گمراہی اور معصیت کی نیز اپنے ہر انحراف کی ذمہ داری اللہ کے سر دیتے ہیں اور ہر بدی اور کمزوری سے اپنے آپ کو صاف بری کرا لیتے ہیں۔

حسن بصری نے، جو ایک فصیح و بلیغ مفسر ہیں، اس اہم ترین مسئلے کے سلسلے میں وارد آیات و احادیث، نیز واقعات کا حوالہ دے کر اس کی بڑی اچھی تشریح کی ہے اور اسے اس کے صحیح مقام پر رکھا ہے۔ نیز اس بارے میں جبریہ نے جو تنازعات کھڑے کئے ہیں اور جس طرح اس مسئلہ کو غلط صورتوں میں محمول کیا ہے ان کی نشاندہی کرتے ہوئے درست بات بیان کر دی ہے اور اس مسئلے کی ایسی تفسیر و تشریح کی ہے جو نہ صرف عربی زبان کے اسالیب و قواعد تعبیر کے ہم آہنگ ہے بلکہ قرآن کی ماثور تفسیر کے ہم قدم بھی ہے۔

علاوہ ازیں حسن بصری نے "عمل" کو اس کے صحیح مقام پر رکھا ہے۔ عمل ہی ثواب و عقاب کی بنیاد ہے۔ جنت جزاء کے طور پر اس شخص کے لئے ہے جو آخرت کا خواہاں بن کر ایمان کے ساتھ اس کے حصول کی سعی کرے اور جہنم سزا کے طور پر اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے شیطان کی متابعت کرے اور گمراہ ہو جائے۔

حسن بصری نے بڑے لطیف انداز میں دعا اور اللہ سے استعانت، نیز اس سے مدد طلب کرنے کے معنی بیان کئے ہیں اور اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے فرمان بردار بندوں کو توفیق سے نوازتا ہے اور ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیتا ہے جبکہ نافرمانوں کو ڈھیل دے کر انہیں مہلت مہیا کرتا ہے۔

حسن بصری نے خلیفہ عبدالملک کو جواب میں جو مراسلہ تحریر کیا تھا اس کے مندرجات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ قدریہ کے مسلک کی موافقت سے کوسوں دور تھے۔ (۸)

---

(۸) دیکھئے اس کتاب کے آخر میں ملحقہ ضمیمہ۔

"الملل والنحل" کے مصنف شہرستانی، جنہوں نے حسن بصریؒ کے قدری ہونے کی نفی کی ہے مذکورہ بالا مراسلے کی حسن بصریؒ کی طرف نسبت کی صحت کے بارے میں اپنے شک کا اظہار کرتے ہوئے اور یہ بیان کرتے ہوئے کہ شاید یہ مراسلہ واصل بن عطاء کا تھا، اس حقیقت کی نشاندہی کی ہے کہ حسن بصریؒ کا فرقہ قدریہ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ [۹] انہوں نے اپنی بات یہ کہہ کر اور پختہ کردی ہے کہ حسن بصریؒ کی ذات سے یہ امر انتہائی مستبعد تھا کہ وہ سلف کے اس مسلک کی مخالفت کرجائیں کہ قدر خیر و شر سب من جانب اللہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حسن کی طرف مذکورہ مراسلے کی نسبت کے متعلق اپنے شک کا اظہار کیا ہے۔

حسن بصریؒ نے اپنے مراسلے میں قدر کی نفی نہیں کی ہے بلکہ انہوں نے صرف جبرواکراہ کی نفی کی ہے۔ سلف میں سے بھی کسی نے یہ نہیں کہا ہے کہ قدر کے معنی جبرواکراہ کے ہیں۔

اسلامی فرقوں نے وجود میں آکر اپنے نظریات کے اظہار کے بعد جو قواعد و ضوابط اور اصطلاحات وضع کئے تھے، حسن بصریؒ کے زمانہ میں وہ زیادہ معروف اور عام نہیں تھے۔ اس لئے یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ان ضوابط و اصطلاحات اور اوصاف و القاب کو جو بعد کی پیداوار ہیں ان تعبیرات پر چسپاں کیا جائے جن کے ذریعے حسن بصریؒ نے ظواہر کتاب و سنت کی روشنی میں اپنے عقیدے کا اظہار کیا تھا۔

بناء بریں ہم پورے وثوق اور اطمینان کے ساتھ یہ کہنے کی پوزیشن میں ہیں کہ حسن بصریؒ جنہیں کتاب اللہ کی بصیرت حاصل تھی اور جو سنت رسول اللہ ﷺ کے عالم تھے نیز جنہیں آثار صحابہ کا درک حاصل تھا، اللہ کے حضور ہرگز کوئی ایسا عقیدہ لے کر حاضر نہیں ہوئے ہوں گے جو اہل السنۃ والجماعۃ کے اس عقیدے سے مختلف ہو جو کتاب اللہ اور سنت رسول کی بنیادوں پر قائم ہے۔ نیز یہ کہ اس کے برخلاف جتنی باتیں حسن بصریؒ کی طرف منسوب کی گئی ہیں وہ سب کی سب بلادلیل ہیں۔

---

[۹] الملل والنحل للشہرستانی ج ۱ ص ٦٦۔

غیبیات کے بارے میں بھی حسن بصریؒ کے کچھ اقوال ہیں۔ ان میں سے بعض کا استناد تو مروی احادیث سے ہے اور بعض کا استناد کسی اساس کی طرف نہیں ہے بلکہ محض باطل وہم ہے۔ چنانچہ قول باری : ﴿ **تسبح له السماوات السبع والارض ومن فیهن وان من شیئی الا یسبح بحمده ولکن لا تفقهون تسبیحهم انه کان حلیما غفورا ۝ سورة اسراء آیت ۴۴** ﴾ کی تفسیر کے سلسلے میں ابن کثیر کے قول کے مطابق حسن بصریؒ اور ضحاک نے کہا ہے کہ : "ہر چیز کے اندر روح ہوتی ہے"۔ ابن کثیر نے مزید کہا کہ ابن جریر نے کہا ہے کہ ہمیں محمد بن حمید اور زید بن حبان نے بیان کیا اور انہیں ابوالخطاب جریر نے بتایا کہ ہم لوگ یزید الرقاشی کے ساتھ ایک جگہ کھانے پر مدعو تھے۔ یزید کے ساتھ حسن بصریؒ بھی تھے، پھر کھانوں کے خوان رکھے گئے"۔

یزید نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ :

ابو سعید کیا یہ خوان بھی تسبیح کرتے ہیں"۔ جواب میں حسن بصریؒ نے فرمایا! کبھی تسبیح کرتے تھے"۔ [۱۰] ابن کثیر نے حسن کے مذکورہ بالا قول کی یہ توجیہہ لی کہ خوان لکڑی کے بنے ہوتے ہیں۔ گویا حسن نے یہ کہا کہ جب یہ لکڑی زندہ تھی اور اس کا رنگ سبز تھا اس وقت یہ تسبیح کرتی تھی لیکن جب اسے درخت سے کاٹ لیا گیا اور یہ خشک ہو کر مردہ ہو گئی تو اس کی تسبیح منقطع ہو گئی۔ اس قول کے سلسلے میں حسن بصریؒ شاید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا سہارا لیتے ہوں کہ حضور ﷺ کا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ "ان دونوں قبروں کے مکینوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ انہیں کسی بڑے جرم کی سزا کے طور پر عذاب نہیں دیا جا رہا، ان میں سے ایک شخص تو پیشاب کے چھینٹوں سے اپنے آپ کو نہیں بچاتا تھا اور دوسرا شخص چغلیاں کھایا کرتا تھا" پھر آپ نے ایک درخت کی ایک تر شاخ لے کر اس کے دو ٹکڑے

---

[۱۰] تفسیر الطبری ج ۱۵ ص ۶۵۔

کر دیۓ اور ایک ایک قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا اور پھر فرمایا : "شاید جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہو جائیں اس وقت تک انہیں ملنے عذاب میں تخفیف رہے"۔ اس حدیث کی روایت امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے کی ہے۔ {۱۱}

بعض غیبیات ایسی ہیں کہ ان کے متعلق حسن بصریؒ کے اقوال بلا دلیل ہیں حالانکہ ان کے متعلق صرف ثابت شدہ قول کا حوالہ دیا جاسکتا ہے اس لئے کہ غیبیات کے متعلق اپنی رائے سے کوئی بات نہیں کہی جاسکتی۔ حسن کے ایسے اقوال کے چند نمونے درج ذیل ہیں۔

* قول باری ہے : ﴿ **واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس ابی واستکبر وکان من الکافرین ○ سورہ بقرۃ آیت ۳۴** ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : "ابلیس ایک لحظہ کے لئے بھی فرشتوں میں سے نہیں تھا بلکہ وہ جنات کی اصل سے تھا جس طرح حضرت آدمؑ انسانوں کی اصل سے تھے"۔ {۱۲}

* قول باری ہے : ﴿ **وقلنا یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ وکلا منھا رغدا حیث شتما ولا تقربا ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین ○ سورہ بقرۃ آیت ۳۵** ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : آیت مذکورہ میں درخت سنبلہ (ایک خوشبودار گھاس) ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آدم کی اولاد کے لئے رزق بنادیا ہے۔ {۱۳} ایک روایت کے مطابق حسن بصریؒ نے کہا ہے کہ یہ انجیر کا درخت تھا۔

{۱۱} **تفسیر ابن کثیر** ج ۵، ص ۷۸۔

{۱۲} **تفسیر طبری** ج ۱ ص ۵۰۶، **زاد المسیر** ج ۱ ص ۶۵، ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ قول حسن بصری اور زہری کا ہے۔

{۱۳} ابن کثیر نے کہا ہے کہ وہب بن منبہ، عطیہ العوفی، ابو مالک، محارب بن دینار اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ **تفسیر ابن کثیر** ج ۱ ص ۱۱۳، **تفسیر الطبری** ج ۱ ص ۵۱۵۔

انہوں نے مزید کہا ہے کہ حضرت آدمؑ صرف ایک دن کی گھڑی بھر رہے۔ یہ ایک گھڑی ایک دنیا کے حساب سے ایک سو تیس سال کی تھی۔ {۱۴}

* قول باری ہے : ﴿فازلهما الشيطان عنها فاخرجهما مما كانا فيه وقلنا اهبطوا بعضكم لبعض عدو ولكم فى الارض مستقر ومتاع الى حين ○ سورہ بقرۃ آیت ۳۶﴾ شیطان نے کس طرح حضرت آدمؑ اور حضرت حواء کو جنت سے نکالا اس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے حسن بصریؒ نے فرمایا : "شیطان جنت کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اور وہیں سے دونوں کو آوازیں دیں۔ {۱۵}

عقائد کے بارے میں حسن بصریؒ کے مسلک کے موضوع پر میرے لئے یہی کچھ لکھنا میسر آسکا۔ میں اس پر کچھ اور اضافہ کرنا چاہتا تھا، لیکن روایات نے اس سے زائد کے سلسلے میں میری کوئی مدد نہیں کی۔

{۱۴} تفسیر ابن کثیر ج ۱ص ۱۱۵۔

{۱۵} زاد المسیر ج ۱ص ۶۷۔

فصل رابع

ناسخ اور منسوخ کے بارے میں حسن بصریؒ کی رائے

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ ہر مفسر کو قرآن کریم کے اندر ناسخ اور منسوخ سے پوری طرح آگاہ ہونا چاہیے۔ حتی کہ علماء کا قول ہے کہ کسی شخص کے لئے اس وقت تک قرآن کی تفسیر کرنا جائز نہیں جب تک اسے ناسخ اور منسوخ کا علم نہ ہو جائے۔"
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قصہ گو سے پوچھا : "تمہیں ناسخ اور منسوخ کا علم ہے"
اس نے جواب میں کہا : "اللہ بہتر جانتا ہے"۔ اس پر حضرت علی نے فرمایا : "تم خود ہلاک ہوئے اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا" [1]
نسخ کے بارے میں علم ایک عظیم الشان علم ہے اور اس کا جاننا ہر مفسر کے لئے ضروری ہے۔ نسخ کی اہمیت کے پیش نظر میں اس کی تعریف اور اس کی انواع بیان کروں گا کیونکہ ہمارے زیر بحث مفسر حسن بصریؒ کا نسخ کے سلسلے میں ایک متعین طریق کار اور اس کے بعض انواع کے متعلق ان کا ایک خاص موقف ہے جسے بیان کرنا ازحد ضروری ہے۔

---

[1] البرھان فی علوم القرآن للزرکشی ج ۲ ص ۲۹۔

لغت کے اعتبار سے نسخ کے معنی ازالہ کے ہیں -- یہ تبدیلی کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ نیز نقل اور تعویل (بھروسہ اور اعتماد کرنے) کے معنوں میں بھی۔ میں یہاں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا کہ ان میں سے کون سا معنی حقیقی ہے اور کونسا مجازی ہے۔

جہاں تک اس کے اصطلاحی معنی کا تعلق ہے تو اس کی صحیح ترین نیز دقیق ترین تعریف یہ ہے : "کسی شرعی حکم کو کسی متاخر شرعی دلیل کی بناء پر رفع کر دینا"۔ {۲}

علماء نے نسخ کے جواز پر اس آیت سے استدلال کیا ہے : ﴿ **ما ننسخ من آیة او ننسها نات بخیر منها او مثلها ○ سورہ بقرة آیت ۱۰۶** ﴾ اسی طرح اس آیت سے بھی : ﴿ **واذا بدلنا آیة مکان آیة واللہ اعلم بما ینزل ○ سورہ نحل آیت ۱۰۱** ﴾

علماء نے ناسخ اور منسوخ کی انواع بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ تین ہیں :

* اول : ایسی آیت جس کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہو لیکن اس کا حکم باقی ہو۔ {۳}
* دوم : ایسی آیت جس کا حکم منسوخ ہو چکا ہو لیکن تلاوت باقی ہو۔ {۴}
* سوم : ایسی آیت جس کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو چکے ہوں اور اس طرح اس کی قرات جائز نہ رہے اور نہ ہی اس پر عمل۔ مثلاً دس معلوم گھونٹ دودھ پلانے کی بناء پر تحریم ثابت کرنے والی آیت' پھر دس گھونٹ منسوخ ہو کر پانچ گھونٹ رہ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ : "قرآن میں دس معلوم گھونٹ دودھ پلانا

{۲} المحصول فی علم الاصول لفخر الدین الرازی' القسم الثانی ج ۱ ص ۴۳۰' النسخ فی القرآن الکریم لمصطفی زید ج ۱ ص ۵۵' الامدی فی الاحکام والناسخ والمنسوخ لابی جعفر النحاس۔

{۳} البرھان ج ۲ ص ۳۵۔

{۴} البرھان ج ۲ ص ۳۷۔

نازل ہوا تھا۔ پھر یہ منسوخ ہو کر پانچ معلوم گھونٹ رہ گئے اور جب حضور اکرم ﷺ کا انتقال ہوا تو قرآن میں ان کی قرائت ہوتی تھی"۔ {۵}

یہ ہے نسخ اور یہ ہیں اس کی انواع۔ نسخ کے معاملات میں علماء کئی گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ کچھ تو اس بارے میں بہت افراط و اکثار سے کام لیتے ہیں اور کچھ اس کے قلیل ہونے کے قائل ہیں۔ اسی طرح کچھ حضرات نسخ کا اثبات کرتے ہیں۔ اور کچھ حضرات اس کی نفی کرتے ہیں۔ نسخ کے گرد بہت سے موضوعات گھومتے ہیں جن پر علماء نے سیر حاصل بحث کی ہے یہاں ہمارے لئے جو بات اہم ہے وہ نسخ کے معاملے میں امام حسن بصریؒ کے منہج و مسلک سے بحث ہے۔ حسن بصریؒ ناسخ و منسوخ کا اثبات کرنے والوں میں سے ہیں۔ اسی بناء پر انہوں نے نسخ کی مشروعیت پر قول باری : ﴿ **ما ننسخ من آیة او ننسها نات بخیر منها او مثلها** ﴾ سے استدلال کیا ہے۔ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا : "ہم ایک آیت کے حکم کو دوسرے حکم کی طرف منتقل کرکے اسے بدل دیتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ حلال کو حرام، حرام کو حلال، مباح کو محظور اور محظور (ممنوع) کو مباح کر دیا جاتا ہے"۔۔ اس طرح حسن بصریؒ کے نزدیک نسخ بمعنی نقل اور تغیر و تبدل ہے اس کا ذکر ہم نسخ کے معانی کے بیان کے دوران کر آئے ہیں۔

اسی آیت کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے نسخ کے دائرے کی تحدید کر دی ہے وہ یہ کہ نسخ صرف احکام کے اندر ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں : "یہ بات صرف امر و نہی، حظر و اطلاق اور منع و اباحت کے اندر ہوتی ہے"۔ حسن بصریؒ اخبار کے اندر نسخ کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں : "جہاں تک اخبار (قرآن میں بیان کردہ واقعات اور ذکر کردہ پیشین گوئیوں) کا تعلق ہے تو ان میں نہ ناسخ ہے اور نہ منسوخ"۔ {۶}

{۵} البرھان ج ۲ ص ۳۹، درج بالا حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔

{۶} تفسیر الطبری ج ۲ ص ۴۷۴۔

قرآن کے اندر اولین نسخ کی تحدید کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں: "قرآن کے اندر سب سے پہلا نسخ قبلہ کا نسخ ہے وہ اس طرح کہ حضور ﷺ نماز میں عزہ بیت المقدس کی طرف رخ کرتے تھے، یہ یہود کا قبلہ تھا، آپ اس کی طرف سترہ مہینوں تک رخ کرتے رہے {۷} ۔ پھر آپ نے کعبہ کی طرف رخ موڑ لیا اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ : ﴿سیقول السفهاء من الناس ...... الخ سورہ بقرۃ آیت ۱۴۲﴾

یہاں اس بات کا ذکر مناسب رہے گا کہ جن قضایا (احکام) کے بارے میں حسن بصریؒ کی رائے ہے کہ ان کے اندر ناسخ اور منسوخ ہے ان میں سے بعض تو متفق علیہ ہیں اور بعض نقد و نظر کی زد میں ہیں۔

متفق علیہ قضایا میں سے ایک یہ آیت ہے۔

* قول باری ہے : ﴿واللاتی یاتین الفاحشه من نساء کم فاستشهدوا علیهن اربعه منکم فان شهدوا فامسکوهن فی البیوت حتی یتوفاهن الموت او یجعل الله لهن سبیلا ○ سورۃ نساء آیت ۱۵﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : اللہ نے جو سبیل پیدا کی تھی وہ اس حکم کی ناسخ تھی"۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا : "مذکورہ آیت کا حکم اسی طرح رہا حتی کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سورہ نور نازل فرمائی اور اس آیت کو کوڑوں یا رجم کی سزا کے ذریعے منسوخ کر دیا"۔ {۸}

نقد و نظر کی زد میں آنے والے قضایا میں سے ایک یہ آیت ہے قول باری ہے :

﴿وان جنحوا للسلم فاجنح لها، وتوکل علی الله انه هو السمیع العلیم ○ سورہ انفال آیت ۶۱﴾ ابن کثیر نے کہا ہے کہ قول باری وان جنحوا) کا مفہوم

{۷} تفسیر الطبری ج ۳ ص ۱۳۸۔

{۸} ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ حسن بصری کا قول ہے اور عکرمہ، سعید بن جبیر، خراسانی، ابو صالح، قتادہ، زید بن اسلم اور ضحاک سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ یہ ایک متفق علیہ امر ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۴۔

ہے کہ "اگر وہ سلم یعنی مصالحت و مصادقت نیز مسالمت کی طرف مائل ہو جائیں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور ان کی یہ بات قبول کرلو"۔ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ یہ آیت' آیت السیف کے ذریعے منسوخ ہو گئی ہے جو یہ ہے : ﴿ **قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر ○ سورہ توبہ آیت ۲۹** ﴾

حسن بصریؒ کی یہ تفسیر قابل نظر ہے اس لئے کہ سورہ براءۃ کی آیت میں مشرکین سے قتال کا حکم ہے اگر ایسا کرنا ممکن ہو۔ لیکن اگر دشمنوں کی تعداد زیادہ ہو تو پھر ان کے ساتھ مصالحت کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ اس بات پر زیر بحث آیت دلالت کرتی ہے اور جیسا کہ حضور ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر کیا تھا۔ اس لئے نہ تو کوئی منافات ہے' نہ کوئی نسخ ہے اور نہ ہی کوئی تخصیص' واللہ اعلم۔ {۹}

❏ انواع نسخ کے بارے میں حسن بصریؒ کا موقف ..

جب ہم نسخ پر دلالت کرنے والی آیات کی تفسیر کے سلسلے میں حسن بصریؒ سے منقول صحیح اقوال کا یا نسخ کی بعض صورتوں کے بارے میں ان کی طرف منسوب صحیح روایات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حسن بصریؒ نہ صرف نسخ کے قائل ہیں بلکہ اس کی تمام انواع کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔

نسخ پر دلالت کرنے والی آیات کے اندر مذکورہ بات سورہ بقرہ کی اس آیت نسخ سے واضح ہو جاتی ہے : ﴿ **ما ننسخ من آیۃ او ننسھا** ...... **الخ سورہ بقرۃ آیت ۱۰۶** ﴾ حسن بصریؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے : "ہم ایک آیت کے حکم کو دوسرے حکم کی طرف منتقل کرکے اسے تبدیل کر دیتے ہیں"۔ حسن بصریؒ کی یہ تفسیر ان کے نزدیک نسخ کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ یہ تفسیر نسخ کی پہلی نوع پر بھی دلالت

{۹} تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۷' ۲۸۔

کرتی ہے یعنی وہ جس کا حکم منسوخ ہوگیا ہے۔ حسن بصریؒ اس کی وضاحت ایک مثال دے کر کرتے ہیں۔ وہ مثال یہ قول باری ہے : ﴿ **کتب علیکم اذا حضرا احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیة للوالدین والاقربین ○ سورہ بقرۃ آیت ۱۸۰** ﴾ حسن بصریؒ فرماتے ہیں : "وصیت کی یہ صورت اسی طرح رہی حتیٰ کہ آیت میراث نے اسے منسوخ کردیا"۔ {۱۰} حسن بصریؒ نے مزید فرمایا : "والدین کے لئے وصیت کا حکم منسوخ ہوگیا اور ان رشتہ داروں کے لئے باقی رہا جو محروم ہونے کی وجہ سے وارث نہیں ہوتے"۔ ایک اور روایت کے مطابق انہوں نے فرمایا : "والدین کے لئے وصیت کا حکم منسوخ ہے اور وصیت قریبی رشتہ داروں کے لئے ہے خواہ وہ اغنیاء ہی کیوں نہ ہوں"۔

حسن بصریؒ کا یہ قول نسخ کی پہلی نوع پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی وہ جس کا حکم منسوخ ہوگیا لیکن اس کی تلاوت باقی رہی کیونکہ آیت وصیت کی تلاوت ہوتی ہے اگرچہ اس کا حکم منسوخ ہوچکا ہے۔ یہی ہے حسن بصریؒ کے اس قول کا مفہوم کہ "قرآن میں ایسی آیت بھی ہے جو منسوخ ہوچکی ہے لیکن تم اس کی تلاوت کرتے ہو"۔ {۱۱}

جہاں تک نسخ کی اس صورت کے جواز کے بارے میں حسن بصریؒ کا قول ہے جس کی تلاوت منسوخ ہوگئی ہے اور اس کا حکم باقی ہے تو اس پر آیت نسخ کی تقسیم کے سلسلے میں ان کا قول دلالت کرتا ہے۔ آیت نسخ : ﴿ **ما ننسخ من آیۃ او ننسها ...الخ** ﴾ کی تفسیر میں انہوں نے فرمایا : تمہارے نبی ﷺ کو قرآن کی آیت پڑھائی گئی اور پھر آپ اسے بھول گئے اور وہ آیت کالعدم ہوگئی"۔ {۱۲}

یہاں ایک مثال بیان کی جاتی ہے جس پر مذکورہ بالا قول کسی حد تک منطبق ہوتا

{۱۰} تفسیر طبری ج ۳ ص ۱۹۱، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۰۲۔

{۱۱} تفسیر طبری ج ۲ ص ۴۷۴۔

{۱۲} تفسیر طبری ج ۲ ص ۴۷۴۔

ہے۔ قول باری ہے : ﴿ **حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی وقوموا لله قانتین** ○ **سورہ بقرۃ آیت ۲۳۸** ﴾ حسن بصریؒ نے فرمایا : صلوۃ وسطیٰ عصر کی نماز ہے"۔۔۔انہوں نے اپنے اس قول پر حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔۔انہوں نے فرمایا : "یہ آیت ان الفاظ میں نازل ہوئی : ﴿ **حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وصلاۃ العصر** ﴾ ہم اس آیت کو جب تک اللہ نے چاہا پڑھتے رہے اور پھر اللہ نے اسے منسوخ کردیا اور آیت نازل ہوئی : ﴿ **حافظوا علی الصلوات والصلوۃ والوسطی** ﴾ یہ مثال نسخ تلاوت کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل نوٹ قابل ملاحظہ ہے۔

"میں درج بالا قول کی صحت کا جائزہ لینے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ اس بارے میں علماء کے مابین شدید اختلاف ہے۔ بعض نے تو اس قول کے جواز سے ہی انکار کردیا ہے۔ کیونکہ خبر آحاد کے ذریعے قرآن کا اثبات نہیں ہو سکتا۔ محدثین نے بھی اس نازک موضوع پر طویل گفتگو کی ہے۔ اس سلسلے میں بہترین بحث جامعہ ازہر کے شیخ محمد شلتوت نے کی ہے۔ ان کی کتاب "**مقارنۃ المذاہب الاربعہ' حکم الرضاع**" کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ اس میں انہوں نے اس نازک موضوع پر بہت اچھی گفتگو فرمائی ہے"۔

نسخ کی تیسری نوع یعنی تلاوت اور حکم دونوں کے نسخ کی مثال علماء اس روایت سے دیتے ہیں کہ "دس معلوم گھونٹ پینے سے تحریم رضاعت کا حکم قرآن میں نازل ہوا تھا پھر یہ دس گھونٹ منسوخ ہوکر پانچ گھونٹ رہ گئے اور جب حضور ﷺ کی وفات ہوئی تو اس وقت قرآن میں اس آیت کی تلاوت کی جاتی تھی" یہ حدیث امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے۔ {۱۳}

{۱۳} اس کی مزید وضاحت کے لئے ناظرین الزرکشی کی کتاب "**البرھان فی علوم القرآن** ج ۲ ص ۳۹ کا مطالعہ فرمائیں [مترجم]

درج بالا صورت شاید نسخ کی تیسری نوع کی واحد مثال ہے۔ اس بارے میں مجھے حسن بصریؒ سے مروی کوئی قول نہیں ملا اگرچہ انہوں نے نسخ کے لئے جو قاعدہ وضع کیا تھا وہ اس نوع کے نسخ کی اجازت دیتا ہے۔

فصل خامس

قراءات کے بارے میں حسن بصریؒ کا مسلک

قراءات کی تعریف اور ان کا شمار ..

"قراءات" قراءت کی جمع ہے۔ اور لغت میں یہ "قراء" (اس نے پڑھا) فعل کا سماعی مصدر ہے۔ اصطلاح میں قراءت "اس مسلک اور طریقے کو کہتے ہیں جسے ائمہ قراء میں سے کوئی امام اختیار کرے اور جو قرآن کریم کی زبان سے ادائیگی کے اندر دیگر ائمہ کی ادائیگی سے مختلف ہو اور اس کے ساتھ اس امام سے مروی روایات اور طرق کے مابین اتفاق ہو، خواہ ادائیگی کا یہ اختلاف حروف کے نطق میں ہو یا حروف کی بعض ہیئتوں کے نطق میں"۔ [1] ابن الجزری نے اس تعریف کو اور مختصر کرتے ہوئے کہا ہے کہ : "قراءات کلمات کی ادائیگی کی کیفیات کے علم اور ناقلین کی نسبت سے اختلاف کو کہتے ہیں"۔ [2] انہوں نے کہا ہے کہ "مقری اس شخص کو کہتے ہیں جو قراءات کا عالم

---

[1] الاتقان ج ۲ ص ۷۲، ۷۳، مباحث فی علوم القرآن للشیخ مناع قطان ص ۱۴۷۔

[2] منجد المقرئین ص ۳۔

ہو اور جس نے بالشافہ ان کی روایت کی ہو۔ مقری کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ جوں کی توں قراءت کرے اگر اس نے یہ قراءت اس شخص سے بالشافہ نہ سیکھی ہو جس نے اسے بالشافہ حاصل کیا ہو اور یہ حصول اوپر سے مسلسل چلا آرہا ہو۔

بالشافہ سیکھنے کی ابتداء صحابہ کرام سے ہوئی تھی جنہوں نے حضور ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن حاصل کیا تھا۔ پھر ہر شہر والوں نے اپنے مصحف کے مطابق قراءت کی اور اس میں جو کچھ تھا وہ صحابہ سے حاصل کیا۔ پھر یہی لوگ اس معاملے میں صحابہ کرام کے قائم مقام بن گئے۔ {۳} چنانچہ مدینہ منورہ میں سعید بن المسیب' عروہ' سالم اور عمر بن عبدالعزیز تھے' مکہ مکرمہ میں عبید بن عمیر' عطاء' طاؤس اور مجاہد تھے۔ کوفہ میں علقمہ' اسود' مسروق' عمر بن شرجیل اور ابراہیم نخعی تھے۔ بصرہ میں عامر بن عبد قیس' ابوالعالیہ' مضر بن عاصم اور قتادہ تھے۔ قتادہ حسن بصریؒ کے شاگرد تھے اور یہ بات قراءات کے اندر حسن بصریؒ کی وسعت علمی کی نشاندہی کرتی ہے۔ شام کے اندر مغیرہ بن ابی شہاب المخزومی اور خلید بن سعد تھے۔

ابن الجزری نے فرمایا :

"پھر کچھ لوگ علم قراءت سیکھنے اور سکھانے کے لئے یکسو ہو گئے اور انہوں نے قراءت کو ضبط میں لانے کی طرف پوری طرح توجہ دی حتیٰ کہ وہ اس فن کے ائمہ قرار پائے اور ان کی پیروی کی جانے لگی۔ ان سے قرائت سیکھنے کے لئے سفر کیا جاتا اور اس کی تعلیم ان سے حاصل کی جاتی۔ ان کے شہر کے لوگ ان کی قراءات کو ہاتھوں ہاتھ لیتے اور اس بارے میں کوئی کسی سے اختلاف نہ کرتا"۔ {۴}

{۳} القراءات القرآنیہ' عبدالہادی الفضلی ص ۱۲۔

{۴} النشر لابن الجزری ج ا ص ۱۲' ۱۳۔

قراءات کی شرطیں ..

مرور زمانہ کے ساتھ قراءات کی شرائط کے بارے میں علماء کا اپنا اپنا نقطۂ نظر ہوتا۔ یہ شرطیں ایک عصر سے دوسرے عصر کے اعتبار سے مختلف ہوتیں۔ {۵} ابن مجاہد کے عصرمیں قراءات کے لئے مقیاس و معیار یہ امور تھے۔

(الف) : قاری ایسا ہو کہ اس کی قراءت پر اہل بصرہ کا اجماع ہو۔

(ب) : اہل بصرہ کا اجماع قراءت کے علم نیز قاری کی زبان دانی کے عمق اور اصلیت کی اساس پر ہو۔

ابن خالویہ (م ۳۷۰ھ) کا معیار درج ذیل ہے :

(الف) : قراءت رسم الخط کے مطابق ہو۔

(ب) : قراءت کی عربی زبان کے ساتھ مطابقت ہو۔

(ج) : قراءت کی نقل متوارث ہو۔

ابن ابی طالب (م ۴۳۷ھ) کا معیار درج ذیل ہے۔

(الف) : قراءت کی وجہ اور صورت عربی زبان کے اعتبار سے قوی ہو۔

(ب) : رسم الخط کے ساتھ قراءت کی مطابقت ہو۔

(ج) : اس قراءت پر عامۃ الناس کا اجماع ہو۔ {۶}

چوتھا معیار الکواشی (م ۶۸۰ھ) کا ہے۔ یہ معیار درج ذیل امور پر قائم ہے۔

(الف) : سند کی صحت

(ب) : عربی زبان کے ساتھ موافقت

{۵} القراءات القرآنیہ' عبدالهادی الفضلی ص ۵۱ اور مابعد کے صفحات)۔

{۶} القراءات القرآنیہ' عبدالهادی الفضلی ص ۵۱ اور مابعد کے صفحات)۔

(ج) : رسم الخط کے ساتھ موافقت۔

پانچواں معیار ابن الجزری کا ہے۔ ان کی وفات سن ۸۳۳ ہجری میں ہوئی تھی۔ اس معیار کی اساس درج ذیل امور ہیں۔

(الف) : سند کی صحت

(ب) : عربی زبان کے ساتھ مطلقاً موافقت

(ج) : رسم الخط کے ساتھ مطابقت خواہ یہ مطابقت تقدیری ہی کیوں نہ ہو۔

اگر ہم ان معیارات کے درمیان موازنہ کریں تو ہمیں اس سے درج ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

* ابن مجاہد کا مقیاس و معیار پہلے متعلقہ شخص کا جائزہ لیتا ہے اور پھر اس کی تقویم کرتا ہے۔ اس کے مطابق قاری کی تقویم اس کی قراءت کی تقویم ہوتی ہے۔

* باقی ماندہ چار معیارات کے اندر ہم رسم الخط اور عربی زبان کے ساتھ مطابقت کی شرطوں پر اجماع یا توافق پاتے ہیں اور اس کے ساتھ ابن ابی طالب اور ابن الجزری کے درمیان معمولی سا اختلاف بھی نظر آتا ہے وہ یہ کہ ابن ابی طالب نے قراءت کی صورت عربی زبان کے اعتبار سے قوی ہونے کی شرط عائد کی ہے جبکہ ابن الجزری نے عربی زبان کے ساتھ موافقت کی شرط میں توسیع کردی ہے تاکہ تمام صورتیں شامل ہو جائیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے رسم الخط کے ساتھ مطابقت کے اندر بھی وسعت پیدا کردی ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا ہے : "خواہ یہ مطابقت تقدیری ہی کیوں نہ ہو مثلاً "مالک" اور "ملک" میں۔ یعنی "ملک" میں الف مقدر ماننے کے ساتھ"۔

* ابن مجاہد کے نزدیک عربی زبان اور رسم الخط کے ساتھ مطابقت کی شرط کی ابتداء قاری کے شہر والوں کے اجماع سے ہوتی ہے۔ اس میں ابن ابی طالب کی نسبت سے کچھ توسیع ہے کیونکہ ابن ابی طالب نے عامۃ الناس کی تفسیر اہل مدینہ اور اہل کوفہ کے اتفاق سے کی ہے۔ ابن خالویہ کے نزدیک سند کی صحت بھی شرط ہے کیونکہ ان کی شرط (قراءت کی نقل متوارث ہو) سے مقصود یہی ہے۔ یہ متوارث نقل قاری کے شہر والوں

اور سند کی صحت کے بارے میں عوام الناس کے اتفاق کے ذریعے وجود میں آئے گی۔
درج بالا تفصیل کی روشنی میں ہم ایک نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں اور وہ یہ کہ قراءت کی تین شرطیں ہیں۔

(الف) : صحت سند

(ب) : رسم الخط کے ساتھ مطابقت

(ج) : عربی زبان کے ساتھ موافقت۔ {۷}

یہ ہیں قرآن کی شرطیں۔ ان شرائط پر بحث و تمحیص ہمارے مد نظر نہیں ہے۔ ہم ان کی گہرائیوں میں اترے بغیر صرف انہیں بیان کردینا کافی سمجھتے ہیں۔ اگرچہ یہ شرطیں بعض علماء کے نزدیک نقد و نظر سے خالی نہیں ہیں۔

اگر ہم ان معیارات اور شرائط کی تطبیق حسن بصریؒ سے مروی قراءات پر کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ ان میں سے بعض شرطیں حسن سے مروی بعض قراءات کے اندر پوری طرح موجود نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی یہ قراءات شاذ قراءات میں شمار ہوتی ہے۔ البتہ ان سے مروی غالب قراءات مذکورہ شرائط کے ساتھ موافقت رکھتی ہیں جس کی وجہ سے یہ قراءات معتبر و مقبول ہیں۔ میں نے قرآن کریم کے چند اجزاء کا جائزہ لے کر ان میں حسن بصریؒ سے مروی قراءات کو اکٹھا کیا ہے۔ ان کا ذکر میں آگے کروں گا۔

اگر ہم قراءات کی شرائط پر غور کریں تو ہم دیکھیں گے کہ ان کا انطباق حسن بصریؒ سے مروی بعض قراءات پر ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ قراءات اپنے تواتر، مصحف کے رسم الخط کے ساتھ اپنی مطابقت اور عربی زبان کے ساتھ اپنی موافقت کے اعتبار سے تمام شرائط پر کسی نہ کسی صورت میں حاوی ہیں۔ ان میں سے چند قراءات کا ذکر ذیل میں ہم مثال کے طور پر کریں گے، حصر کے طور پر نہیں۔

{۷} القراءات القرآنیہ ص ۵۴۔

* قول باری ہے : ﴿ کانھم الی نصب یوفضون ○ سورہ معارج آیت ۴۳ ﴾ جمہور نے لفظ (نصب) کی قراءت حرف نون کے زبر یعنی فتحہ اور حرف صاد کے سکون کے ساتھ کی ہے۔ یہ مصدر ہے جو بمعنی منصوب ہے۔ حسن بصریؒ نے اس کی قراءت حرف نون اور حرف صاد دونوں کے پیش یعنی ضمہ کے ساتھ کی ہے۔ اس صورت میں یہ لفظ صنم یعنی بت کے معنوں میں ہوگا۔ آیت کا مفہوم ہے کہ مشرکین حشر کے موقف کی طرف تیزی سے بھاگیں گے جس طرح دنیا میں یہ لوگ بت کو دیکھ کر اس طرف تیزی سے بھاگتے تھے۔ {۸} یہ سبعی قراءت ہے۔ "ابن عامر، حفص، محمد اور عاصم نے اس کی قراءت ضمہ کے ساتھ کی ہے اور باقی قراء نے اس کی قراءت حرف نون کے فتحہ کے ساتھ کی ہے"۔ {۹}

* قول باری ہے : ﴿ وقالوا قلوبنا غلف بل لعنھم اللہ بکفرھم ○ سورہ بقرۃ آیت ۸۸ ﴾ جمہور نے لفظ (غلف) کی قراءت حرف لام کے سکون کے ساتھ کی ہے۔ کچھ حضرات نے جن میں حسن بصریؒ بھی شامل ہیں اس کی قراءت ضمہ کے ساتھ کی ہے"۔ {۱۰} ابو عمرو نے بھی اس کی یہی قراءت کی ہے اور یہ قراءت متواترہ ہے۔ {۱۱}

* قول باری ہے : ﴿ قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ ○ سورہ بقرۃ آیت ۹۷ ﴾ حسن بصریؒ نے لفظ (جبریل) کی قراءت (فعلیل) کے وزن پر حرف جیم کے فتحہ، حرف "را" کے کسرہ اور حرف "یا" کے سکون کے ساتھ ہمزہ کے بغیر کی ہے۔ {۱۲} ابن الجوزی نے "زاد المسیر" {۱۳} میں

{۸} تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۲۵۵۔

{۹} ابن مجاہد ص ۶۵۱۔

{۱۰} زاد المسیر لابن الجوزی ج ۱ ص ۱۱۳۔

{۱۱} ابن مجاہد ص ۱۶۴۔

لکھا ہے کہ : قراء کا قول ہے کہ یہ آیت مجھے پسند نہیں ہے، کیونکہ عربی زبان میں فعلیل کا کوئی وزن نہیں ہے۔ لیکن میرے خیال میں حسن بصریؒ نے اس کی قراءت اس طرح صرف اس بناء پر کی ہے کہ یہ درست ہے کیونکہ یہ ایک عجمی اسم ہے"۔ ابن الجوزی نے مزید لکھا ہے کہ یہ قراءت حسن بصریؒ، ابن کثیر اور ابن محیصن نے کی ہے۔

* قول باری ہے : ﴿وارجلکم الی الکعبین ○ سورہ مائدۃ آیت ۶﴾ حسن بصریؒ نے لفظ (ارجلکم) کی قراءت حرف لام کسرہ کے ساتھ کی ہے۔ الشوکانی نے کہا ہے کہ "یہ سبعی اور مستفیض قراءت ہے"۔ {۱۴}

* قول باری ہے : ﴿ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا ○ سورہ نور آیت ۵۵﴾ حسن نے لفظ (ولیبدلنھم) کی قراءت تخفیف یعنی تشدید کے بغیر کی ہے۔ اور اسے باب افعال یعنی (ابدل) سے قرار دیا ہے۔ {۱۵} یہ قراءت متواترہ ہے۔ {۱۶}

حسن بصریؒ سے ایسی قراءات بھی مروی ہیں جن کا شاذ ہونا اس بناء پر ثابت ہو چکا ہے کہ وہ یا تو غیر متواترہ ہیں یا قرآنی رسم الخط کے ساتھ ان کی موافقت نہیں ہے یا من کل الوجوہ وہ عربی زبان کی خلاف ہیں۔

عدم ثبوت اور عدم تواتر کی وجہ سے قراءات شاذہ میں سے چند یہ ہیں۔

* قول باری ہے : ﴿فمن شھد منکم الشھر فلیصمه ○ سورہ بقرۃ ۱۸۵﴾ عامۃ القراء نے لفظ (فلیصمه) کی قراءت حرف لام کے سکون یعنی جزم کے ساتھ کی ہے جبکہ حسن بصریؒ اور الاعرج نے اس کی قراءت حرف لام کے کسرہ کے ساتھ کی ہے۔ {۱۷}

{۱۲} تفسیر الطبری ج ۲ ص ۳۸۹۔

{۱۳} زاد المسیر لابن الجوزی ج ۱ ص ۱۱۸۔

{۱۴} نیل الاوطار ج ۱ ص ۱۹۸، ابن مجاھد ص ۲۴۳۔

{۱۵} فتح القدیر، الشوکانی ج ۴ ص ۴۷۔ (حاشیہ (۱۶) اور (۱۷) آگے ہے)

* قول باری ہے : ﴿وابتغوا ماکتب الله لکم○سورہ بقرۃ آیت ۱۸۷﴾ حسن بصریؒ نے اسکی قراءت (واتبعوا) کی ہے یعنی "الاتباع" سے۔

* قول باری ہے : ﴿ومن الناس من یعجبک قوله فی الحیوۃ الدنیا ویشهد الله علی مافی قلبه وهو الد الخصام○سورہ بقرۃ آیت ۲۰۴﴾ حسن بصریؒ نے لفظ (یشهد) کی قراءت حرف "یا" کے فتحہ اور لفظ (اللہ) کی قراءت رفع یعنی پیش کے ساتھ کی ہے۔ {۱۹}

* قول باری ہے : ﴿زین للذین کفروا الحیوۃ الدنیا ویسخرون من الذین امنوا○سورہ بقرۃ آیت ۲۱۲﴾ حسن بصریؒ نے لفظ (زین) کی قرائت حرف زا اور حرف یا کے فتحہ کے ساتھ کی ہے اور معنی یہ لیا ہے کہ : اللہ تعالیٰ نے دنیا کو کافروں کے لئے مزین کردیا ہے"۔ یہ قراءت شاذہ ہے۔ {۲۰}

* قول باری ہے : ﴿والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثه قروء○سورہ بقرۃ آیت ۲۲۸﴾ حسن بصریؒ نے لفظ (قروء) کی قراءت (قرء) سے کی ہے یعنی خرف قاف کے فتحہ، حرف "را" کے سکون اور آخری حرف کی تنوین کے ساتھ۔ {۲۱}

* قول باری ہے : ﴿ولا تتبعوا خطوات الشیطان انه لکم عدو مبین○سورہ انعام آیت ۱۴۲﴾ حسن بصریؒ نے لفظ (خطوات) کی قراءت حرف خا کے فتحہ حرف طا کے سکون کے ساتھ اور ہمزہ کے بغیر کی ہے۔ {۲۲}

{۱۶} ابن مجاهد ص ۴۵۸۔

{۱۷} القرطبی ج ۲ ص ۲۹۹۔

{۱۸} القرطبی ج ۲ ص ۳۸۲۔

{۱۹} زادالمسیر لابن الجوزی ج ۱ ص ۲۲۸۔

{۲۰} زادالمسیر لابن الجوزی ج ۱ ص ۲۲۸۔

{۲۱} القرطبی ج ۳ ص ۱۱۳۔

* قول باری ہے : ﴿والطیر صافات ○ سورہ نور آیت ۴۱﴾ حسن بصریؒ نے اس کی قراءت مبتدا اور خبر کے طور پر دونوں الفاظ کے رفع کے ساتھ کی ہے۔ {۲۳}

* قول باری ہے : ﴿یاأیھاالذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلاث مرات ○ سورہ نور آیت ۵۸﴾ حسن بصریؒ نے لفظ الحلم کی قراءت حرف حا کے کسرہ اور حرف لام کے سکون کے ساتھ کی ہے جبکہ باقی قراء نے اس کی قراءت دونوں حرفوں کے ضمہ کے ساتھ کی ہے۔ {۲۴}

یہ بات ابن مجاہد اورالجزری نے فرما کر اس قرائت پر عدم تواتر کا حکم عائد کیا ہے۔

(ب) : قرآنی رسم الخط کے ساتھ عدم مطابقت کی بنا پر حسن بصریؒ کی ایک قراءت شاذہ درج ذیل ہے۔

* قول باری ہے : ﴿اھبطوا مصرًا فان لکم ماسالتم ○ سورہ بقرۃ آیت ۶۱﴾ حسن بصریؒ نے (مصرا) کی قراءت تنوین کے بغیر کی ہے {۲۵} حالانکہ قرآنی رسم الخط میں یہ لفظ الف کے اضافے کے ساتھ (مصرا) کی صورت میں وارد ہوا ہے۔

(ج) : عربی زبان کے ساتھ عدم موافقت کی بنا پر حسن بصریؒ کی ایک شاذ قراءت یہ ہے۔

* قول باری ہے : ﴿شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ○ سورہ بقرۃ آیت ۱۸۵﴾ حسن اور ابو عمر سے پہلے حرف را کا دوسرے حرف را کے ساتھ

{۲۲} زادالمسیر ج ۱ ص ۱۷۲۔

{۲۳} فتح القدیر ج ۴ ص ۴۰۔

{۲۴} فتح القدیر الشوکانی ج ۴ ص ۵۰۔

ادغام مروی ہے۔ حالانکہ یہ بات اس لئے جائز نہیں کہ التقائے سا کنین نہ ہو جائے۔
{۲۶} یہ شاذ قراءت ہے۔ اس کا ذکر نہ تو ابن الجزری نے کیا ہے اور نہ ابن مجاہد نے۔

{۲۵} زاد المسیر لابن الجوزی ج ۱ ص ۸۹۔

{۲۶} القرطبی ج ۲ ص ۲۹۷۔

فصل سادس

اسباب و مکان نزول کی طرف حسن بصریؒ کی توجہ

حضرات مفسرین کا یہ طریق کار چلا آرہا ہے کہ وہ نزول آیت کے سبب کے ذکر سے ابتداء کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شان نزول کا ذکر نص قرآنی کے فہم کا ایک وسیلہ ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ وسائل کے ذکر کو مقاصد کے ذکر پر مقدم رکھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے اس بات کی طرف پوری توجہ دی ہے بلکہ بعض نے تو اس سلسلے میں الگ سے تصانیف کی ہیں مثلاً علی بن المدینی جو امام بخاری کے شیخ ہیں۔ ان میں سے سب سے مشہور تصنیف الواحدی کی کتاب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس علم کے بڑے فوائد ہیں۔ ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اس کے ذریعے حکم کی تشریع کی وجہ حکمت بیان ہو جاتی ہے۔ دوسرا فائدہ معنی سے کماحقہ واقفیت ہو جاتی ہے۔ شیخ ابوالفتح القشیری نے فرمایا ہے کہ : "شان نزول کا بیان کتاب عزیز کے فہم کا ایک قوی ذریعہ ہے۔ یہ بات صحابہ کرامؓ کو ان قرائن کے ذریعے حاصل ہو جاتی تھی جو واقعات کے گرد موجود ہوتے"۔ [1]

چونکہ سبب نزول ایک ایسا موقوف امر تھا جس کے متعلق اجتہاد کی بناء پر کچھ کہنا

درست نہیں ہوتا اس لئے یہ علم صحابہ کرامؓ پر موقوف رہا جنھوں نے اپنی آنکھوں سے تنزیل قرآن کا مشاہدہ کیا تھا یا پھر یہ کبار تابعین مثلاً حسن بصریؒ، زہری اور ابن المسیب وغیرھم سے مروی اقوال پر موقوف رہا۔

بعض حضرات تو اسباب نزول کے سلسلے میں کبار تابعین کے قول کو صحابی کے قول کا درجہ دیتے ہیں، کیونکہ ان کے خیال میں کوئی تابعی اس سلسلے میں اپنی رائے سے کوئی بات نہیں کہتا بلکہ ماثور روایت کے تحت کہتا ہے۔ صورت حال خواہ جو بھی ہو یہ علم اثر اور روایت پر موقوف ہے، رائے اور اجتہاد پر موقوف نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اس علم کی طرف زبردست توجہ دی تھی۔ معمر نے وہب بن عبداللہ بن ابی الطفیل سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :

> "میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا کہ وہ خطبے کے دوران فرماتے : "مجھ سے پوچھو، خدا کی قسم، تم مجھ سے جو بات بھی پوچھو گے میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔ مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھو، خدا کی قسم کوئی آیت ایسی نہیں جس کے متعلق مجھے یہ علم نہ ہو کہ وہ رات کے وقت نازل ہوئی تھی یا دن کے وقت، پہاڑی مقام پر نازل ہوئی تھی یا میدانی علاقے میں"۔ {۲}

صحیح مسلم کے اندر فضائل صحابہ کے باب {۳} میں روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

{۱} البرھان للزرکشی ج ۱ ص ۲۳۔

{۲} مناھل العرفان للزرقانی ج ۱ ص ۴۸۲۔

{۳} صحیح مسلم۔ ج ۴ ص ۱۹۱۳

"قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں' اللہ کی کتاب میں
کوئی ایسی سورت نہیں جس کے متعلق مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں نازل
ہوئی' کوئی آیت ایسی نہیں جس کے متعلق میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ کس
سلسلے میں نازل ہوئی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کوئی شخص مجھ سے بڑھ کر
کتاب اللہ کا علم رکھتا ہے اور اس کے پاس اونٹ پر سوار ہو کر جانا پڑتا تو
میں اونٹ پر سوار ہو کر اس کے پاس جاتا"۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیشہ فرمایا کرتے : "مجھ سے پوچھو' مجھ سے پوچھو"۔

اس سلسلے میں کبار تابعین بھی حضرات صحابہ کرام ؓ کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ مثلاً ہمارے امام حسن بصری ؒ وغیرہ۔ وہ تفسیر کے سلسلے میں اسباب نزول کو بھی چھیڑتے اور اپنے آپ سے سوال کر کے اس کا خود ہی جواب دیتے تاکہ لوگوں کو اسباب نزول کا علم ہو جائے۔ چنانچہ قول باری : ﴿ **ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله والله رؤف بالعباد ○ سورة بقرة آیت ۲۰۷** ﴾ کی تفسیر کے سلسلے میں حسن بصری ؒ نے لوگوں سے استفسار کیا : "تمہیں معلوم ہے کہ یہ آیت کس بارے میں نازل ہوئی؟ اس کا نزول اس سلسلے میں ہوا کہ مسلمان کافر کے سامنے آئے ...... الخ {۴}

حسن بصری ؒ صحابہ کرام ؓ سے اسباب نزول کی روایت کرتے ہیں۔ لیکن مفسرین بعض دفعہ صحابی سے حسن بصری ؒ کی روایت کی سند بیان کر دیتے ہیں اور بعض دفعہ سند کے ذکر کے بغیر روایت بیان کرتے ہیں۔ سند کے ذکر کے ساتھ حسن بصری ؒ کی مروی روایت کی مثال ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

{۴} تفسیر الطبری ج ۴ ص ۲۵۹' زاد المسیر لابن الجوزی ج ص ۲۲۴۔

* قول باری ہے : ﴿ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون ○ سورہ اعراف آیت ۲۰۴ ﴾ اس کی تفسیر صرف امام احمد نے حسن بصریؒ سے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کی ہے۔ {۵}

ہمیں ابوسعید مولیٰ بنی ہاشم نے روایت بیان کی' انہیں عبادہ بن میسرہ نے حسن بصریؒ سے' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا : "جو شخص کتاب اللہ کی ایک آیت غور سے سنے اس کے لئے ایک نیکی کئی گنا کرکے لکھ دی جائے گی' اور جو شخص اسے تلاوت کرے تو یہ آیت اس کے لئے قیامت کے دن نور بن جائے گی"۔

ابن کثیر نے حسن بصریؒ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیر کے سلسلے میں جو روایتیں بیان کی ہیں ان کی ایک مثال درج ذیل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا : "حضور ﷺ جب نماز کے اندر اونچی آواز میں قرآن کی قراءت فرماتے تو مشرکین وہاں سے ادھر ادھر ہو جاتے اور آپ کی قراءت سننے سے انکار کر دیتے۔ اگر کوئی شخص حضور ﷺ کی نماز کے اندر قراءت سننا چاہتا تو مشرکین کے خوف سے ان کی نظر بچا کر چوری چھپے سن لیتا' جب اسے پتہ چل جاتا کہ انہیں یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ وہ آپ کی قراءت کان لگا کر سن رہا ہے تو ان کی ایذاء رسانی کے ڈر سے وہاں سے ٹل جاتا اور پھر آپ کی قراءت نہ سن سکتا۔ اگر آپ ہلکی آواز میں قراءت فرماتے تو جو لوگ آپ کی قراءت سننا چاہتے وہ کچھ نہ سن سکتے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی : ﴿ ولا تجهر بصلوتک ○ سورہ اسراء آیت ۱۱۰ ﴾ یعنی اپنی قراءت اونچی آواز سے نہ کیجئے۔ کہ یہ لوگ آپ سے ادھر ادھر ہو جائیں ولا تخافت بها اور اسے نیچی آواز سے بھی نہ پڑھیے) کہ جو شخص چوری چھپے آپ کی یہ قراءت سننا چاہے وہ سن نہ سکے' ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کی قراءت سن کر

{۵} مسند احمد - ج ۲ ص ۳۴۱

اس کی طرف دھیان دے اور اسے اس سے فائدہ ہو بلکہ (**وابتغ بین ذلک سبیلا** ان دونوں باتوں کے درمیان کوئی راہ تلاش کیجئے) {۶}

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"ایک رات حضور ﷺ نے مکہ میں تہجد کی نماز ادا کی، آپ سجدے کی حالت میں "یا رحمن یا رحیم" کہتے جسے سن کر مشرکین کہنے لگے : محمد ﷺ پہلے تو ایک الہ کو پکارتے تھے اور اب دو کو پکارتے ہیں۔ یعنی اللہ اور رحمن کو، ہم تو رحمن کے نام کے ذریعے صرف یمامہ کے رحمن سے واقف ہیں"۔ ان کا اشارہ مسیلمہ کذاب کی طرف تھا، اس پر اللہ سبحانہ نے یہ آیت نازل فرمائی"۔

حضرات مفسرین نے سند کا ذکر کئے بغیر حسن بصریؒ کی جو روایتیں بیان کی ہیں ان کی ایک مثال درج ذیل ہے۔

* قول باری ہے : ﴿**فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا۔ فمن الناس من یقول ربنا آتنا فی الدنیا وما لہ فی الآخرۃ من خلاق**۝ **سورہ بقرۃ آیت ۲۲۰**﴾ اس کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے فرمایا : "عرب کے لوگ جب کوئی بات کرتے یا کہتے تو "ہمارے باپ کی قسم، ہم نے فلاں فلاں کام کئے" کے الفاظ استعمال کرتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ {۷}

{۶} تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۱۲۷۔ تفسیر الطبری ج ۱۵ ص ۱۲۳۔ اس جیسی روایت امام احمد نے "مسند احمد" ج ۱ ص ۲۳، ۲۱۵، میں امام بخاری نے "کتاب التوحید" ج ۹ ص ۱۷۴، ۱۷۵۔ میں اور امام مسلم نے کتاب الصلوۃ جلد ۲ ص ۳۴، میں کی ہے۔ اس کا ذکر الواحدی نے اپنی کتاب اسباب النزول ص ۲۲۳، میں حضرت ابن عباس کی روایت سے کیا ہے۔

{۷} زاد المسیر لابن الجوزی ج ۱ ص ۲۱۵۔

ابن الجوزی نے اپنی محولہ بالا کتاب میں یہ روایت اسی طرح بیان کی ہے لیکن ابن کثیر نے ابن جریر سے اور انہوں نے ایک گروہ سے اس روایت کی سند بھی بیان کی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول بھی نقل کیا ہے۔ ابن کثیر نے سلسلہ سند ان الفاظ میں بیان کیا ہے "ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ابو وائل ' عطاء بن ابی رباح (ان کا ایک قول یہ ہے) ' سعید بن جبیر ' عکرمہ (ان کا ایک قول یہ ہے) ' مجاہد ' سدی' عطاء ' خراسانی ' ربیع بن انس ' قتادہ ' محمد بن کعب اور مقاتل بن حبان سے بھی اسی طرح کی روایت کی گئی ہے"۔ {۸}

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسباب نزول کے ذکر کے دوران حسن بصریؒ معنی بیان کرنے کا اہتمام کرتے۔ بعض دفعہ وہ اس تفصیل کا بھی ذکر کرتے جس کے ذریعے شان نزول کی وضاحت ہو جاتی تاکہ سامعین کے لئے آیت کے معنی واضح اور جلی انداز میں بیان ہو جائیں۔ مثلاً

* قول باری ہے : ﴿ **فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم ..... الخ** ﴾ کے اسباب نزول کے سلسلے میں مفسرین نے بہت سے اقوال بیان کئے ہیں۔ مثلاً مجاہد کا یہ قول نقل ہوا ہے کہ : "اہل جاہلیت جب حج کے موقع پر اکٹھے ہوتے تو اپنے آباء واجداد کے کارنامے اور ان کی بہادری کے گیت گاتے اور اپنے انساب کا ذکر کر کے ان پر اکڑتے اور فخر کا اظہار کرتے ' اس پر اللہ نے درج بالا آیت نازل فرمائی"۔ {۹}

یہاں ابن الجوزی حسن بصریؒ کا قول پوری تفصیل سے بیان کرتے ہیں جس میں مذکور ہے کہ اہل جاہلیت کس طرح اپنے آباء واجداد کا ذکر کرتے اور اپنے انساب پر کس طرح اکڑتے اور فخر کا اظہار کرتے۔ چنانچہ حسن کا قول ہے : "اہل جاہلیت موسم

{۸} تفسیر ابن کثیر ج ' ص ۳۵۵۔

{۹} اسباب النزول ص ۴۲۔

یعنی حج کے موقع پر اکٹھے ہوتے اور پھر ان میں سے کوئی اٹھتا اور کہتا : "میرا باپ لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا' اور دوسروں پر عائد شدہ تاوان ادا کرتا تھا' وغیرہ وغیرہ"۔ انہیں اپنے آباء واجداد کے کارنامے بیان کرنے کے سوا اور کوئی بات نہیں آتی تھی۔ اس پر اللہ سبحانہ نے حضور ﷺ پر درج بالا آیت نازل فرمائی۔ {۱۰}

بعض دفعہ حسن بصریؒ اس کے برعکس طریقہ اختیار کرتے یعنی سبب نزول بیان کرنے میں اجمال سے کام لیتے اور تفصیل میں نہ جاتے۔ اس کی مثال حسن بصریؒ کا قول ہے جس کا ذکر انہوں نے قول باری ہے : ﴿ **نسا ؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم** ﴾ کا سبب نزول بیان کرتے ہوئے کیا ہے۔ {۱۱} حالانکہ تابعین سے یہ سبب نزول مفصل صورت میں مروی ہے۔ مجاہد نے کہا ہے کہ : "میں نے پورا قرآن سورہ فاتحہ سے لے کر آخر تک تین مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو سنایا' میں ہر آیت پر ٹھہر کر ان سے اس کے متعلق دریافت کرتا حتی کہ میں اس آیت (**نسا ؤکم حرث لکم**..... **الخ**) پر پہنچ گیا۔ اس مقام پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا : "قریش کے لوگ عورتوں سے شادی کرنے کے بعد ان کے قبل اور دبر یعنی آگے اور پیچھے دونوں جانب سے جنسی لذت اندوزی کرتے۔ جب یہ لوگ مدینہ آئے اور یہاں آکر انصاری خواتین سے عقد زوجیت کیا اور پھر اپنی پرانی عادت دہرانی چاہی تو ان خواتین نے اسے بہت ہی ناپسند کیا اور کہا کہ "یہاں ہمارے ساتھ اس طرح ہم بستری نہیں کی جاتی"۔ پھر یہ بات پھیل گئی حتی کہ حضور ﷺ تک جا پہنچی۔ اس پس منظر میں اللہ سبحانہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی' {۱۲} "یعنی اگر تم چاہو تو بیوی کو بٹھا کر اس کے ساتھ ہم بستری کرو اور چاہو تو سامنے کی جانب سے یا پیچھے کی جانب سے' لیکن اس مقام

{۱۰} زاد المسیر لابن الجوزی ج ا ص ۲۱۵۔

{۱۱} دیکھئے اسباب النزول للواحدی ص ۵۲' ۵۳۔

{۱۲} اسباب النزول للواحدی ص ۵۲' ۵۳۔

پر جنسی اتصال کرو جو بچے کی پیدائش کے لئے فطری ذریعہ ہے۔ اس لئے فرمایا ہے کہ "اپنی کھیتی میں جاؤ جس مقام سے چاہو"۔

بعض دفعہ حسن بصریؒ سبب نزول بیان کرنے میں اجمال سے کام لیتے ہوئے صرف ایک کلمہ پر اکتفاء کرلیتے ہیں مثلاً قول باری : ﴿ **وانفقوا فی سبیل الله ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة واحسنوا ان الله یحب المحسنین ○ سورہ بقرۃ آیت ۱۹۵** ﴾ کی تفسیر کے سلسلے میں حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا : "یہ آیت نفقہ کے بارے میں نازل ہوئی"۔ {۱۳} ہم ابھی سبب نزول بیان کرنے میں ایک کلمہ پر اکتفاء کرنے کی بات کررہے تھے، اس کے ساتھ "الواحدی" اس آیت کا سبب نزول ایک طویل تفصیل کے ساتھ ان الفاظ میں بیان کرتے نظر آتے ہیں :

"مجھے الحکم بن عمران نے بتایا کہ ہم قسطنطنیہ کے مقام پر تھے اور مصر کے حاکم حضور ﷺ کے صحابی حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ تھے۔ شہر سے رومیوں کا ایک بڑا لشکر نکلا۔ مسلمانوں کا بھی ایک بڑا لشکر ان کے بالمقابل صف آرا ہوگیا۔ مسلمانوں کی صف سے ایک مجاہد نکلا اور اس نے رومیوں کی صف پر حملہ کردیا اور ان کی صفوں میں گھس گیا اور پھر لڑبھڑ کر واپس ہماری طرف آنے لگا۔ اسے دیکھ کر لوگ چیخ اٹھے اور کہنے لگے : "سبحان اللہ، اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا تھا" یہ سن کر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور فرمایا : "لوگو! تم اس آیت کی غلط تاویل کررہے ہو، یہ آیت تو ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جب اللہ سبحانہ نے اپنے دین کو قوت بخشی اور اس کے پیروکاروں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تو ہم میں سے بعض لوگ حضور ﷺ سے چھپا کر

{۱۳} تفسیر الطبری ج ۳ ص ۵۸۶، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۳۱۔

ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ : "ہمارے اموال ضائع ہو گئے' اگر ہم اپنے ضائع شدہ اموال کے پاس رہ کر ان کی دیکھ بھال کریں تو زیادہ بہتر ہو"۔ اس پر اللہ سبحانہ نے اپنی کتاب میں آیت نازل کر کے ہمارے ارادوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا : ﴿ **وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکة** ﴾ یعنی اپنے اموال کے پاس رہ کر ان کی دیکھ بھال کرنے کی تردید کردی اور ہمیں جہاد پر نکلنے کا حکم دیا"۔ اس کے بعد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ مسلسل جہاد فی سبیل اللہ میں رہے حتی کہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ {۱۴}

بعض دفعہ حسن بصری ؒ اور دیگر مفسرین کوئی سبب نزول بیان کرتے ہیں' لیکن وہ اسے متعلقہ آیت کا حقیقی سبب نزول نہیں سمجھتے بلکہ وہ اس آیت کے حکم کو اس کے غیر اسباب نزول کی طرف تعدیہ کردینے کے قبیل سے ہوتا ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ظہار کی آیت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی حالانکہ یہ آیت حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ ظہار کی آیت حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ رہ گیا حضرت صخر رضی اللہ عنہ کا واقعہ تو یہ آیت کا سبب نزول نہیں تھا۔ {۱۵}

اسی طرح حسن بصری ؒ کا وہ قول ہے جو انہوں نے آیت : ﴿ **ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد ○ سورہ بقرة آیت ۲۰۷** ﴾ کے متعلق فرمایا تھا کہ : "یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی کہ مسلمان کافر کا سامنا کرتے ہوئے اس سے کہتا ہے کہ : "لا الہ الا اللہ کہو' اگر تم یہ کلمہ پڑھ لوگے تو میرے ہاتھوں سے اپنی جان اور اپنا مال محفوظ کرلوگے' البتہ کسی حق کے بدلے

{۱۴} اسباب النزول للواحدی ص ۳۸' ۳۹۔

{۱۵} ابن کثیر ج ۴ ص ۳۱۸' ۳۲۲۔

تمہاری جان اور تمہارے مال پر ہاتھ ڈالا جا سکے گا"۔ لیکن کافر کلمہ پڑھنے سے انکار کردیتا ہے۔ اس پر مسلمان کہتا ہے : "خدا کی قسم' میں اپنی جان فروخت کردوں گا"۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھتا ہے اور کافر سے لڑتا ہوا شہید ہو جاتا ہے"۔ یہاں حسن بصریؒ نے مذکورہ بالا سبب کا ذکر کیا ہے حالانکہ یہ حقیقی سبب نزول نہیں ہے۔ لیکن چونکہ آیت کا معنی اس پر منطبق ہوتا تھا اس لئے حسن بصریؒ نے اسے سبب نزول قرار دیا۔ جس طرح علماء کہتے ہیں کہ: "اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے خصوص سکا نہیں ہوتا"۔

مذکورہ بالا آیت کا سبب نزول حسن بصریؒ نے کسی اور مقام پر بیان کیا ہے' ان سے نیز ابن زید سے مروی ہے کہ سعید بن المسیب نے کہا تھا کہ :

"حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے حضور ﷺ کی طرف آنے لگے تو قریش کے چند افراد نے ان کا تعاقب کیا' یہ دیکھ کر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اپنی سواری سے اتر پڑے اور ترکش سے اپنے تمام تیر نکال کر کمان سنبھال لی اور فرمایا "قریشیو' تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے قبیلے کا ایک فرد ہوں' خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم اس وقت تک میرے قریب نہیں آسکتے جب تک میں اپنے تمام تیر نہ چلا لوں اور پھر میں اپنی تلوار اس وقت تک چلاتا رہوں جب تک یہ میرے ہاتھ میں رہے' اس کے بعد تو جو چاہو میرے ساتھ کرلو"۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا : "ہمیں تم مکہ میں اپنے مکان اور اپنے مال کا پتہ بتادو' ہم تمہیں جانے دیں گے" انہوں نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے وعدہ کیا کہ اگر وہ مذکورہ چیزوں کا پتہ بتادیں گے تو وہ انہیں جانے دیں گے۔ چنانچہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کرلیا۔ پھر جب وہ حضور ﷺ کے پاس مدینہ منورہ پہنچ گئے اور آپ کو تمام باتیں بتادیں تو آپ نے فرمایا : "یہ نفع کا سودا ہے' یہ نفع کا سودا ہے" اس پر اللہ تعالیٰ نے درج بالا آیت نازل فرمائی۔ {۱۶}

اسباب نزول کے بارے میں اپنی بحث کے اختتام پر میں یہ حقیقت بیان کیے بغیر نہیں

رہوں گا کہ حسن بصری" زمانہ نزول کی طرف بھی پوری توجہ دیتے تھے' وہ یہ ضرور بیان کرتے کہ فلاں سورت کہاں نازل ہوئی؟ مکہ معظمہ میں یا مدینہ منورہ میں۔ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ بیان کو علوم قرآن نیز تفسیر آیات کے اندر بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مثلاً سورہ فاتحہ کے بارے میں انہوں نے فرمایا کہ یہ مکی سورت ہے اور سورہ بقرہ کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ یہ مدنی سورت ہے' بلکہ اس کی تفصیل بھی بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی یہ پہلی سورت ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ بلا اختلاف مدنی سورت ہے۔ عکرمہ سے بھی یہی قول منقول ہے کہ مدینہ میں نازل ہونے والی سب سے پہلی سورت سورہ بقرہ ہے۔ {۱۷}

{۱۶} اسباب النزول للواحدی ص ۴۳۔

{۱۷} زاد المسیر لابن الجوزی ج۱ ص۱۹' اسباب النزول للواحدی ص ۳

ضمیمہ

خلیفہ عبدالملک بن مروان کے نام حسن بصریؒ کے مراسلے کا متن :

یہ متن جرمن زبان میں شائع شدہ کتاب "دراسات التصوف والزھد عبر التاریخ" مؤلفہ وان 'ایچ' ریٹر ص ۶۷ تا ۸۱ سے ماخوذ ہے۔

* حسن بصریؒ کے نام عبدالملک کا مراسلہ :

یہ مراسلہ امیرالمومنین عبدالملک بن مروان کی طرف سے حسن بصریؒ بن ابی الحسن البصریؒ کے نام ہے۔

السلام علیکم !

میں تمہارے سامنے اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں...

امابعد ' تمہارے بارے میں امیرالمومنین کو قدر کی تعریف کے سلسلے میں ایسی باتیں پہنچی ہیں جو سلف میں سے کسی کی طرف سے نہیں پہنچیں اور جو لوگ صحابہ کرام سے ملے ہیں یعنی تابعین ' ان میں سے امیرالمومنین کو کسی ایسے شخص کے بارے میں کوئی علم نہیں جس نے وہ باتیں کی ہوں جو تمہاری طرف سے امیرالمومنین کو پہنچی ہیں۔ تمہارے متعلق امیرالمومنین کے علم میں یہ بات تھی کہ تمہارے رویے میں صلاح و تقویٰ کا پہلو

ہے۔ دینداری میں تم نمایاں ہو، تمہیں فقہ کے اندر بھی درک حاصل ہے اور تمہارے دل میں فقہ کی طلب کا شوق بھی ہے لیکن پھر امیرالمومنین کو تمہارا مذکورہ قول سخت ناپسند آیا۔ اب تم قدر کے بارے میں اپنا قول اور اپنا مسلک امیرالمومنین کو لکھ بھیجو اور یہ بتاؤ کہ تم نے جو یہ مسلک اختیار کیا ہے اس کی بنیاد حضور ﷺ کے کسی صحابی سے مروی کوئی روایت ہے یا تمہاری اپنی رائے ہے یا کوئی اور بات ہے جس کی تصدیق قرآن سے معلوم کی جاسکتی ہو۔ کیونکہ ہم نے اس معاملے میں تم سے پہلے کسی کو لب کشائی کرتے ہوئے یا جھگڑتے ہوئے نہیں سنا، اس لئے تم امیرالمومنین کو اپنی رائے کا ماحصل بتادو اور اس کی وضاحت کردو۔

والسلام علیک ورحمه الله وبرکاته۔

جواب میں حسن بصریؒ کا مراسلہ بنام عبدالملک

حسن بصریؒ کی طرف سے اللہ کے بندے عبدالملک کے نام،

امیرالمومنین، السلام علیک ورحمۃ اللہ
میں آپ کے سامنے اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ...

امابعد... اللہ تعالیٰ امیرالمومنین کو صلاح کی توفیق دے اور اسے اپنے ان دوستوں میں سے کردے جو اس کی اطاعت پر کمربستہ ہوکر اس کی خوشنودی کے طلبگار ہیں اور اس کے احکامات بجالانے میں پوری چستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ امیرالمومنین اب دنیا سے کوچ کر جانے والے کثیر لوگوں کے بعد بچ رہنے والے تھوڑے سے لوگوں کے درمیان ہیں اور یہی تھوڑے سے لوگ وہ اہل خیر ہیں جن کی طرف لوگوں کی نظریں اٹھتی ہیں اور جن کی باتوں پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے اور جنہیں اعمال کے اندر مقتدیٰ بنایا جایا جاسکتا

ہے۔ امیرالمومنین، ہم نے سلف کے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو اللہ کے حکموں پر عمل کرتے، اللہ کی حکمتوں کی روایت کرتے اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کا دامن تھامتے تھے۔ یہ لوگ کسی حق بات سے انکار نہ کرتے، کسی باطل امر کو حق قرار نہ دیتے اور نہ ہی رب کی ذات کے ساتھ کسی ایسی بات کا ناطہ جوڑتے جس کا ناطہ خود رب نے اپنی ذات کے ساتھ نہ جوڑا ہو۔ نیز کسی ایسی بات کو حجت قرار نہ دیتے جسے خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے اندر اپنی مخلوق پر حجت نہ ٹھہرایا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون' ما ارید منهم من رزق وما ارید ان یطعمون ○ سورہ ۵۱' آیت ۵۶'۵۷ ﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں جس کے لئے اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ نے اپنے بندوں کو ایک مقصد کے لئے پیدا کیا ہو اور پھر وہ بندوں اور مذکورہ مقصد کے درمیان حائل ہو جائے کیونکہ اللہ سبحانہ بندوں پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ سلف میں سے جو حضرات گزر چکے ہیں ان میں سے کوئی بھی اس بات سے انکار نہیں کرتا تھا اور نہ ہی اس بارے میں کوئی بحث و مباحثہ کھڑا کرتا تھا کیونکہ وہ سب کے سب اس معاملے میں ایک ہی بات پر متفق تھے۔ (حسن بصریؒ کا اشارہ قدر کے مسئلے کی طرف تھا) ہم نے اس مسئلے میں اس وقت لب کشائی کی جب لوگوں نے سلف کا طریقہ چھوڑ کر اس سے انکار کا راستہ اختیار کیا اور گمراہ کن آراء کا اظہار کرتے ہوئے نہ صرف اللہ کی کتاب کی تحریف کی بلکہ ہلاکت انگیز گناہوں کا ارتکاب کیا۔ حالانکہ اللہ کے دین کی بنیاد لوگوں کی آرزوؤں پر نہیں ہے۔ ارشاد باری ہے : ﴿ لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتاب' من یعمل سوء یجز به ○ سورت ۴ آیت ۱۲۳ ﴾ اس لئے ہر ایسا قول گمراہی ہے جس کے حق میں اللہ کی کتاب سے کوئی برہان موجود نہ ہو۔ ارشاد ہے : ﴿ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ○ سورت ۲ آیت ۱۱۱ ﴾ یعنی تم میری طرف جن جھوٹی باتوں کی نسبت کرتے ہو اور جو باتیں تم نے اپنی خواہشات کی پیروی میں ایجاد کی ہیں اگر تم ان باتوں میں سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

ارشار باری ہے : ﴿ فعلموا ان الحق لله وضل عنهم ماکانوا یفترون ○
سورہ ۲۸ آیت ۷۵ ﴾

امیرالمومنین، آپ کو یہ اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی طرف سے آپ پر کونسی باتیں لازم کردی گئی ہیں اور پھر ان لوگوں کی خواہشات سے کنارہ کش ہو جائیں جو نہیں جانتے کہ اللہ کا کیا حکم ہے اور اس کا فیصلہ کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے : ﴿ ذلک بان الله لم یک مغیرا نعمة انعمها علی قوم حتی یقیروا مابانفسهم ﴾ نعمت کی ابتداء اللہ کی طرف سے ہوتی اور بندوں کی طرف سے اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کے ذریعے اس نعمت کی شکل بدل دی جاتی۔ جس طرح یہ ارشاد باری ہے : ﴿ الم تر الی الذین بدلوا نعمة الله کفرا واحلوا قومهم دارالبوار جهنم یصلونها وبئس القرار ○ سورت ۱۴ آیت ۲۸، ۲۹ ﴾ اس طرح نعمت تو اللہ کی طرف سے دی جاتی اور بندوں کی طرف سے اس میں تبدیلی کردی جاتی۔ کیونکہ بندے اللہ کے اوامر کو چھوڑ کر اس کے نواہی پر عمل پیرا ہو جاتے۔ ارشاد باری ہے : ﴿ ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن ○ سورت ۶ آیت ۱۵۱ ﴾ اللہ نے جس کام سے منع فرمادیا وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ان باتوں پر خوش نہیں ہوتا۔ جسے اس نے ناپسند کردیا ہو اور جس بات پر خوش ہو جائے اسے ناپسند نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے : ﴿ ان تکفروا فان الله غنی عنکم ولا یرضی لعباده الکفر و ان تشکروا یرضه لکم سورت ۳۹ آیت .... ﴾ اگر کفر اللہ کی قضاء میں سے ہوتا تو اللہ اس شخص سے خوش ہو جاتا جو کفر پر عمل پیرا ہے۔ ایسا بھی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ ایک بات کا فیصلہ فرمادے اور پھر اپنے فیصلے پر خوش نہ ہو۔ ظلم و جور اللہ کی قضاء میں سے نہیں ہے، بلکہ اللہ کی قضاء یعنی اس کا فیصلہ یہ ہے کہ اس نے معروف کا حکم دیا ہے۔ نیز عدل و احسان کرنے اور قرابت داروں پر مال خرچ کرنے کا امر فرمایا ہے اور فحش باتوں نیز منکرات اور سرکشی سے منع فرمایا ہے۔ اس کا ارشاد ہے : ﴿ وقضی ربک الا

تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا ○ سورت ۱۷ آیت ۲۳ ﴾ امیرالمومنین یہ ہے اللہ کی کتاب جو بول رہی ہے اور اللہ کی بات سے کس کی بات زیادہ اچھی ہو سکتی ہے۔ اس نے فرمایا : ﴿ **والذی قدر فهدی ○ سورت ۸۷ آیت ۳** ﴾ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ "اس نے مقدر کیا اور پھر گمراہ کردیا"۔ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے سامنے ساری باتیں واضح کردی ہیں اور ان کے دین کے معاملے میں کوئی شک و شبہ رہنے نہیں دیا کہ بندہ ہدایت کو تو اپنی ذات کی طرف منسوب کردے اور گمراہی کو اپنے رب کی طرف' بلکہ فرمایا : ﴿ **قل ان ضللت فانما اضل علی نفسی و ان اهتدیت فبما یوحی الی ربی** ﴾

ارشاد باری ہے : ﴿ **ان علینا للهدی ○ سورت ۹۲ آیت ۱۲** ﴾ یہاں یہ ارشاد نہیں ہوا کہ "ہمارے ذمہ گمراہی ہے"۔ اس لئے امیرالمومنین' آپ اللہ کی کتاب کو اس کے درست مقام پر رکھیے' اسے اپنے مقام سے نہ ہٹائیے اور نہ ہی اس کی غلط تاویل کیجئے۔ یہ بات اللہ کی ذات سے بہت بعید ہے کہ وہ اپنے بندوں کو علانیہ طور پر ایک بات سے روکے اور پھر خفیہ طور پر وہی بات ان پر مقدر کردے جیساکہ جاہل اور غافل لوگوں کا قول ہے اگر بات ایسی ہوتی تو اللہ ہرگز یہ نہ فرماتا : ﴿ **اعملوا ما شئتم۔ سورت ۴۱' آیت ۴۰** ﴾ بلکہ فرمایا: "تمہیں جس پر قدرت ہو اس پر عمل کرو"۔ نیز اللہ سبحانہ کا ارشاد یہ نہ ہوتا کہ : ﴿ **فمن شاء فلیومن و من شاء فلیکفر ○ سورت ۱۸ آیت ۲۹** ﴾ بلکہ یہ فرماتا: "جسے میں چاہوں وہ ایمان لے آئے اور جسے میں چاہوں وہ کفر کرلے" اللہ جل ذکرہ نے فرمایا : ﴿ **وکان امر الله قدرا مقدورا ○ سورت ۳۳ آیت ۳۸** ﴾ اس کا امر اس کا قدر اور اس کا قدر اس کا امر ہے۔ وہ بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں کا حکم نہیں دیتا۔ ایک قوم نے ایسی ہی بات کہی تھی اللہ نے ان کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا : ﴿ **واذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا علیها آباء نا والله امرنا بها' قل ان الله لا یامر بالفحشاء' اتقولون علی الله مالا تعلمون ○ سورت ۔ آیت ۲۸** ﴾ اللہ کی

کتاب ظلمت میں نور اور موت میں زندگی ہے۔ اللہ نے اپنی کتابیں اور اپنے رسل بھیجنے کے بعد بندوں کے لئے کوئی حجت باقی رہنے نہیں دی تاکہ : ﴿ **لیھلک من ھلک عن بینة و یحیی من حی عن بینة** ○ سورت ۸ آیت ۴۲ ﴾ امیرالمومنین' آپ اس ارشاد باری پر غور کیجئے : ﴿ **لمن شاء منکم ان یتقدم او یتاخر** ○ سورت ۸ آیت ۳۷ ﴾ یہ اس لئے فرمایا کہ اس نے بندوں کے اندر ایک قدرت ودیعت کر دی ہے جس کے ذریعے وہ آگے بڑھ سکتے ہیں یا پیچھے ہٹ سکتے ہیں تاکہ نیکی کرنے والا جنت کا مستحق قرار پائے اور بدی کرنے والا جنہم کا سزوار بن جائے۔ اگر صورت حال وہ ہوتی جسے باطل پرستوں نے اپنا مسلک بنالیا ہے تو پھر بندوں کے اختیار میں نہ ہو تاکہ وہ آگے بڑھیں اور نہ ہی ان کے اختیار میں ہو تاکہ وہ پیچھے ہٹیں نیز آگے بڑھنے والے کے لئے نہ تو کسی تعریف کی گنجائش ہوتی اور نہ ہی پیچھے ہٹنے والے پر اس کے عمل کے سلسلے میں کوئی ملامت لازم ہوتی۔ اس لئے کہ ان کے خیال کے مطابق ان کا یہ عمل نہ توان سے صادر ہوا ہے اور نہ ہی انہیں اس کا اختیار تھا بس ایک کام تھا جو ان سے ہوگیا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ ان کی جزا و سزا کا ذکر کرتے ہوئے اسے اس عمل کا بدلہ قرار دیتا جو اس نے ان کے ساتھ کیا تھا اور یہ بدلہ ایسا ہوتا جو ان پر لکھدیا گیا تھا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا : ﴿ **جزاء بما کانوا یعملون** ○ سورت ۳۲ آیت ۱۷ ﴾ امیرالمومنین' لوگوں نے کتاب اللہ کی مخالفت کرتے ہوئے اس کی تحریف کر دی ہے۔ اللہ کی کتاب تو ایسی نہیں ہے کہ اس کا بعض حصہ بعض دوسرے حصے کی تکذیب کرے بلکہ اللہ کے بیان کے مطابق یہ کتاب "احسن الحدیث" ہے اور اس کے حصے ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ کتاب :

﴿ **تنزیل من حکیم حمید** ○ سورت ۴۱ آیت ۴۲ ﴾ ہے۔ پھر امیرالمومنین' آپ کو اللہ کے اس ارشاد پر غور کرنا چاہیے : ﴿ **ونفس وما سواھا فالھمھا فجورھا وتقواھا** ○ سورت ۹۱ آیت ۷' ۸ ﴾ اللہ سبحانہ نے ابن آدم کی فطرت میں الہامی طور پر فجور اور تقویٰ کی شناخت کا شعور ودیعت کر دیا ہے۔ پھر فرمایا

: ﴿قد افلح من زکاھا وقد خاب ما دساھا ○ سورت ۹۱- آیت ۹،۱۰﴾ اگر اللہ ہی ابن آدم کی فطرت خاک میں ملادے یعنی اسے رب کی نافرمانی کی راہ پر لگادے تو پھر ایسے بندے سے اس کی ناراضگی کیسی؟ بندے نے تو اپنی فطرت خاک میں نہیں ملائی۔ پھر امیرالمومنین' ذرا اس ارشاد باری پر غور کریں : ﴿وقالوا ربنا من قدم لنا ھذا فزدہ عذابا ضعفا فی النار- سورت ۳۸' آیت ۶۱﴾ اگر اللہ ہی ان کے سامنے کفر پیش کردیتا تو پھر کافر بندوں سے وہ ناراض کیوں ہوتا؟ لیکن اللہ نے بیان فرمادیا کہ کس نے ان کے سامنے کفر پیش کیا اور کون ان کی گمراہی کا ذمہ دار ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا : ﴿وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراء نا فاضلونا السبیلا ○ سورت ۳۳ آیت ۶۷﴾ یہ ان کے سردار اور ان کے بڑے تھے جنھوں نے ان کے سامنے کفر پیش کیا تھا اور انہیں راہ راست سے بھٹکا دیا تھا حالانکہ وہ پہلے راہ راست پر چل رہے تھے۔ پھر امیرالمومنین' ذرا اس آیت پر غور فرمایئے : ﴿ربنا ارنا اللذین اضلانا من الجن والانس نجعلھما تحت اقدامنا لیکونا من الاسفلین ○ سورت ۴۱ آیت ۲۹﴾ اللہ نے فرمایا : ﴿انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرا واما کفورا ○ سورت ۷۶ آیت ۳﴾ یعنی اللہ فرماتا ہے کہ: "ہم نے اسے راہ راست کی معرفت عطا کردی اب وہ یا تو شکر کرے گا تو ہم اسے اس کی جزا دیں گے یا وہ کفر کرے گا تو ہم اسے اس کے کفر کی سزا دیں گے"۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے : ﴿ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان اللہ غنی حمید ○ سورت ۳۱ آیت ۱۲﴾ اسی طرح اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے : ﴿واضل فرعون قومہ وما ھدی ○ سورت ۲۰ آیت ۷۹﴾ اس لئے امیرالمومنین' آپ بھی وہی بات کہئے جو بات اللہ نے فرعون کے بارے میں فرمائی ہے جس نے اپنی قوم کو گمراہ کردیا تھا' آپ اللہ کے قول میں اس کی مخالفت نہ کیجئے اور اللہ کی ذات سے صرف اس امر کے صدور کو تسلیم کیجئے جسے اللہ نے اپنی ذات کے لئے پسند فرمایا ہے۔ کیونکہ اس کا ارشاد ہے : ﴿ان علینا للھدی وان لنا للاخرۃ والاولی ○ سورت

۹۲ آیت ۱۲'۱۳ ﴾ اس لئے ہدایت تو اللہ کی طرف سے ہے اور گمراہی بندوں کی طرف سے ہے۔ پھر امیرالمومنین' اس ارشاد باری پر غور کیجئے : ﴿ وما اضلنا الا المجرمون ○ سورت ۲۶ آیت ۹۹ ﴾ نیز : ﴿ واضلهم السامری ○ سورت ۲۰ آیت ۸۵ ﴾ نیز : ﴿ ان الشیطان کان للانسان عدوا مبینا ○ سورت ۱۷ آیت ۵۳ ﴾ نیز : ﴿ واما ثمود فهدیناهم فاستحبوا العمی علی الهدی فاخذتهم صاعقة العذاب الهون بما کانوا یکسبون ○ سورت ۴۱ آیت ۱۷ ﴾ اس طرح ہدایت کی ابتداء اللہ کی جانب سے ہوئی اور ان کے اندھے پن کے استحقاق کی ابتداء ان کی گمراہ کن خواہشات سے ہوئی۔

امیرالمومنین' میری یہ گفتگو اور میرا یہ مراسلہ آپ کو طویل محسوس نہ ہو کیونکہ اس میں ان لوگوں پر واضح حجت قائم کردی گئی ہے جو اپنی ذات کو بری الذمہ قرار دے کر ظلم کی نسبت اپنے رب کی طرف کرتے ہیں۔ میں یہاں حضرت آدم علیہ السلام کی مثال پیش کرتا ہوں جو ہم سب کے جد امجد ہیں اور جو مقتدیٰ بننے کے زیادہ حق دار ہیں۔ ان سے جب خطا سرزد ہوگئی تو انہوں نے عرض کیا : ﴿ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین ○ سورت ۷ آیت ۲۳ ﴾ اس موقع پر آدم علیہ السلام نے یہ نہیں کہا : "اے ہمارے رب' یہ تیری قضاء وقدر ہے"۔ اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو قتل کردیا تو فوراً عرض کیا : ﴿ هذا من عمل الشیطان' انه عدو مضل مبین قال رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی' فغفرله ○ سورت ۲۸ آیت ۱۵'۱۶ ﴾ ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو فرمائیں : "یہ عمل شیطان کی طرف سے ہے" اور جاہل شخص کہے کہ : "یہ رحمٰن کا فعل ہے"۔ اللہ سبحانہ نے اپنی کتاب میں ہمارے سامنے اپنے جس بندے کا بھی قصہ بیان کیا ہے اس نے اسی بات کا اقرار واعتراف کیا ہے۔ ارشاد باری ہے : ﴿ فسولت له نفسه قتل اخیه فقتله فاصبح من

الخاسرین ○ سورت ۵ آیت ۳۰ ﴿ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آپ جس شخص سے یہ کہیں کہ: "تم ہی یہ ظلم ڈھانے والے ہو اور اس ظلم کی ابتداء تم سے ہی ہوئی ہے"۔ تو وہ اپنے متعلق یہ بات سننا گوارا نہیں کرے گا اور اس بات کا بہت برا منائے گا، لیکن یہ لوگ اللہ کی ذات کے بارے میں ایسی بات کہتے ہیں جسے وہ خود اپنے لئے پسند نہیں کرتے اور اپنی ذات کے بارے میں ایسی بات کہتے ہیں جو ان کی خواہشات کے عین مطابق ہوتی ہے۔ حالانکہ اس سلسلے میں صرف وہی لوگ تباہ ہوئے جن کے دلوں میں کجی تھی یہ لوگ صرف ان باتوں کی پیروی کرتے ہیں جن کا تعلق متشابہات سے ہے اور اس سے ان کی غرض صرف فتنہ پیدا کرنا ہے۔ یہ لوگ بحث وجدال پر اتر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے : ﴿ **یضل من یشاء و یهدی ○ سورت ۱۳ آیت ۲۷** ﴾ لیکن یہ لوگ اس کے ماقبل اور اس کے مابعد پر نظر نہیں ڈالتے۔ اگر یہ لوگ ماقبل اور مابعد کی آیت پر غور کرتے کہ ان آیات کی دلالت کس بات پر ہے تو ہرگز گمراہ نہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ﴿ **یثبت الله الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیواة الدنیا و فی الاخرة ویضل الله الظالمین ویفعل الله مایشاء ○ سورت ۱۴ آیت ۲۷** ﴾ اللہ کی مشیت کیا ہے؟ اس کی مشیت یہ ہے کہ وہ اہل ایمان کو ان کے ایمان اور صلاح یعنی نیکی کی بناء پر انہیں ثابت قدمی کی توفیق دیتا ہے اور ظالموں کو ان کی سرکشی اور کفر کی بنا پر گمراہ کردیتا ہے۔ اس کا ارشاد ہے : ﴿ **فلما زاغوا ازاغ الله قلوبهم ○ سورت ۶۱ آیت ۵** ﴾۔ جب یہ لوگ خود کج روی پر اتر آئے تو اللہ نے ان کے دلوں میں کجی پیدا کردی۔ ارشاد باری ہے : ﴿ **یضل به کثیرا ویهدی به کثیرا ومایضل به الا الفاسقین الذین ینقضون عهد الله من بعد میثاقه ویقطعون ما امر الله به ان یوصل و یفسدون فی الارض اولئک هم الخاسرون ○ سورت ۲ آیت ۲۶،۲۷** ﴾ ان لوگوں نے اللہ کے اس قول کے بارے میں جھگڑا کھڑا کیا ہے : ﴿ **افمن حق علیه کلمه العذاب افانت تنقذ من فی النار ○ سورت ۳۹ آیت ۱۹** ﴾۔

حالانکہ اللہ سبحانہ نے لوگوں کے سامنے بیان کردیا ہے کہ عذاب کا کلمہ کن لوگوں پر برحق ہوگیا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے : ﴿ كذلك حقت كلمة ربك على الذين فسقوا انهم اصحاب النار ○ سورت ۱۰ آیت ۳۳ ﴾ یعنی ان پر صرف اس وقت عذاب کا کلمہ برحق ہوا تھا جب انہوں نے فسق و فجور کیا تھا۔ اسی طرح ان لوگوں نے اللہ کے اس قول کے بارے میں بھی جھگڑا کھڑا کیا ہے : ﴿ وما كان لنفس ان تموت الا باذن الله ○ سورت ۱۰ آیت ۱۰۰ ﴾ اذن تخلیہ یعنی کسی کے ساتھ کسی کو تنہا چھوڑ دینے کو کہتے ہیں۔ اللہ نے مذکورہ جان کو ایمان کے ساتھ تنہا چھوڑ دیا اور اسے ایمان لانے کی قدرت عطا کردی۔ ارشاد باری ہے : ﴿ وما ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله ○ سورت ۴ آیت ۶۴ ﴾ ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ کوئی رسول مبعوث کرے تاکہ اس کی اطاعت کی جائے اور پھر اپنی مخلوق اور رسول کی اطاعت کے درمیان حائل ہو جائے۔ یہ بات اللہ کے وصف، اس کے عدل اور حکم سے بہت ہی بعید ہے۔

یہ لوگ اللہ کے اس قول پر بھی جھگڑتے ہیں : ﴿ لمن شاء منكم ان يتقدم او يتاخر ○ سورت ۷۴ آیت ۳۷ ﴾ ۔ نیز اس قول باری پر بھی : ﴿ لمن شاء منكم ان يستقيم وما تشاؤن الا ان يشاء الله رب العالمين ○ سورت ۸۱، آیت ۲۸، ۲۹ ﴾ اللہ نے سچ فرمایا، ایک انسان بھلائی اور نیکی کا ارادہ اس وقت کرتا ہے جب اللہ تعالی اس کا ارادہ فرمائے۔ ہمارے لئے اللہ کی جانب سے بھلائی کی مشیت، قبل اس کے کہ ہم اس نیکی کا ارادہ کریں، یہ ہے کہ ہمیں اللہ نے اس نیکی کی نشاندہی کردی اور اسے ہمارے سامنے واضح کردیا اور فرمایا : ﴿ يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر ○ سورت ۲ آیت ۱۸۵ ﴾ ۔ نیز فرمایا : ﴿ يريد الله ليبين لكم ويهديكم سنن الذين من قبلكم ويتوب عليكم، والله عليم حكيم، والله يريد ان يتوب عليكم ○ سورت ۴ آیت ۲۶، ۲۷ ﴾ ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ

تعالیٰ ہم پر رحمت کے ساتھ توجہ کرنا چاہے اور ہمیں اپنی طرف توجہ کرنے یعنی توبہ کرنے سے روک دے یا اس سے ہمیں روک چکا ہو۔

یہ لوگ زنا سے پیدا ہونے والے بچوں کی خلقت پر بھی اعتراض کرتے ہیں حالانکہ اللہ سبحانہ زانی کو بچے کی بناء پر عذاب نہیں دے گا بلکہ اسے اپنے حکم کی خلاف ورزی کی سزا دے گا۔ یعنی زناکاری پر' اور ظاہر ہے کہ زناکاری اور چیز ہے اور ولد زنا اور چیز ہے۔ زانی کی مثال جو نطفے کو غلط مقام پر رکھتا ہے یعنی غیر عورت سے ہم بستری کرکے اپنا مادہ منویہ بہا دیتا ہے اس کسان جیسی ہے جو غیر کی زمین میں اپنا بیج بوتا ہے۔ اس کے بعد تو جس بیج کے اگنے کے لئے اللہ کی مشیت ہوتی ہے وہ اگ جاتا ہے اور جس کے اگنے کے لئے اس کی مشیت نہیں ہوتی تو وہ نہیں اگتا۔ یہ لوگ اللہ کے اس قول میں بھی تنازعہ کرتے ہیں : ﴿ **ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراھا ○ سورت ۵۷ آیت ۲۲** ﴾ اور پھر اپنی رائے سے کفر' ایمان' طاعت اور معصیت پر اس کا انطباق کرتے ہیں۔ حالانکہ بات ایسی نہیں ہے کیونکہ ان مصائب کا تعلق جان و مال اور پھلوں کے ساتھ ہے۔ اللہ سبحانہ نے ہمیں اسی بات کی خبر دی ہے اور بتا دیا ہے کہ وہ ہمیں اس دنیا میں آرام و تکلیف اور خوشحالی و تنگدستی دے کر آزمائے گا تاکہ ہم ہاتھ سے نکل جانے والی چیز پر افسوس کا اظہار نہ کریں اور دنیا کی ہاتھ آنے والی آسائش پر ان لوگوں جیسی مسرت و شادمانی کا مظاہرہ نہ کریں جو دنیا پاکر اتراتے اور اکڑتے ہیں۔ پھر اللہ نے ہمیں بتایا کہ صبر کون کرتا ہے چنانچہ فرمایا۔ : ﴿ **وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبة قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون' اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمة و اولئک ھم المھتدون ○ سورت ۲ آیت ۱۵۶' ۱۵۷** ﴾ اگر یہ قول ایمان اور کفر کے بارے میں ہوتا تو اللہ سبحانہ یہ نہ فرماتا : ﴿ **لکیلا تأسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم ○ سورت ۵۷ آیت ۲۳** ﴾ بلکہ یہ فرماتا: "تاکہ تم ہاتھ سے نکل جانے والی چیز یعنی ایمان پر افسوس کا اظہار نہ کرو اور ایمان میں سے جتنا کچھ وہ تمہیں

دے اس پر خوشی کا اظہار نہ کرو"۔ اگر ایک انسان اپنے ہاتھ سے نکل جانے والے دین پر غم نہ کرے تو پھر وہ کس چیز پر غم کا اظہار کرے گا؟۔ حالانکہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے : ﴿ **قل بفضل الله وبرحمته فبذالک فليفرحوا' هو خير مما يجمعون ○ سورت ۱۰ آیت ۵۸** ﴾ حق بات تو اس شخص کے سامنے واضح ہے جو اس کی طرف توجہ کرے لیکن درحقیقت اکثر لوگ جاہل اور نادان ہیں۔

امیرالمومنین کو یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ اللہ کا عدل و انصاف اس سے بہت بالاتر ہے کہ وہ کسی بندے کو اندھا کر کے اس سے فرمائے: "آنکھوں سے دیکھو ورنہ میں تمہیں عذاب دوں گا"۔ یا کسی بندے کو بہرا کر کے اسے حکم دے کہ: "کان سے سنو ورنہ میں تمہیں عذاب دوں گا"۔ یا کسی کو گونگا کر کے اس سے کہے کہ: "بات کرو ورنہ میں تمہیں عذاب دوں گا"۔ امیرالمومنین، درج بالا حقیقت کسی ذی عقل سے مخفی نہیں رہ سکتی بلکہ اس کے سامنے بالکل واضح ہے۔

یہ لوگ اس قول باری میں بھی جھگڑتے ہیں : ﴿ **فمنهم شقی و سعيد ○ سورت ۱۱ آیت ۱۰۵** ﴾ اور اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ماں کے پیٹ سے ہی خوش بخت اور بدبخت بنا کر پیدا کیا ہے اس لئے بدبختوں کے لئے خوش بختی حاصل کرنے کی کوئی سبیل نہیں ہے اور خوش بختوں کے لئے بدبختی میں پڑنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اگر صورت حال ان کی اس تاویل کے مطابق ہوتی تو پھر اللہ کی مرسلہ کتابیں اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کا کوئی فائدہ نہ ہوتا اور انبیاء کی جانب سے بندوں کو تقویٰ کی دعوت اور سلامت روی پر انہیں آمادہ کرنا بے معنی اور فضول ہوتا۔ حقیقت میں اس آیت کی تاویل کچھ اور ہے۔ ارشاد باری ہے : ﴿ **ذلک يوم مجموع له الناس و ذلک يوم مشهود ○ سورت ۱۱ آیت ۱۰۳** ﴾ ۔ یعنی روز قیامت، پھر فرمایا : ﴿ **يوم يات لا تكلم نفس الا باذنه' فمنهم شقی و سعيد ○ سورت ۱۱ آیت ۱۰۵** ﴾ اس دن سعید وہ ہوگا جس نے اللہ کے حکموں کو مضبوطی سے تھامے رکھا تھا اور ان پر عامل رہا تھا اور اس دن شقی وہ ہوگا جس نے اللہ

کے حکموں کو ضائع کیا تھا اور اس کے دین کا مذاق اڑایا تھا۔

امیرالمومنین، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے حکم، اس کی کتاب اور اس کے عدل کے مخالفین میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے دین کے معاملے میں کوتاہی کر کے اپنی جہالت کی بناء پر اس کوتاہی کو تقدیر کے حوالے کرتے ہیں۔ ان کا یہ رویہ صرف اس بنا پر ہے کہ انہیں حق بڑا بوجھل اور باطل بڑا ہلکا محسوس ہوتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ اپنے دنیاوی معاملات کے اندر اس کوتاہی کا ارتکاب نہیں کرتے، بلکہ پورے حزم و احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ ان دنیاوی معاملات کو قضا و قدر کے حوالے نہیں کرتے بلکہ اپنی سمجھ بوجھ اور فہم و فراست نیز بحث و تحقیق سے کام لیتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کو اس کے دین کے بارے میں کوئی حکم دیا جائے تو کہتے ہیں: "تقدیر کا قلم خشک ہو گیا اور ماتھے پر سعید اور شقی لکھ دیا گیا"۔ لیکن اگر آپ اس سے کہیں کہ: "دنیا کی طلب میں سردی گرمی کے اندر اپنی جان نہ کھپاؤ اور سفروں کے اندر اپنی زندگی خطرے میں نہ ڈالو کیونکہ تمہارے رزق کے معاملے کا فیصلہ ہو چکا ہے یعنی اس کے متعلق تقدیر لکھی جا چکی ہے"۔ تو وہ آپ کی یہ بات کبھی نہ مانے۔ اگر آپ اس سے کہیں: "اپنی فصل کو سیرابی، کھیت کی صفائی اور اس کی دیکھ بھال اور سردی گرمی میں اس کی نگرانی کے اندر اپنی جان نہ تھکاؤ کیونکہ اللہ کی طرف سے جو تمہارے لئے مقدر ہے وہ تمہاری زمین میں ضرور اگ آئے گا"۔ تو وہ آپ کی اس بات کی طرف کوئی توجہ نہ دے۔ اگر آپ اس سے کہیں کہ: "اپنے مویشیوں کے لئے تمہیں کسی چرواہے کی خدمات حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اللہ نے تمہارے جن مویشیوں کے بارے میں بھیڑیوں کا لقمہ بننا اور چوروں کے ہاتھ آ جانا مقدر کر دیا ہے اور جن کے بارے میں یہ فیصلہ ہو چکا ہو کہ وہ مر جائیں گے اور ضائع ہو جائیں گے تم ان کی حفاظت نہیں کر سکتے اور نہ ہی تمہیں اس کی قدرت حاصل ہو سکتی ہے اور جن مویشیوں کا بچ رہنا مقدر ہو چکا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہو سکتے" تو وہ آپ کی یہ بات ہرگز تسلیم نہ کرے۔ اسی طرح اگر آپ اس سے کہیں کہ "اپنا گھوڑا اس خیال سے باندھ کر نہ رکھو اور اپنے اونٹ اس

تصور سے پابستہ نہ کرو کہ کہیں ضائع نہ ہو جائیں کیونکہ ان میں سے تمہارے لئے صرف وہی بچ رہے گا جو تمہارے مقدر میں ہو گا۔ انہیں باندھ کر رکھنے یا کھلا چھوڑ دینے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تو وہ آپ کی اس بات کا برا منائے۔ اگر آپ اس سے کہیں: "تم اپنے مال و متاع کی حفاظت کی خاطر اپنی دکان اور اپنے مکان کا دروازہ مقفل نہ کرو کیونکہ تم ایسا کرکے اپنی تقدیر کے خلاف کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اس لئے کہ وہی ہو گا جسے اللہ نے مقدر کردیا ہے"۔ تو وہ آپ کی یہ بات سننے کے لئے بھی تیار نہ ہو۔ تعجب ہے کہ وہ اپنے دنیاوی معاملات میں حزم و احتیاط کا طریقہ اختیار کئے بغیر خوش نہیں ہوتا اور اگر کوئی شخص اسے ایسا کرنے سے روکے تو وہ اسے جاہل قرار دے کر اس کا مشورہ رد کردیتا ہے لیکن اپنے دینی معاملات کو تقدیر کے سپرد کردیتا ہے۔ وہ یہ رویہ صرف اس لئے اختیار کرتا ہے کہ حق بھاری اور باطل ہلکا ہوتا ہے۔

یہ لوگ اللہ کے اس قول کے متعلق بھی جھگڑتے ہیں : ﴿ ولو شاء الله لجمعهم على الهدى فلا تكونن من الجاهلين ○ سورت ٦ آیت ٣٥ ﴾۔ حالانکہ اس آیت میں حضور ﷺ سے خطاب ہے کیونکہ آپ کو مشرکین کے رویے کی بڑی تکلیف تھی اور اس بات کا دکھ تھا کہ یہ ایمان نہیں لاتے۔ اللہ نے فرمایا : ﴿ فلعلك باخع نفسك على آثارهم ان لم يومنوا بهذا الحديث اسفا○ سورت ١٨ آیت ﴾۔ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو آگاہ فرمایا کہ وہ قادر مطلق ہے۔ اگر وہ چاہتا کہ انہیں طاعت پر مجبور کردے تو وہ ایسا کرنے پر قادر تھا اور کوئی چیز اسے ایسا کرنے سے عاجز نہیں کرسکتی تھی لیکن وہ تو انہیں آزمانا چاہتا ہے تاکہ ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ مل جائے نیز فرمایا : ﴿ ولو شاء ربك لآمن من في الارض كلهم جميعا افانت تكره الناس حتى يكونوا مومنين ○ سورت ١٠ آیت ٩٩ ﴾

یہ لوگ اس قول باری پر بھی تنازعہ کھڑا کرتے ہیں : ﴿ ولقد ذرأنا لجهنم كثيرا من الجن والانس لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون

بها ولهم آذان لا یسمعون بها اولئک کالانعام بل هم اضل 'اولئک هم الغافلون ○ سورت ۷ آیت ۱۷۹ ﴾ انہوں نے اس آیت کی تاویل یہ کی کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی ابتدا کی اور ایک گروہ کو جہنم کے لئے بنایا اور اب یہ گروہ اس طاعت کی قدرت ہی نہیں رکھتا جسے بجالانے کا اللہ نے اس سے مطالبہ کیا ہے اور ایک گروہ کو جنت کے لئے بنادیا اور اب یہ گروہ اس معصیت کی طاقت نہیں رکھتا جس سے اللہ نے اسے روکا ہے۔ جس طرح اللہ نے ایک شخص کو اگر کوتاہ قد پیدا کیا ہے تو وہ طویل قد ہونے کی قدرت نہیں رکھتا اسی طرح حبشی سفید فام بننے کی طاقت نہیں رکھتا اور پھر اللہ انہیں مومن نہ ہونے کی بناء پر سزا دے گا۔ اس طرح ان لوگوں نے اللہ سبحانہ کی ذات والا صفات کو بدترین اوصاف کے ساتھ موصوف کردیا۔ حالانکہ اللہ سبحانہ نے اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ یہ لوگ اپنے برے اور خبیث اعمال کی بنا پر جہنم میں پڑیں گے اور اپنے قول : ﴿ لهم قلوب لا یفقهون بها ..... الخ) ﴾ کے ذریعے ان کی تشبیہ بیان کردی جس طرح یہ قول باری ہے : ﴿ فالتقطه آل فرعون لیکون لهم عدوا وحزنا ○ سورت ۲۸ آیت ۸ ﴾ ۔ نیز جس طرح یہ قول باری ہے : ﴿ انما نملی لهم لیزدادوا اثما ○ سورت ۳ آیت ۱۷۸ ﴾ اللہ نے یہاں یہ بتایا ہے کہ ترک طاعت کی وجہ سے یہ لوگ اس مہلت سے اپنے گناہوں میں اور اضافہ کررہے ہیں۔ اللہ نے عربوں سے اس انداز میں خطاب فرمایا ہے جس سے وہ اپنے کلام کے اندر آشنا ہیں۔ ایک دانا عرب کا شعر ہے۔

وللموت تغذو الوالدات سخالها
کما لخراب الدهر تبنی الکمساکن

مائیں موت کے لئے اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہیں جس طرح زمانے کے ہاتھوں برباد ہونے کے لئے عمارتیں بنائی جاتی ہیں۔

یہاں شاعر نے یہ بتایا ہے کہ اولاد کا انجام موت ہے اور تعمیر کا انجام تخریب ہے۔ حالانکہ مائیں اپنے بچوں کی پرورش زندگی کے لئے کرتی ہیں موت کے لئے نہیں کرتیں اسی طرح عمارتیں آبادکاری کے لئے بنائی جاتی ہیں بربادی کے لئے نہیں بنائی جاتیں۔ امیرالمومنین ' قرآن عربی زبان میں ہے۔ اللہ نے اسے عربوں کی طرف نازل کیا اور ان سے اسی زبان میں کلام فرمایا جس کے معنی وہ جانتے تھے۔

یہ لوگ اللہ کے حکم کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ایک قوم کے بارے میں علم تھا کہ وہ ایمان نہیں لاسکتے کیونکہ اللہ کا علم قطعی ہوتا ہے۔ اس لئے ان کا نظریہ یہ بن گیا کہ اللہ نے اپنے بندوں کو ایسی باتیں اختیار کرنے کا مکلف بنادیا جنہیں اختیار کرنے کی انہیں قدرت نہیں ہے اور ایسی باتیں ترک کرنے کا مکلف قرار دیا جنہیں ترک کرنا ان کی طاقت سے باہر ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کے اس نظریے کی تکذیب کرتے ہوئے فرماتا ہے : ﴿ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا ○ سورت ۲ آیت ۲۸۶ ﴾ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کو یہ علم تھا کہ مذکورہ قوم سے کفر کا صدور ان کے اپنے اختیار کی بناپر نیز خواہشات کی پیروی کے نتیجے میں ہو کر رہے گا۔ انہوں نے اللہ کے اس علم کی تشبیہ انسانوں کی پیدائشی صورتوں اور رنگوں نیز ان کی کوتاہ قدی اور دراز قدی کے ساتھ دی جن کے متعلق اللہ کو علم تھا کہ انسانی افراد ان حدود سے تجاوز نہیں کرسکتے۔ جبکہ اصل صورت حال یہ ہے کہ قد کا کوتاہ یا دراز ہونا اور رنگ کا سفید یا سیاہ ہونا' نیز شکل وصورت کا حسین یا قبیح ہونا سب اللہ کے کام ہیں جن میں بندوں کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہے اور نہ وہ ان میں کسی تغیر و تبدل کی قدرت رکھتے ہیں۔ اس کے بالمقابل کفر ہے جس کے متعلق اللہ کو علم تھا کہ یہ لوگ اپنی خواہشات کی پیروی میں اسے اختیار کرلیں گے اور یہ بھی علم تھا کہ اگر یہ لوگ کفر کو ناپسند کریں گے تو اسے چھوڑ بھی سکیں گے۔ اللہ نے ان کے اندر استطاعت پیدا کرکے کفر اختیار کرنے یا اسے چھوڑنے پر قادر بنادیا تھا تاکہ انہیں ایمان اور عدل کی کسوٹی پر پرکھے۔ یہی کیفیت اس کشتی کی تھی جس میں حضرت خضر علیہ السلام نے سوراخ کردیا تھا۔ اللہ یہ بات معلوم تھی کہ اگر

مذکورہ کشتی درست حالت میں بادشاہ کے پاس سے گزرے گی تو وہ اس پر قبضہ کر لے گا اور سوراخ ہونے کی بنا پر وہ اسے جانے دے گا۔ اسی طرح لڑکے کا معاملہ تھا جسے حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کر دیا تھا' اللہ کو علم تھا کہ اگر یہ زندہ رہا تو اپنے والدین کو اپنی سرکشی اور کفر کی وجہ سے مصیبتوں میں مبتلا کر دے گا۔ اگر یہ قتل ہو جائے تو اس کے والدین اس کی سرکشی اور کفر کی زد سے محفوظ ہو جائیں گے۔ اسی طرح دیوار کا معاملہ تھا جسے حضرت خضر علیہ السلام نے گرنے سے بچانے کے لئے درست کر دیا تھا' اللہ کے علم میں یہ بات تھی کہ اگر خضر علیہ السلام اسے درست نہ کرتے تو گر جانے کی صورت میں اس کے نیچے دبا ہوا خزانہ ضائع ہو جاتا اور اگر اسے درست کر دیتے تو اس کے نیچے مذکورہ خزانہ اس وقت تک محفوظ حالت میں دبا رہتا جب تک دونوں لڑکے بالغ ہو کر اسے وہاں سے نکال نہ لیتے۔ یہ ان پر اللہ کی رحمت تھی۔ پھر حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا : ﴿ **وما فعلته عن امری** ○ **سورت ۱۸ آیت ۸۲** ﴾ کیونکہ اللہ نے مجھے ایسا کرنے کی تلقین فرمائی تھی۔ یہی مفہوم اس ارشاد باری کا ہے : ﴿ **وعلمناہ من لدنا علما** ○ **سورت۔ ۱۸ آیت ۶۵** ﴾ اسی طرح ان منافقین کی کیفیت تھی جو تبوک کے موقعہ پر حضور ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر پیچھے رہ گئے تھے۔ اللہ کو معلوم تھا کہ یہ لوگ سفر کی مشقت اور منزل کی دوری کی بنا پر پیچھے رہ جائیں گے۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اگر منزل قریب ہوتی اور سفر آسان ہوتا تو یہ ضرور آپ کے ساتھ جاتے لیکن انہیں مسافت ہی دور دراز معلوم ہوئی۔ ارشاد باری ہے : ﴿ **وسیحلفون باللہ لو استطعنا لخرجنا معکم' یھلکون انفسھم' واللہ یعلم انھم لکاذبون** ○ **سورت ۹ آیت ۴۲** ﴾ کیونکہ یہ لوگ اگر نکلنے کا ارادہ کرتے تو نکل سکتے تھے اس لئے کہ انہیں نکلنے کی استطاعت تھی۔

اسی طرح یہ لوگ اس قول باری کے سلسلے میں بھی بحث و جدال کا بازار گرم کرتے ہیں : ﴿ **ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک منن سیئۃ فمن**

نفسک ○ سورت ۴ آیت ۷۹ ﴾ نیز : ﴿ قل کل من عند الله فمال ھولاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا ○ سورت ۴ آیت ۷۸ ﴾ یہ لوگ اپنے زعم کے مطابق اس آیت کی تفسیر طاعت اور معصیت سے کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ کفر، فسق، عصیان، ظلم، جور، بہتان اور دیگر تمام فواحش من جانب اللہ ہیں۔ حالانکہ اس طرح نہیں ہے۔ اصل صورت حال یہ ہے کہ منافقین کو اپنی پسندیدہ باتوں مثلاً رزق کی کشادگی اور جسمانی صحت وغیرہ میں کوئی کمی آجاتی تو کہہ اٹھتے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور جب انہیں ان کی ناپسندیدہ باتوں مثلاً رزق میں تنگی، جسمانی امراض یا قحط سالی یا زمینی اور حیوانی پیداوار میں کمی وغیرہ لاحق ہو جاتی تو وہ کہتے کہ یہ سب محمد ﷺ کی جانب سے ہوا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ﴿ قل کل من عند الله ○ سورت ۴ آیت ۷۸ ﴾ یعنی یہ سب اللہ کے افعال ہیں۔

یہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ اور ان کے اس قول کے بارے میں جھگڑتے ہیں جن کا ذکر اللہ سبحانہ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے : ﴿ ولا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم ان کان الله یرید ان یغویکم ھو ربکم والیه ترجعون ○ سورت ۱۱ آیت ۳۴ ﴾ اس آیت کی تاویل میں اپنی جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک اپنی قوم میں رہ کر انہیں اللہ کی طرف بلاتے رہے اور نصیحتیں کرتے رہے لیکن انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ اگر ان کی قوم ان کی پکار پر لبیک کہدے اور ان کی نصیحت قبول کرلے تو اس سے انہیں کوئی فائدہ پہنچے گا یا نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم کے لئے اس دعوت کو قبول کرنے کی کوئی سبیل بھی بنائی ہے یا نہیں ۔ حالانکہ مذکورہ آیت کی یہ تاویل نہیں ہے۔ اصل صورت حال یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ بحث وجدال کرتے رہے حتی کہ قوم اس سے اکتا گئی اور کہنے لگی : ﴿ یا نوح قد جادلتنا فاکثرت جدالنا فاتنا بما تعدنا ان کنت من الصادقین ○ سورت ۱۱ آیت ۳۲ ﴾ اس کے جواب میں

حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے فرمایا : ﴿ انما یاتیکم به الله ان شاء وما انتم بمعجزین ○ سورت ۱۱ آیت ۳۳ ﴾ یعنی اگر اللہ کا عذاب تم پر آجائے تو تم اس سے بچ کر نہیں نکل سکو گے اور نہ ہی اس سے دور رہ سکو گے۔ اس وقت اگر میں تمہاری خیر خواہی کرنا بھی چاہوں گا تو بھی میری خیر خواہی تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی یعنی جب عذاب تم پر نازل ہو جائے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام کو معلوم تھا کہ جب عذاب ان پر آجائے گا اور وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو اس وقت ان کا ایمان لے آنا ان کے لئے کسی طرح فائدہ مند نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کے بارے میں بھی یہی بات بیان فرمائی جنہیں اس نے ہلاک کر دیا تھا چنانچہ ارشاد ہے :

﴿ فلم یک ینفعهم ایمانهم لما رأو باسنا سنة الله التی قد خلت فی عباده وخسر هنالک الکافرون ○ سورت ۴۰ آیت ۸۵ ﴾ یہ اللہ کی سنت ہے کہ وہ بندوں کی توبہ اس وقت قبول نہیں کرتا جب وہ اپنی آنکھوں سے عذاب کا مشاہدہ کرلیں۔ قول باری : ﴿ان کان الله یرید ان یغویکم هو ربکم والیه ترجعون ○ سورت ۱۱ آیت ۳۴ ﴾ میں اس مقام پر "غی" سے مراد عذاب ہے۔ قول باری : ﴿ فخلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوات فسوف یلقون غیا ○ سورت ۱۹ آیت ۵۹ ﴾ میں بھی یہی مراد ہے یعنی دردناک عذاب۔ عرب کہتے ہیں: "لقی فلان الیوم غیا"۔ یعنی آج حاکم نے اس کی زبردست پٹائی کی یا اسے دردناک سزا دی۔

یہ لوگ ایک اور آیت کے سلسلے میں بھی جھگڑا کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے : ﴿ فمن یرد الله ان یهدیه یشرح صدره للاسلام ومن یرد ان یضله یجعل صدره ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء کذلک یجعل الله الرجس علی الذین لا یومنون ○ سورت ۶ آیت ۱۲۵ ﴾ ان لوگوں نے اپنی جہالت کی بنا پر اس آیت کی یہ تاویل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو عمل صالح کی تقدیم کے بغیر

شرح صدر کے لئے مخصوص کردیا ہے اور ایک قوم کو ان کی طرف سے کفر اور فسق و ضلال کے صدور کے بغیر قلوب کی تنگی کے لئے مخصوص کردیا ہے اس لئے ان لوگوں کو اس طاعت کی راہ ہی نہیں مل سکتی جس کا انہیں مکلف قرار دیا گیا ہے اور یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے۔

امیرالمومنین' بات اس طرح نہیں ہے جسے ان جاہلوں اور غلط کاروں نے اختیار کیا ہے۔ ہمارا پروردگار اپنے بندوں کے ساتھ یہ سلوک نہیں کرتا۔ اس کی ذات اس سے بڑھ کر رحیم' عادل اور کریم ہے۔ وہ اپنے بندوں کے ساتھ یہ سلوک کیسے کرسکتا ہے جبکہ وہ خود فرماتا ہے : ﴿ **لا یکلف الله نفسا الا وسعها' لها ماکسبت** ○سورت ۲ آیت ۱۸۶ ﴾ اللہ تعالیٰ نے تو اپنی عبادت کی خاطر جن و انس کو پیدا فرمایا اور انہیں سننے' دیکھنے اور سمجھنے کے لئے کان' آنکھ' اور دل جیسے اعضاء عطا کئے۔ وہ ان اعضاء کے ذریعے اس عبادت سے کئی گنا زیادہ کارکردگی کی طاقت رکھتے ہیں جس کا انہیں مکلف بنایا گیا ہے۔ اس لئے جو شخص اللہ کے اوامر و نواہی میں اس کی اطاعت کرے گا اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا جائے گا یہ شرح صدر اس کے لئے دنیا میں فوری طور پر اللہ کی طرف سے اس کی اطاعت کا ثواب ہوگی اور اس کے ساتھ اس پر نیکیوں کے کام آسان کردیئے جائیں گے اور کفر نیز فسق و فجور کے کام اس کے لئے بوجھل بنادیئے جائیں گے۔ ایسی صورت کے اندر اسے اللہ کے تمام اوامر و نواہی پر عمل کی طاقت حاصل ہوجائے گی۔ یہی حکم ہر اس شخص کا ہوگا جو اللہ کی اطاعت کے اس مقام پر پہنچ جائے گا خواہ وہ عزو شرف کا حامل شخص ہو یا گرا پڑا اور نچلے درجے کا انسان، اور جو شخص اللہ کی اطاعت سے منہ موڑ کر دنیا کی اس موجودہ زندگی میں کفر و ضلال کے اندر بڑھتا چلا جائے جبکہ اسے توبہ و انابت کی طاقت ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو تنگ کردیتا ہے اور ایسا بھینچتا ہے کہ اسلام کا تصور کرتے ہی اسے یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ گویا اس کی روح آسمان کی طرف پرواز کررہی ہے۔ اللہ اس کی یہ کیفیت دنیاوی

زندگی میں اس کے کفراور گمراہی کی سزا کے طور پر کردیتا ہے جبکہ اسے توبہ کی دعوت دی جارہی تھی اور اسے اس کا حکم دیا جارہا تھا۔ یہی حکم اس شخص کا ہے جو کفراور فسوق کے اس مقام پر پہنچ گیا ہو۔

امیرالمومنین 'اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں شرح صدر اور ضیق صدر کا ذکر صرف بندوں پر اپنی رحمت کے پیش نظر کیا ہے تاکہ انہیں ایسے اعمال کی ترغیب ہو جائے جن کی بنا پر وہ اللہ کی حکمت کے مطابق اس بات کے مستحق بن جائیں کہ اُن کا سینہ اسلام کے لئے کھول دے اور ایسے اعمال سے کنارہ کش رہیں جن کی بنا پر وہ اللہ کی حکمت کے مطابق اس بات کے سزاوار ٹھہریں کہ ان کا سینہ تنگ کردیا جائے۔ اللہ نے شرح صدر اور ضیق صدر کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ وہ بندوں کی امیدیں منقطع کرکے انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل سے مایوس کردے اور اپنے عفو وبخشش اور کرم و سخا سے اس حالت میں بھی محروم رکھے جب وہ اپنی اصلاح کرکے درست روی اختیار کرلیں۔ اللہ سبحانہ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔ : ﴿یهدی به الله من اتبع رضوانه سبل السلام ویخرجهم من الظلمات الی النور باذنه ویهدیهم الی صراط مستقیم○ سورت ۵ آیت ۱۶ ﴾

امیرالمومنین 'اس پر غور فرمایئے اور اسے سمجھیے۔ کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے : ﴿ فبشر هم عباد الذین یستمعون القول فیبتعون احسنه اولئک الذین هداهم الله واولئک هم اولوا الالباب○ سورت ۳۹ آیت ۱۸ ﴾ اللہ کے اس ارشاد کی طرف بھی کان دھریے : ﴿ ولو ان اهل الکتاب امنوا واتقوا لکفرنا عنهم سیئاتهم ولا دخلنا هم جنات النعیم' ولو انهم اقاموا التورات والانجیل وما انزل الیهم من ربهم لاکلوا من فوقهم ومن تحت ارجلهم○ سورت ۵ آیات ۶۵'۶۶ ﴾ ۔ نیز فرمایا : ﴿ ولو ان اهل القری امنوا واتقوا لفتحنا علیهم برکات من السماء والارض ولکن

کذبوا فاخذناھم بما کانوا یکسبون○ سورت ۷ آیت ۹۶﴾

امیرالمومنین کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ اللہ سبحانہ نے بندوں پر امور کو حتمی قرار نہیں دیا ہے۔ بلکہ فرمایا ہے کہ: "اگر تم ایسا کرو گے تو میں تمہارے ساتھ یہ سلوک کروں گا اور اگر تم ویسا کرو گے تو میں تمہارے ساتھ وہ سلوک کروں گا۔ اللہ تعالیٰ تو بندوں کو صرف ان کے اعمال کی بنیاد پر بدلہ دیتا ہے۔ اس نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں' اسے پکاریں اور اس سے مدد مانگیں' اگر بندے اللہ کے پاس موجود ثواب حاصل کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پے درپے ان کی مدد فرماتا ہے اور انہیں توفیق پر توفیق دیئے جاتا ہے جس کے نتیجے میں ان کے لئے حسنات پر چلنا اور سیئات سے کنارہ کش رہنا آسان ہو جاتا ہے۔ اللہ کا یہی طریق کار ہے اور جو شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور اس سے ثواب حاصل کرنے کا طلبگار ہوتا ہے اس کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے۔

امیرالمومنین' آپ ذرا اپنے دل کا جائزہ لیجئے اور دیکھئے کہ کہیں اس میں یہ عقیدہ تو موجود نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جن باتوں سے منع کیا ہے وہی باتیں ان کے لئے مقدر کردی ہیں اور جن باتوں کے کرنے کا انہیں حکم دیا اور ان کی تبلیغ کی خاطر رسول بھیجے ان کے اور بندوں کے درمیان خود حائل ہو گیا اور اس طرح اس کے پیغمبر بندوں کو ان کی تقدیر میں لکھی ہوئی باتوں اور فیصلوں کے مخالف امور کی طرف بلاتے رہے اور پھر حد یہ کہ اگر بندے ان باتوں پر عمل پیرا نہ ہوں جن کے حصول کے لئے اللہ نے سرے سے کوئی راہ پیدا نہیں کی تو اس کی سزا میں وہ انہیں ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں جلاتا رہے!!

اللہ کی ذات ظالموں کے اس عقیدے اور قول سے بہت بلند ہے!

کیا امیرالمومنین کی سمجھ میں میری یہ بات آجائے گی؟ والسلام۔

تمت بالخیر - والحمد للہ رب العالمین!

الخاتمہ

اس کتاب کے اختتام پر میرے لئے ضروری ہے کہ میں ان بعض امور اور علمی نتائج کی طرف اشارہ کرتا چلوں جنہیں میں نے دوران بحث ملاحظہ کیا ہے اور جن پر میں پہنچا ہوں۔ یہ امور اور نتائج امام حسن بصریؒ کی زندگی اور ان کے کارناموں پر بحث کے کئی گوشوں کی وضاحت کرتے ہیں۔

* اول : بعض لوگوں کے خیال کے برعکس حسن بصریؒ کی زندگی کے تفسیری پہلو پر بحث جہاں بہت اہم ہے وہاں بہت مشکل بھی ہے۔ کیونکہ ان کے زمانے میں ابھی تفسیر پر کام کی ابتدا ہوئی تھی اس لئے ان کے مآخذ و مصادر نادر الوجود تھے۔ سوائے اس تفسیر کے جو حضور ﷺ کی زبان مبارک سے بعض آیات کے سلسلے میں صادر ہوئی تھی اور سوائے ان تفسیری روایات کے جو بعض صحابہ کرام سے مروی ہوئی تھیں، اس سلسلے کی کوئی اور چیز دستیاب نہیں تھی۔ان میں سب سے مقدم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ تو ایک پہلو تھا۔ دوسرا پہلو یہ تھا کہ حسن بصریؒ کی زندگی کے دوران عراق میں اجتہاد بالرائے کا مکتب فکر اور حجاز میں اہل الحدیث کا مکتب فکر وجود میں آیا۔ علاوہ ازیں مختلف جدلی فرقوں اور مذاہب مثلاً معتزلہ' خوارج' قدریہ اور شیعہ وغیرہ نے بھی جنم

لیا۔ یہ صورت حال بھی حسن بصریؒ کی زندگی کے اس پہلو پر بحث کو اہم بنا دیتی ہے لیکن اس میدان میں ان کے اصول اور منہج پر بحث و تمحیص اور علمی تحقیق و تدقیق کا کام اس سے آسان نہیں ہوتا۔

* دوم : امام حسن بصریؒ کی زندگی میں تفسیر کی خدمت کا پہلو دراصل قرآن کریم کی خدمت نیز علم اور فکر اسلامی کی خدمت کا پہلو ہے۔ کیونکہ اللہ کی کتاب، خاص طور پر اسلام کے روشن عصور میں، سنت نبویہ مطہرہ کے ساتھ مل کر نہ صرف تشریع کا سب سے بڑا مصدر و ماخذ تھی بلکہ اسلام کے مفاہیم کا صاف و شفاف آئینہ بھی تھی۔ اس کی حیثیت اس دریا کی تھی جس سے اسلامی علوم کی نہریں جاری ہوتی تھیں۔ تفسیر کی خدمت کے میدان میں حسن بصریؒ بھرپور طریقے سے اپنا اہم اور اچھوتا کردار ادا کرتے رہے اور تفسیری مسائل میں "مفسر بالاثر" اور "مفسر بالرائے" کی حیثیت سے اپنی آراء کا اظہار کرتے رہے۔ اس سلسلے میں وہ کسی ایک خاص مسلک و منہج پر اقتصار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنے لئے اس کام کا میدان کھلا رکھتے تھے۔ حق بات تو یہ ہے کہ حسن بصریؒ کی تفسیر قرآن کا بعد میں آنے والوں پر زبردست اثر پڑا۔ ان کے زمانے میں اسے تفسیر کے ایک مستقل مکتب فکر حیثیت حاصل رہی جس نے بعد میں آنے والے اکثر مفسرین پر اپنا گہرا اثر چھوڑا۔

* سوم : اس بحث کے دوران میں جن اہم نتائج تک پہنچ سکا ہوں اور جن کے ذریعے علم تفسیر کے بارے میں بہتر فہم پیدا ہو سکتا ہے ان میں سے چند یہ ہیں :

* حسن بصریؒ نے تفسیر کے اندر صحابہ کرامؓ کے طریق کار کو اپناتے ہوئے اپنی تفسیری خدمات کو عمومی انداز میں تین بنیادوں پر استوار کیا تھا۔

(الف) : قرآن کے ذریعے قرآن کی تفسیر۔

(ب) : سنت کے ذریعے قرآن کی تفسیر اور ....

(ج) : کتاب اللہ اور سنت نبویہ سے کوئی مدد نہ ملنے کی صورت میں رائے اور اجتہاد کے ذریعے قرآن کی تفسیر۔

علاوہ ازیں انہوں نے تابعین کے طریق کار کو بھی اپنایا تھا۔ تابعین کا زمانہ خود حسن کا اپنا زمانہ تھا۔ تفسیر کے سلسلے میں تابعین کرام حضرات صحابہ کرام کی آراء کا سہارا لیتے تھے اور اس کے ساتھ اہل کتاب کی کتب سے منقولہ بعض روایات کو بھی بنیاد بناتے تھے۔

* بعض علماء کے نزدیک یہ امر قابل ترجیح ہے کہ حسن بصریؒ کا انتساب اہل اجتہاد ورائے کے مکتب فکر کی طرف تھا۔ کیونکہ یہ مکتب فکر عراق میں پروان چڑھا تھا جہاں حسن بصریؒ اپنی علمی زندگی گزار رہے تھے۔ جہاں تک اہل حدیث واثر کے مکتب فکر کا تعلق ہے تو وہ حسن بصریؒ سے بہت دور یعنی حجاز اور مکہ ومدینہ میں پروان چڑھا تھا۔

میری رائے ہے کہ حسن بصریؒ نے جس طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے شرف تلمذ حاصل کیا تھا جو مدرسہ اہل الرائے کی روح ورواں تھے اسی طرح انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہ کرنے کا شرف حاصل تھا جو مدرسہ حدیث واثر کے بانی مبانی تھے۔ اس بناء پر ہمارے لئے یہ بات تسلیم کرنا ذرا مشکل ہے کہ حسن بصریؒ کا انتساب علی الاطلاق مدرسہ اہل الرائے کی طرف تھا۔ ہماری اس بات کی گواہی خود حسن بصریؒ کی تفسیری خدمات سے مل جاتی ہے' کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ان کی تفسیری مرویات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

* عصر اول میں تفسیر کی تدوین کا کام نہیں ہوا تھا کیونکہ اس زمانے میں مفسرین سماع' روایت اور حفظ پر زیادہ سے زیادہ اعتماد کرتے تھے' البتہ بعض استثنائی صورتیں تھیں مثلاً مجاہد اپنے شیخ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیر کے سلسلے میں ان کے اقوال سن کر انہیں تختیوں پر لکھ لیا کرتے تھے۔ حسن بصریؒ کے زمانے تک تفسیری تحریر نے تصنیفی رنگ اختیار نہیں کیا تھا۔

* ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید کی پوری تفسیر کا وجود نہ تو اصحابہ کرام کے عصر میں

تھا اور نہ ہی تابعین عظام کے دور میں۔ ابن الندیم نے اپنی کتاب "الفہرست" میں ذکر کیا ہے کہ قرآن کی پہلی پوری تفسیر فراء کی طرف منسوب ہے۔

* تفسیر میں حسن بصریؒ کا منہج اور ان کا طریق کار دراصل دو ستونوں پر قائم تھا۔

(الف) : تفسیر بالاثر یعنی

- قرآن کی قرآن کے ذریعے تفسیر۔
- قرآن کی سنت کے ذریعے تفسیر۔
- قرآن کی صحابہ کرام مثلاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اقوال کے ذریعے تفسیر۔

(ب) : اجتہاد اور رائے کے ذریعے تفسیر۔

* ناسخ اور منسوخ کے بارے میں حسن بصریؒ کے طریق کار کے مطالعہ کے دوران میں اس نتیجے پر پہنچا کہ انہوں نے اس سلسلے میں جو بنیاد رکھی تھی اس پر بعض وہ مکاتب فکر قائم ہوئے جن کی رائے میں تلاوت اور حکم دونوں کا نسخ نیز حکم کے سوا صرف تلاوت کا نسخ جائز ہے۔ ایسے مکاتب فکر کے انصار و اعوان کافی تعداد میں ہیں' اس کی تفصیل ناظرین درج ذیل کتب میں دیکھ سکتے ہیں۔

(الف) : المحصول فی علم اصول الفقہ لعزالدین محمد بن عمر الرازی ج ۱ ص ۳۸۳' ۳۸۵۔

(ب) : مناہل العرفان فی علوم القرآن للزرقانی ج ۲ ص ۲۱۴ تا ۲۱۶۔

(ج) : تفسیر آیات الاحکام للصابونی ج ۱ ص ۸۹ تا ۹۴۔

* قراءات کے سلسلے میں میں نے حسن بصریؒ کا طریق کار گزشتہ صفحات میں بیان کر دیا ہے۔ حسن بصریؒ کے زمانے میں قراءات کے بارے میں اقوال کے اندر بڑا اختلاف رہا اور قراءات کے اعتبار یا عدم اعتبار کے سلسلے میں مفسرین کے مسالک و مذاہب کے اندر اختلافات کا دائرہ بڑا وسیع تھا۔ میں نے یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ حسن بصریؒ بعض ایسی شاذ قراءات پر بھی اعتماد کرتے تھے جو علماء کے نزدیک قابل نقد و نظر تھیں۔

* جہاں تک اسلامی فرقوں کی طرف حسن بصریؒ کی نسبت اور ان کے ساتھ ان کے تعلق کا سوال ہے تو میں نے واضح کردیا ہے کہ ان فرقوں کی طرف سے حسن بصریؒ کو اپنی طرف منسوب کرنے کے دعوے بے بنیاد ہیں اور یہ بات قابل ترجیح ہے کہ حسن بصریؒ کی نسبت اہل السنۃ والجماعۃ کی طرف تھی۔

خلاصہ کلام ..

میری اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ فکر اسلامی کے میدان میں حسن بصریؒ کی شخصیت ایک منفرد شخصیت ہے جس نے بہت سے اسلامی علوم و معارف اور بہت سے فکری نتائج پر اپنے اثرات چھوڑے ہیں جو ابھی تک محسوس ہو رہے ہیں۔ اس شخصیت کی اہمیت اور جلالت شان کے لئے یہی بات کافی ہے کہ حسن بصریؒ کے زمانے میں جو مکاتب فکر پیدا ہوئے اور جو بعد میں آئے وہ سب ان کے مکتب فکر کی طرف اپنے انتساب پر فخر کرتے تھے۔ اس تحقیقی کام کو ناظرین کے لئے پیش کرنے میں میں نے اگرچہ اپنی حد تک پوری محنت و کاوش صرف کی ہے تاہم مجھے اس بات کا احساس ہے کہ ابھی اس پر مزید علمی بحث اور اس سلسلے میں مزید کاوش کی گنجائش باقی ہے۔ پھر کہیں جاکر حسن بصریؒ کی منفرد شخصیت کو سمجھنے اور اس کی جلالت شان کا اندازہ لگانے کا حق ادا ہوگا۔ اس شخصیت کے بارے میں قتادہ کے یہ ریمارکس ہیں کہ : "میں نے جس فقیہ کے ساتھ مجالست کی حسن کو اس سے افضل پایا، میری آنکھوں نے حسن بصریؒ سے بڑھ کر فقیہ کو نہیں دیکھا"۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین و صلی الله علی سیدنا محمد و علی آله و صحبه اجمعین ○

ہماری مطبوعات

نقوشِ سیرت صلی اللہ علیہ وسلم

حکیم محمد سعید

سب کے پیارے ○ اللہ سے محبت

اچھے اخلاق ○ صحابہؓ کی تربیت

مبارک بستی

اللہ کے رسول دونوں جہاں کے سردار، نورِ مجسم، رحمتِ عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری زندگی بھی اچھی گزرے اور ہمیں دین و دنیا کی بھلائی نصیب ہو تو ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر عمل کرنا ہوگا۔ یاد رکھو ہم پر اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی فرض ہے ——

قرآن کی دعوتِ فکر

مولانا محمد مسعود عالم قاسمی
ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ہمارے نبیؐ پاک نے فرمایا:

تم سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن کا علم حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔ گلیڈ اسٹون نے برطانوی پارلیمنٹ میں قرآن کا ایک نسخہ ہاتھ میں اٹھا کر کہا تھا کہ جب تک مسلمانوں میں یہ کتاب موجود ہے اس وقت تک ان پر کوئی قابو نہیں پا سکتا۔ اسٹون کا خیال درست تھا مسلمانوں کے زوال اور پژمردگی کی وجہ یہ ہے کہ ان کی سرگرمیوں کا رشتہ قرآن کریم سے کمزور ہو چکا ہے حالانکہ زندگی اور ترقی کی ضمانت قرآن ان کے درمیان بدستور موجود ہے ——

چہل حدیث مترجم

عربی، اردو

مع مختصر تشریحی فوائد

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

یوں تو بموجب حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم چہل حدیث سینکڑوں حضرات نے جمع فرمائی ہیں لیکن اس مجموعہ کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

○ یہ تمام احادیث شریف صرف صحیح مسلم شریف سے لی گئی ہیں۔

○ ان تمام احادیث کی سند ایک ہے جو کتاب کے شروع میں ذکر کر دی گئی ہیں۔

○ ان احادیث شریفہ کا کوئی ایک موضوع نہیں بلکہ زندگی کے مختلف گوشوں پر ان میں راہ ہدایت موجود ہے۔

○ ان احادیث شریفہ میں سے اکثر پر حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ نے تشریحی فوائد تحریر فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان احادیث پاک پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی برکت سے دین کی صحیح فہم ہمارے اندر پیدا کر دے۔ آمین۔

اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی
۱۷۸۱-حوض سوئیوالان، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

ہماری مطبوعات

کتاب	مصنف	قیمت
احادیثِ قدسیہ	ابو مسعود ندوی	۵۰/-
رسولِ اکرمؐ پیغمبرِ امن وسلامتی	مفتی محمد شفیع	۸/-
رسول وحدت	علامہ سید سلیمان ندوی	۸/-
اسبابِ زوالِ اُمت	علامہ شکیب ارسلان	۱۵/-
تذکرہ وکلام (مولانا عبدالرحمٰن جامی)	طالب الہاشمی	۳۰/-
ایمان باللہ اور اس کے عملی تقاضے	روشن غنی	۸/-
اصولِ اسلام	مولانا ادریس کاندھلوی	۲۰/-
دعوت وتبلیغ میں مسجد کا کردار	مولانا امیر الدین مہر	۱۲/-
مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ	ڈاکٹر احسان حقی	۵/-
ایک مثالی استاد	پروفیسر محمد اکرم طاہر	۵/-
عالمِ اسلام کی بنیادی اور عمومی ضرورت	مولانا ابوالحسن علی ندوی	۵/-
ذہنی اور اعتقادی ارتداد	〃 〃	۶/-
طلبہ کے لیے ضابطۂ اخلاق	علی اصغر چشتی	۸/-
بنیادی معلومات قرآن مجید	مولانا ظفر علی	۱۸/-
مثالی تاجر	پروفیسر محمد اکرم طاہر	۶/-
ایمان بالرسل اور اس کے تقاضے	غلام رسول چیمہ	
اچھا مسلمان کیسے بنا جائے؟	اسکواڈرن لیڈر عطا محمد	۱۵/-
گستاخِ رسولؐ کی سزا	مولانا عنایت اللہ فاروقی	۳۵/-
ازواجِ مطہرات (اول، دوم)	حافظ افروغ حسن	۱۱۰/-
یارانِ نبیؐ (خلفائے راشدینؓ)	عابد نظامی	۱۵/-
اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر	مولانا شبلی نعمانی	۲۵/-
اقبال کا ذہنی ارتقاء	غلام حسن ذوالفقار	۵۰/-
علمائے احناف کے حیرت انگیز واقعات	مولانا عبدالقیوم حقانی	۶۵/-
اسلام میں خواتین کا کردار	عاصم نعمانی	۲۰/-
عہدِ نبوی کے نادر واقعات	علی اصغر چودہری	۶۰/-
محمد بن عبدالوہاب - ایک مظلوم اور بدنام مصلح	مسعود عالم ندوی	۳۵/-
سیرت تابعین	عبدالرحمٰن رافت پاشا	۳۵/-

کتاب	مصنف	قیمت
اقبال، فکرِ اسلامی کی تشکیل جدید	ڈاکٹر سید حسین محمد جعفری	۹۵/-
چند تصویریں سیرت کے البم سے	خرم مراد	۱۲/-
اسلامی تعلیمات کورس	ڈاکٹر محمد قاسم سید	۳۰/-
کاشر شاہنامہ اسلام (منظوم)	شبیر احمد شبیر	۸۵/-
اعجاز القرآن	مولانا شبیر احمد عثمانی	
قرآن اور جدید علوم	نعیم احسن	۴۰/-
حضرت زینبؓ بنت علیؓ	طالب الہاشمی	۵/-
حضرت اسحاقؑ	حافظ افروغ احسن	۵/-
پیاری کہانیاں	پروفیسر عنایت علی خاں	۵/-
پیارے رسولؐ کی پیاری باتیں	عبدالرؤف	۵/-
اسلام میں دعوت وتبلیغ کے اصول	مولانا قاری محمد طیبؒ	۱۸/-
اسلام اور اس کے بنیادی عقائد	مولانا شبیر احمد عثمانی	
پیغام جہاد	امام حسن البنا شہید	۸/-
اسلام کا نظامِ دعوت وتبلیغ	علامہ سید سلیمان ندوی	۶/-
علمائے کرام اور ان کی ذمہ داریاں	مولانا سید نجم الحسن تھانوی	۱۵/-
اسلام اور جہاد کی تیاری	مولانا محمد مسعود اظہر	۵/-
بنیاد پرستی جرم یا سعادت	〃 〃 〃	۵/-
اللہ والے قرآن کی روشنی میں	〃 〃 〃	۵/-
دیکھنا قافلہ چھوٹ نہ جائے	عبداللہ عزام	۱۵/-
جہاد آداب واحکام	〃 〃	۲۵/-
سیرت کورس	لطف اللہ گوہر	۴۰/-
حضرت لوطؑ	حافظ افروغ حسن	۶/-
حضرت اسمٰعیلؑ	〃 〃	۶/-
گلدستۂ نماز	مولانا غلام محمد	۸/-
قرآن کا تصورِ انسانیت	ڈاکٹر محمد ضیاء الاسلام	۸/-
تخلیق انسانی کے مراحل اور قرآن کا سائنسی اعجاز	〃 〃	۱۰/-
عہدِ نبوی میں نظامِ حکمرانی	ڈاکٹر محمد حمید اللہ	۹۰/-
فقہاء سبعہ	شیخ الحدیث مولانا محمد اسحاق	۲۵/-
بریلی کا نیا دین اور ہمارا دینِ حق	مولانا ریحان ندوی	۴۰/-
حکایات سعدیؒ	طالب الہاشمی	۳۰/-

فہرست کتب کے لئے لکھیں :

اسلامک بک فاؤنڈیشن ۱۷۸۱، حوض سوئیوالان، نئی دہلی ۲